خطباتِ نمازِ جمعہ



مولانا سید کلب صادق صاحب نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ نمازِ جمعہ

از

مولانا سید کلب صادق صاحب نقوی

مرتبہ

مولانا سید علی عباس طباطبائی

ناشر

عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ ۳

- نام کتاب: خطبات نماز جمعہ (از مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ)
- مرتبہ: مولانا سید علی عباس طباطبائی
- تعداد: ایک ہزار (۱۰۰۰)
- سنہ اشاعت: اکتوبر ۱۹۹۷ء
- مطبوعہ: اے۔ بی۔ سی آفسیٹ پریس، دہلی
- کتابت: شکیل احمد
- سرورق: عباس حسنین
- ہدیہ: [redacted] روپئے
- ناشر: عباس بک ایجنسی، رستم نگر، لکھنؤ ۳

ملنے کا پتہ

عباس بک ایجنسی، رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ

فون:-- 269538، 260750

پاکستان میں ملنے کا پتہ

خراسان بک سینٹر، کراچی پاکستان

عرضِ ناشر

ممتاز و مقتدر علمار کی اصلاحی و معلوماتی تقریروں یا خطبات نماز جمعہ و عیدین وغیرہ کو "کیسٹوں" سے کاغذ پر منتقل کرنے کا سلسلہ ایران یا بعض دیگر اسلامی ممالک میں جاری ہے جس کے نتیجے میں بڑی بڑی معرکۃ الآرار اور مفید کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہیں اور آ رہی ہیں۔ لیکن ہندوستان میں یہ عمل ابھی تک تغافل اور جمود کا شکار تھا، جب کہ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کام کو بہت پہلے انجام دیا جاتا تاکہ ہمارے جلیل القدر علمار کی وہ تقریریں اور ارشادات جو محض کیسٹوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں کتابی شکل میں سامنے آئیں اور مسلمان ان سے استفادہ کر سکیں۔

زیر نظر کتاب ہماری کوششوں کا ماحصل ہے جس کا باب اول "وجوب نماز جمعہ" پر مشتمل ہے اور باب دوم میں "لکھنؤ کی تاریخ نماز جمعہ" نیز باب سوم زعیم ملت مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب کے بصیرت افروز اور مصلحانہ "خطبات پر مشتمل ہے۔

اگر یہ کتاب حوصلہ افزا ثابت ہوئی اور مسلمانوں نے اسے شرف قبولیت بخشا تو انشاء اللہ آئندہ بھی اس سلسلے کو جاری رکھا جائے گا۔

ناشر

عباس ایم۔ اے۔ ایجنسی

رستم نگر لکھنؤ

فہرست مضامین

باسمہٖ سبحانہٗ

ابتدائیہ

نماز جمعہ کے لیے پروردگار قرآن مجید کے سورہ جمعہ میں اعلان کرتا ہے کہ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ۔ یعنی اے صاحبانِ ایمان! جب جمعہ کے دن تمھیں نماز کے لیے پکارا جائے تو ذکر خدا کی طرف دوڑ پڑو اور اپنے کاروبار اور دیگر مشاغل زندگی کو کچھ وقت کے لیے روک دو۔ احادیث میں بھی نماز جمعہ کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اسلام میں کوئی بھی عبادت چاہے اس کی نوعیت انفرادی ہو یا اجتماعی، حکمت و مصلحت کے بغیر نہیں ہے۔ نماز جمعہ ایک اجتماعی عبادت ہے جس میں کثیر تعداد میں مومنین جمع ہو کر بارگاہِ رب العزت میں ایک ساتھ سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں جس سے ان کے درمیان باہمی روابط اور قوی ہوتے ہیں۔

نماز جمعہ کے دو خطبات میں امام کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے سیاسی و سماجی اور اقتصادی مسائل کو بیان کرے، باہمی اتحاد و اتفاق پر زور دے، اسلام دشمن اور صیہونی طاقتوں کی سازشوں سے آگاہ کریں اور امتِ مسلمہ کو اس کے فرائض سے روشناس کرائے۔ اسی بنا پر جمعہ کے دو خطبات دو رکعات کے مساوی ہیں اور سامعین کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ان خطبات کو پوری توجہ اور خاموشی سے سنیں۔

مولانا علی عباس طباطبائی سلمہٗ نے میرے خطبات بہت محنت و مشقت سے ریکارڈ کیے اور اب وہ ان خطبات کو کتاب کی شکل میں شائع کر رہے

ہیں۔ بد قسمتی سے آج ہمارا فرقہ تعلیمی و سیاسی اور اقتصادی پسماندگی کا شکار ہے اور غیر اسلامی و غیر شرعی رسومات کی زنجیروں میں جکڑا گیا ہے کیونکہ اس نے مذہب اسلام کو رسومات کا مجموعہ بنا کر اس کی روح اور SPIRIT کو فراموش کر دیا ہے۔ ان خطبات میں میری کوشش یہی رہی ہے کہ مسلمان اسلام کی حقیقی روح اور مفہوم سے آشنا ہوں اور اسلام کے طرز فکر اور IDEOLOGY کو سمجھیں اور غیر اسلامی رسومات کے بندھنوں سے آزاد ہو کر زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی احکامات سے مستفید ہوں اور ان میں صحیح معنوں میں دینی شعور اور افکار میں پختگی پیدا ہو۔

آخر میں مولانا سید علی عباس طباطبائی کو "خطبات نماز جمعہ" شائع کرنے کے لیے مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مومنین اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں گے۔

والسلام

سید کلب صادق

لکھنؤ۔

توثیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؑ

اسلام میں عبادات کے تصور میں اور دوسرے مذاہب کے تصور عبادات میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ وہاں تصور یہ ہے کہ خدا کی عبادتیں جتنی معاشرہ اور انسانی آبادی سے دور اور تنہائی میں انجام پائیں گی اتنا ثواب زیادہ ہوگا لیکن اسلام میں برعکس تصور ہے۔ سب سے اہم عبادت نماز کے لیے اعلان ہے کہ تنہا پڑھو گے تو ثواب کم ہے اگر سب کے ساتھ پڑھو گے تو جتنا جماعت کا مجمع بڑھتا جائے گا اتنا ثواب بڑھتا جائے گا۔ عبادات میں سماجی پہلو کا بھی خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے۔ پانچ وقت نماز جماعت کی تاکید ہے تاکہ ایک محلہ کے لوگ روزانہ پانچ وقت ایک جگہ جمع ہوں اور اتحاد و اتفاق اور آپس میں محبت وانس پیدا ہو۔ ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ کا حکم تاکہ ہر ہفتہ پورے شہر کے مسلمان ایک مرکز پر جمع ہوں تاکہ پورے شہر کے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے مواقع فراہم ہوں۔ کیونکہ دور اور الگ الگ رہنے سے غلط فہمیاں بڑھتی ہیں، لڑانے والوں کو موقع ملتا ہے لیکن بار بار ملنے سے اور قریب آنے سے غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں اور دل صاف ہو جاتے ہیں۔ پھر سال میں ایک بار حج کا موقع فراہم کیا تاکہ ساری دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو سکیں تاکہ عبادت بھی بجالائیں اور ایک دوسرے کے مسائل و مشکلات کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے کا موقع بھی حاصل ہو۔

جناب علی عباس صاحب نے نماز جمعہ کی تاریخ، اہمیت اور علم محترم حکیم اُمت، نباضِ قوم، مفکرِ اسلام، مصلحِ ملت جناب مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ

کے خطبات پر مشتمل ایک انتہائی مفید کتاب ترتیب دی ہے۔ نماز جمعہ پڑھانے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقامی، بیرونی و عالمی مسائل سے اچھی طرح واقف ہو۔ مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں کا علم رکھتا ہو اور ان کا توڑ بھی جانتا ہو۔ قوم کے امراض سے واقف ہو اور ان کی دوا بھی جانتا ہو۔ بات اس کے دل سے نکلے اور دلوں میں گھر کر جائے۔ یہ تمام خصوصیات عم محترم میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ مجھے پوری امید ہے کہ خطبات کا یہ مجموعہ قوم کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

سید کلب جواد

امام جمعہ و جماعت، جوہری محلہ، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

وجوب نماز جمعہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الۡبَیۡعَ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹﴾ (سورہ جمعہ آیت ۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (نماز) کے لیے دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، اگر تم سمجھتے ہو تو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں آیت اللہ الشیخ مکارم شیرازی رقم طراز ہیں کہ:

۱۔ "نودی" "ندا" کے مادہ سے پکارنے کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے مراد اذان ہے۔ کیونکہ اسلام میں نماز کے لیے اذان کے علاوہ اور کوئی ندا نہیں ہے، جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیت ۵۸ ویں میں آیا ہے۔

۲۔ جب نماز جمعہ کے لیے اذان کی آواز بلند ہو تو لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنا کاروبار چھوڑ کر نماز کی طرف دوڑ پڑیں جو اہم ترین ذکرِ خدا ہے۔

۳۔ "ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ" کا جملہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس موقع پر کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کو قائم کرنا مسلمانوں کے لیے بہت ہی نفع کی بات ہے بشرطیکہ وہ اس بارے میں ٹھیک طور پر غور و فکر کریں، ورنہ خدا تو سب سے بے نیاز اور سب پر مہربان ہے۔

۴۔ "ذکر اللہ" سے مراد اول تو نماز ہی ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ نماز جمعہ کے خطبات بھی کہ جن میں خدا ہی کا ذکر ہوتا ہے، حقیقت میں نماز جمعہ کا ہی ایک حصہ

ہیں اس لیے ان خطبوں میں بھی دوڑ کر آنا چاہیے۔

۵۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ بعض اسلامی روایات میں روزانہ نماز کے بارے میں یہ آیا ہے کہ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تاتوھا و انتم تسعون واتوھا وانتم تمشون وعلیکم السکینۃ۔ یعنی جب نمازِ یومیہ کی صف آراستہ ہو جائے تو اس میں شرکت کے لیے دوڑو نہیں بلکہ آرام کے ساتھ قدم اٹھاؤ۔[۱] لیکن اس کے برعکس نمازِ جمعہ کے بارے میں مذکورہ بالا آیت یہ کہتی ہے فاسعوا (دوڑ کر آؤ) یہ نمازِ جمعہ کی حد سے زیادہ اہمیت کی دلیل ہے۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ

"یوم جمعہ" کی وجہ تسمیہ سے متعلق الگ الگ روایتیں ہیں

(۱) "جمعہ" لفظ "تجمّع" سے مشتق ہے۔ "تجمّع" کے معنی ایک مرکز پر جمع ہونے کے ہیں۔ اسی "تجمّع" سے "تجمیع" ہے اور لغاتِ کشوری میں "تجمیع" کے معنی نمازِ جمعہ کے لیے روانہ ہونے کے ہیں۔

(۲) خداوندِ عالم چونکہ جمعہ ہی کے دن تمام اشیاء کی خلقت سے فارغ ہوا اور ساری مخلوق لفظ کُن کے ہمہ گیر سائے میں جمع ہوئی اس لیے اس عظیم ترین دن کو جمعہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

(۳) اہلِ ایمان (مسلمان) چونکہ اس دن اپنے معبود کی عبادت کے لیے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اس لیے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا۔

(۴) بعض اسلامی روایتوں سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ "کعب بن لوی" نے اس دن

---

[۱] روح المعانی ج ۲۸ ص ۹۰ [۲] تفسیر نمونہ ج ۲۴ ص ۱۲۱

کا نام جمعہ رکھا، کیونکہ اسی دن مختلف قبیلوں کے افراد ان کے پرچم تلے جمع ہوئے تھے۔
یہ کعب بن لوی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اپنے خطبوں میں اما بعد کا استعمال کیا۔ بعض کتابوں میں یہ بھی ہے کہ "اما بعد" کا استعمال سب سے پہلے سحبان وائل نے کیا۔ اور بعض کتابوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کلمہ کا موجد قس بن ساعدۃ الایادی ہے۔ (واللہ اعلم)

اسلام میں پہلی نماز جمعہ

آیت اللہ شیخ مکارم شیرازی تفسیر نمونہ کی ۲۴ ویں جلد میں رقم طراز ہیں:

"بعض اسلامی روایات میں آیا ہے کہ مدینہ کے مسلمانوں نے پیغمبر کی ہجرت سے پہلے باہم مل کر بات کی اور کہا کہ یہودی ہفتہ میں ایک دن (بروز ہفتہ) اجتماع کرتے ہیں اور عیسائی بھی اپنے اجتماع کے لیے (اتوار کا) ایک دن رکھتے ہیں لہٰذا ہم بھی ایک دن مقرر کر لیتے ہیں تاکہ اس دن جمع ہو کر ذکر خدا کریں اور اس کا شکر بجا لائیں۔ چنانچہ انھوں نے ہفتہ سے پہلے کا دن جسے اس زمانہ میں "یوم العروبہ" کہتے تھے اس مقصد کے لیے منتخب کیا اور بزرگانِ مدینہ میں سے ایک شخص "اسعد بن زرارہ" کے پاس گئے۔ اس نے ان کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں نماز ادا کی اور انھیں وعظ و نصیحت کی۔ بس وہی دن "یوم جمعہ" کے نام سے موسوم ہو گیا کیونکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع کا دن تھا۔ اسعد کے حکم پر ایک گوسفند ذبح کیا گیا اور اس نے دوپہر اور شام کا کھانا اسی گوسفند سے کھلایا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا۔[1]

---

[1] تفسیر نمونہ ج ۲۴ ص ۱۲۴

پیغمبر اسلامؐ کی پہلی نمازِ جمعہ

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ہمراہ پہلی نمازِ جمعہ اس وقت ادا کی جب آپ مکہ سے ہجرت کے بعد وارد مدینہ ہوئے۔

تاریخیں گواہ ہیں کہ مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد پیغمبر اسلام مدینہ منورہ سے ملحق ایک قریہ "قبا"[۱] میں پہنچے اور وہاں چودہ روز یا ایک روایت کے مطابق چار روز قیام فرمایا۔ اسی قیام کے دوران آپ نے مسجد قبا کی بنیاد رکھی جو "ذو قبلتین" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اسی مسجد میں تبدیلی قبلہ کا حکم آیا تھا اور یہیں سے اسلام کو قوت ملی۔ آنحضرتؐ جب تک حیات رہے ہر ہفتہ مدینہ سے تشریف لاکر اس مسجد میں ایک مرتبہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ اس مسجد میں دو رکعت نماز کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔

"قبا" میں قیام کے بعد حضور اکرمؐ وہاں سے جمعہ کے دن روانہ ہوکر واردِ مدینہ ہوئے اور محلہ بنی سالم میں آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کی۔ یہ اسلام میں پہلی نمازِ جمعہ تھی جو مسلمانوں نے رسول اللہ (صلعم) کے ہمراہ ادا کی۔ اس نماز میں آنحضرتؐ نے کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا جو مدینہ میں آپ کا پہلا خطبہ تھا۔[۲]

نمازِ جمعہ کی اہمیت

(۱) پیغمبر اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[۱] "قبا" دور رسالت میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع تھا۔ موجودہ دور میں یہ مدینہ کا ایک داخلی محلہ ہے [۲] مجمع البیان ج ۱۰ ص ۲۸۶ ، تفسیر نمونہ ج ۲۴ ص ۱۲۴۔

ان اللہ تعالیٰ فرض علیکم الجمعۃ فمن ترکھا فی حیاتی او بعد موتی استخفافا بھا او جحوداً لھا فلا جمع اللہ شملہ ولا بارک لہ فی امرہ الا ولا صلوۃ لہ الا ولا زکوٰۃ لہ الا ولا حج لہ الا ولا صوم لہ الا ولا بر لہ حتی یتوب ۔ (وسائل الشیعہ ج ۵ ص ۷ حدیث ۲۸ باب وجوب صلوٰۃ الجمعۃ تفسیر نمونہ ج ۲۴ ص ۱۲۵)

خدا نے نماز جمعہ تم پر واجب کی ہے۔ اگر کوئی شخص میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد اسے سبک سمجھ کر یا اس کا منکر ہو کر ترک کرے تو اللہ اسے پریشان حال کر دے گا اور اس کے کسی کام میں برکت نہیں دے گا۔ جان لو کہ اس کی نماز قبول نہیں ہے، اس کی زکواۃ قبول نہیں ہے اور اس کے نیک اعمال قبول نہیں ہیں جب تک وہ اپنے اس عمل سے توبہ نہ کرے

(۲) ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:

من اتی الجمعۃ ایماناً و احتسابا استأنف العمل۔ (وسائل الشیعہ ج ۵ حدیث ۱۰)

جو شخص از روئے ایمان اللہ کے لیے نماز جمعہ میں شرکت کرے تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور وہ اپنے اعمال کا سلسلہ از سرِ نو شروع کریگا

(۳) حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا، یا رسول اللہ! میں متعدد بار حج بیت اللہ کے لیے تیار ہوا لیکن میری قسمت نے یاوری نہ کی اور عسرت و تنگدستی کی وجہ سے مجھے اس امر خیر کی توفیق نہ ہو سکی۔ جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا، نماز جمعہ پڑھا کرو کیونکہ مساکین کا حج یہی ہے[1]

محبوب پروردگار کا یہ ارشاد اس امر کو واضح کرتا ہے کہ حج بیت اللہ کے بہت سے اجتماعی برکات نماز جمعہ کے اجتماعات میں مضمر ہیں

(۴) ایک حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۵ ص ۵ حدیث ۱۷

صلوٰة الجمعة فريضةٌ وَ الْاِجتماع اليها فريضة مع الامام فان ترك رجل من غير علة ثلاث جمع فقد ترك ثلاث فرائض ولا يدع ثلاث فرائض من غير علة الا منافق ۔ (وسائل الشيعہ ج ۵ ص ۴ حدیث)

نماز جمعہ ایک فریضہ ہے اور اس کا اجتماع امام کے ساتھ واجب ہے۔ اگر کسی شخص نے تین جمعوں کی نمازیں بغیر کسی معقول عذر کے ترک کیں تو گویا اس نے تین اہم فریضے ترک کیے اور بغیر کسی علت کے منافق کے علاوہ تین فریضے کوئی ترک نہیں کرسکتا۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ ترک نماز جمعہ کے بارے میں سخت مذمت کی گئی ہے یہاں تک کہ جمعہ کی نماز ترک کرنے والوں کو منافقین کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔

جمعہ کی فضیلت

(۱) صادق آل محمدؐ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو بصیر نے روایت کی ہے آپ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ ہر شب جمعہ شام سے لے کر صبح تک اپنے فرشتوں کے ذریعہ آسمان سے یہ منادی کراتا رہتا ہے کہ جو مومن اس شب طلوع فجر سے پہلے تک اپنی دنیا اور آخرت کے لیے دعا کرے گا، میں اسے قبول کروں گا۔ جو مومن اس شب طلوع فجر سے پہلے تک میری بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کروں گا۔ اگر کوئی مومن رزق کی تنگی میں مبتلا ہے اور وہ طلوع فجر سے قبل تک مجھ سے رزق کی زیادتی کے بارے میں دعا کرے گا تو میں اس کے رزق میں وسعت پیدا کردوں گا۔ اگر کوئی بیمار مجھ سے طلوع فجر سے قبل تک شفا کی درخواست کرے گا تو میں اسے شفا دوں گا۔ اگر کوئی مومن محبوس و مغموم ہے اور وہ مجھ سے رہائی کی التجا کرے گا تو میں اس کی رہائی کے راستے کھول دوں گا۔ اور آگاہ ہو کہ اگر کوئی مومن

مظلوم ہے اور وہ طلوع فجر سے قبل (شب جمعہ) مجھ سے ظلم کا بدلہ لینے کی درخواست کرے گا تو میں اس کی مدد کروں گا اور اس پر کیے گئے ظلم کا بدلہ لوں گا۔[۱]

(۲) ایک دوسری حدیث میں، امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول خدا صلعم کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ شب جمعہ کے ابتدائی حصہ میں خداوند عالم اپنے ایک ملک کو اس کام پر مامور کرتا ہے کہ وہ آسمان سے یہ اعلان کرتا رہے کہ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے جسے میں عطا کروں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی توبہ میں قبول کروں؟ کیا کوئی مغفرت کا طلب کرنے والا ہے جس کی میں مغفرت کروں؟ اے خیر کے طلب کرنے والے آگے آ اور اے شر کے طلب کرنے والے پیچھے ہٹ۔ یہ ملک طلوعِ فجر تک اسی طرح اعلان کرتا ہے، جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو وہ سماوات ملکوتی میں اپنی جگہ واپس چلا جاتا ہے۔[۲]

انھیں امامؑ سے یہ روایت بھی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ روز جمعہ سے افضل آفتاب کسی دن طلوع نہیں ہوا اور جمعہ ہی وہ دن ہے کہ جس دن رسول اللہ صلعم نے میرے جد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو غدیر خم میں اپنا جانشین بنایا۔ جمعہ ہی کو قائم آل محمد حضرت حجت علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور جمعہ ہی کے دن قیامت بھی آئے گی جس میں خداوند عالم تمام اولین و آخرین کو ایک جگہ جمع فرمائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ذلک یوم مجموع لہ الناس و ذلک یوم مشھود یہ وہ دن ہو گا جب ہماری بارگاہ سب جمع کئے اور حاضر کیے جائیں گے (ہود آیت ۱۰۳)

(۳) محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس قول کے متعلق دریافت کیا جو انھوں نے اپنے فرزندوں سے

[۱،۲] من لا یحضرہ الفقیہ ج۱، ص ۲۳۷، ۲۳۸ الشیخ صدوق

فرمایا تھا کہ "میں اپنے رب سے تم لوگوں کی مغفرت کی دعا کروں گا" تو جواب میں آپ نے کہا، اس دعا کو حضرت یعقوب نے شب جمعہ کی سحر تک کے لیے روک لیا تھا۔

(۴) ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو بندۂ مومن اپنی حاجت براری کے لیے خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس دعا کو اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے شب جمعہ تک روک لیتا ہے تاکہ یوم جمعہ کی خصوصی فضیلت ظاہر ہو جائے۔

(۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس شخص کو اللہ توفیق دے اس کو چاہیے کہ جمعہ کے دن عبادت کے علاوہ اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اس لیے کہ اس دن بندوں کی مغفرت کی جاتی ہے اور ان پر رحمت نازل کی جاتی ہے۔

(۶) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ شب جمعہ ایک روشن شب اور یوم جمعہ ایک روشن دن ہے۔ جو شخص شب جمعہ مرتا ہے اللہ اسے فشار قبر سے محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص یوم جمعہ مرتا ہے خداوند عالم اسے جہنم سے نجات کا پروانہ لکھ دیتا ہے۔

(۷) امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ جمعہ کے دن ہر عمل خیر کا ثواب دوگنا ہو جاتا ہے۔

(۸) پیغمبر اسلامؐ کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن اپنے اہل و عیال کے لیے پھل وغیرہ خرید کر لے جایا کرو تاکہ وہ جمعہ کی آمد سے خوش ہوں۔

(۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص شب جمعہ بعد از نماز مغرب نافلہ کے آخری سجدے میں اپنی بخشش کے لیے خدا سے دعا کرے گا اور سات مرتبہ یہ کہے گا کہ اے اللہ! میں تجھے تیرے کرم اور اسم اعظم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو محمدؐ و آل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور ان کے صدقہ میں میرے عظیم گناہوں کو بخش دے۔ تو جیسے ہی وہ سلام پھیرے گا خداوند عالم اس کی مغفرت کر دے گا۔[1]

[1] من لا یحضرہ الفقیہ ج۱ ص ۴۲۳

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کی شب کو ملائکہ آسمان سے سونے کا قلم اور چاندی کی تختیاں لے کر نازل ہوتے ہیں اور وہ جمعہ کے دن غروب آفتاب تک سوائے نبی مرسلؐ پر درود کے اور کچھ نہیں لکھتے۔[۱]

(۱۰) امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ جمعہ کے دن خوشبو کا استعمال نہ بھولیں۔

(۱۱) ارشاد پیغمبرؐ ہے کہ جمعہ کے دن عمامہ باندھنا، صاف ستھرا لباس پہننا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔

(۱۲) امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن ملائکہ اپنے ساتھ چاندی کی تختیاں اور سونے کے قلم لے کر آتے ہیں اور جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے اس مسجد کے دروازے پر نور کی کرسی لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ جمعہ کی نماز میں آنے والا پہلا شخص کون تھا، دوسرا کون تھا، یہاں تک کہ امام نماز پڑھا کر چلا جائے۔ امام کے جانے کے بعد یہ بھی اپنا صحیفہ لپیٹ لیتے ہیں۔[۲]

نماز جمعہ کی اجتماعی و سیاسی نوعیت

نماز جمعہ ایک عظیم اجتماعی عبادت ہے اور عبادات کی وہ عمومی تاثیر جو قلب و روح کو لطافت عطا کرتی ہے، دلوں کو گناہوں کی آلودگی اور معصیت سے دور رکھتی ہے، نیز انسانی کردار و ضمیر پر طہارت کی جلا کرتی ہے وہ سب اس میں موجود ہے۔ اس نماز میں دو خطبے ہوتے ہیں جو مواعظ حسنہ، پند و نصائح اور تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم دینے پر مشتمل ہوتے ہیں۔

---

[۱] و [۲] من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۳۶ و ۲۳۰

نماز جمعہ اجتماعی اور سیاسی لحاظ سے ایک عظیم عبادت کے ساتھ ایک عظیم ہفتہ وار کانفرنس بھی ہے ۔ اسی وجہ سے رسول کریمؐ کی اس حدیث میں جسے "نماز جمعہ کی اہمیت" کے عنوان میں نمبر ۲ پر ہم نقل کر چکے ہیں، یہ وضاحت کی گئی ہے کہ نماز جمعہ ان لوگوں کا حج ہے جو اپنی عسرت کی بنا پر مراسم حج میں شرکت کی قدرت نہیں رکھتے ۔

درحقیقت اسلام تین عظیم اجتماعات کو زیادہ اہمیت دیتا ہے ۔ اوّل یہ کہ وہ روزانہ کے اجتماعات جو نماز جماعت کی شکل میں مساجد میں رونما ہوتے ہیں ۔ دوسرے وہ ہفتہ وار اجتماع جو نماز جمعہ کے عمل سے منسلک ہے اور تیسرے حج کا اجتماع ہے جو بیت اللہ کے سبب مکہ معظمہ میں رونما ہوتا ہے ۔

آیۃ اللہ شیخ مکارم شیرازی "تفسیر نمونہ" میں رقم طراز ہیں کہ ان تینوں اجتماعات میں نماز جمعہ کا اجتماع بڑی اہمیت و خصوصیت کا حامل ہے کیونکہ نماز جمعہ کے خطبہ میں خطیب کی توجہ زیادہ تر اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی مسائل پر مرکوز ہوتی ہے اس لیے اس پر شکوہ اور عظیم اجتماع سے ذیل کے برکات حاصل ہوتے ہیں ۔

(ا) مسلمان معارف اسلامی اور اہم اجتماعی و سیاسی حالات و واقعات سے آگاہ ہوتے رہتے ہیں ۔

(ب) مسلمانوں کی صفوں میں ہم آہنگی، اتحاد اور نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے ۔

(ج) مسلمانوں میں دینی روح اور نشاط معنوی کی تجدید ہوتی رہتی ہے ۔

(د) عام مشکلات کو حل کرنے کے لیے باہمی تعاون حاصل ہوتا رہتا ہے ۔

شاید یہی وجہ تھی کہ دشمنانِ اسلام ہمیشہ ایک ایسی جامع الشرائط نماز جمعہ سے خائف رہتے تھے جس میں خصوصیت کے ساتھ اسلامی احکامات کا تذکرہ کیا جاتا ہو ۔

اسلامی حکومتوں میں نماز جمعہ ایک طاقت ور ہتھیار کی طرح رہی ہے ۔ عادل حکومتیں مثلاً پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کی حکومتیں اس سے ہمیشہ اسلام کی بقاء نفع

کے لیے استفادہ کرتی تھیں۔ اور ظالم حکومتیں مثلاً بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتیں اس سے اپنی قدرت وطاقت کی بنیادیں مضبوط کرتی تھیں۔

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی حکومت کے خلاف قیام کرے تو سب سے پہلے وہ اس کی نماز جمعہ میں شرکت کرنا چھوڑ دیتا۔ جیسا کہ واقعاتِ کربلا میں بیان ہوا ہے کہ شیعیانِ حیدرِ کرار کا ایک گروہ "سلیمان بن صرد خزاعی" کے گھر میں جمع ہوا اور ان لوگوں نے کوفہ سے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس میں یہ تحریر تھا کہ کوفہ میں بنی امیہ کا گورنر نعمان بن بشیر گوشہ نشین ہوگیا ہے اور ہم لوگوں نے اس کی نماز جمعہ میں شرکت چھوڑ دی ہے۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ آپ ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں تو ہم اسے کوفہ سے نکال باہر کریں[1]

نماز جمعہ کا فاصلہ

شیعہ فقہ کے مطابق ہر طرف سے ایک فرسخ (۵½ کلومیٹر) کے علاقہ میں ایک سے زیادہ نماز جمعہ جائز نہیں ہے تاکہ وہ لوگ جو نماز جمعہ کے انعقاد کی جگہ سے دو فرسخ (تقریباً ۱۱ کلومیٹر) کے دائرے کے اندر رہتے ہیں وہ اس نماز میں شرکت کریں۔ اس حکم سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عملی طور پر ہر چھوٹے اور بڑے شہر اور اس کے اطراف میں ایک سے زیادہ نماز جمعہ نہیں ہوگی۔ اس بنا پر یہی نماز جمعہ اس علاقے کا ایک عظیم ترین اجتماع ہوگا[2]

---

[1] تفسیر نمونہ ج ۲۴ ص ۱۲۷ بحوالہ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۳

[2] تفسیر نمونہ ج ۲۴ ص ۱۲۸

وہ افراد جن سے نماز جمعہ ساقط ہے

امام محمد باقر علیہ السلام نے زرارہ بن اعین سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک پینتیس (۳۵) نمازیں فرض کی ہیں۔ ان نمازوں میں ایک نماز جماعت کے ساتھ فرض کی ہے اور وہ نماز جمعہ ہے۔ اللہ نے اس نماز کو نو طرح کے لوگوں سے ساقط کیا ہے۔ (۱) بچہ (۲) بوڑھا (۳) مجنون (۴) مسافر (۵) غلام (۶) عورت (۷) مریض (۸) اندھا (۹) وہ افراد جو نماز جمعہ کی جگہ سے دو فرسخ سے زیادہ فاصلے پر آباد ہیں۔[1]

نماز جمعہ میں شرکاء کی تعداد

زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جمعہ کی نماز کتنے افراد کی موجودگی میں واجب ہے؟

اس سوال کے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مسلمانوں میں جمعہ کی نماز پانچ افراد سے کم پر واجب نہیں ہے، البتہ اگر سات افراد یا پانچ افراد ہوں تو واجب ہے۔ جب سات افراد جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک امامت کرے گا اور خطبہ دے گا بشرطیکہ انھیں کوئی خوف نہ ہو۔[2]

نماز ظہر اور نماز جمعہ کا وقت

اگر لکڑی یا کسی اور ایسی ہی سیدھی چیز کو (جسے شاخص کہتے ہیں) ہموار زمین میں گاڑا جائے تو صبح کے وقت جب آفتاب طلوع ہوتا ہے، اس کا سایہ مغرب کی طرف

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ ج۱ ص ۲۶۶ [2] ایضاً ج۱ ص ۲۶۷ مسئلہ ۱۲۲۰

پڑتا ہے اور جوں جوں سورج اونچا ہوتا جاتا ہے اس کا سایہ گھٹتا جاتا ہے اور اول ظہر شرعی کے وقت کمی کے آخری درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اور ظہر گزرنے کے بعد اس کا سایہ مشرق کی طرف ہو جاتا ہے اور جوں جوں سورج مغرب کی طرف ڈھلتا ہے سایہ بڑھتا جاتا ہے۔ اس بنا پر جب سایہ کمی کے آخری درجہ تک پہنچے اور دوبارہ بڑھنے لگے تو پتہ چلتا ہے کہ ظہر کا شرعی وقت ہوگیا ہے۔ لیکن بعض شہروں مثلاً مکہ وغیرہ میں جہاں بعض اوقات ظہر کے وقت سایہ بالکل ختم ہو جاتا ہے، جب دوبارہ ظاہر ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔

وجوب نماز جمعہ کی چند شرائط میں وقت کا داخل ہونا بھی ایک شرط ہے جو کہ زوالِ آفتاب ہے اور اظہر یہ ہے کہ شاخص کے سائے کے شاخص کے برابر ہونے تک اس نماز کا وقت رہتا ہے لہٰذا اگر سائے کے شاخص کے برابر ہونے تک جمعہ کی نماز ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے تو اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور پھر ظہر کی نماز ادا کرنی چاہیے[1]

جماعت کا قیام کب اور کیوں؟

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت کا انسان نفرت، عداوت، تفرقہ پردازی، کینہ پروری اور درندگی میں مبتلا تھا اور جنگ، خونریزی نیز ہلاکت اس کا مقدر بن چکی تھی۔

ظہورِ اسلام کے بعد اسلام نے حیوانیت کی زنجیریں کاٹ کر انسان کو آزاد کیا، جہالت کے اندھیروں سے باہر نکالا، اسے روشن اخلاق کے ساتھ اخوت اور محبت کی تعلیم دی اور

---

[1] توضیح المسائل از آیت اللہ الخوئی علیہ الرحمہ ص ۱۴۴

نفرت، عداوت، تفرقہ پردازی اور کینہ پروری کے پنجوں سے نجات دلا کر اپنے جامع اصولوں سے سرفراز کیا۔ یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔

آپس میں جب بھائی چارہ قائم ہوا اور سرکار دو عالم کی وجہ سے مومنین کی تعداد میں اضافہ ہوا تو اس مقدس ذات نے یہ ارادہ فرمایا کہ ان مسلمانوں کو تفرقہ پردازی کی سطح سے ابھار کر ایک اجتماعی زندگی سے روشناس کرائیں اور ان کی باہمی دوری اور جدائی کو اتحاد و اخوت کے پیکر میں ڈھال دیں تاکہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد و مستحکم ہو جائیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کریں اور سب مل کر ایک ایسا جسم بن جائیں کہ جس کے ایک حصہ کی تکلیف پر سارا جسم صدمہ محسوس کرے۔ اسی خیال کے تحت آنحضرتؐ نے ان میں نماز جماعت کو قائم فرمایا تاکہ مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوں، ایک دوسرے کی خیریت معلوم کریں، ایک دوسرے سے ملاقات و تعارف حاصل کریں اور اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے محبت اور تبادلۂ خیالات کریں۔ اگر کوئی شخص غیر حاضر ہو تو اس کے بارے میں یہ معلوم کریں کہ وہ کیوں شریک جماعت نہیں ہوا؟ اس پر کیا افتاد ہے؟ وہ کیوں گھر میں رہ گیا؟ اس دریافت حال کے بعد لوگ اس کی خوش بختی اور دستگیری کی طرف متوجہ ہوں۔

اسلام جب مدینہ اور اس کے اطراف میں بخوبی پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا تو پیغمبر اسلامؐ نے چاہا کہ جس طرح آپ نے منتشر افراد کو جماعت کی شکل میں متحد کیا تھا اسی طرح مختلف جماعتوں اور مساجد میں بکھرے ہوئے گروہوں کو بھی متحد کر دیں۔ چنانچہ آپ نے اس وحدت کو قائم کرنے کے لیے بحکم خدا نماز جمعہ کو جاری فرمایا اور واجب قرار دیا کہ فرداً فرداً اور گروہ در گروہ جامع مسجد میں ہر جمعہ کو جمع ہو جائیں تاکہ نماز بھی ادا کریں اور خطبات سے نصیحت بھی حاصل کریں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیرونی علاقہ کے لوگ اندرونی علاقہ کے لوگوں سے میل جول پیدا کرنے لگے، دیہاتی شہریوں سے تہذیب سیکھنے لگے، ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے لگے، دلوں میں وقار اور شائستگی کا جذبہ پیدا ہوا، اپنے مخالفین پر اثر انداز ہونے لگے اور وہ اجتماعی طور پر اپنے خدا کی جانب متوجہ ہو گئے۔

اسلام جب پورے عرب میں پھیل گیا، مختلف قبیلے اسلامی پرچم کے سائے میں جمع ہو گئے اور مختلف اُمتیں ایک عادل حکومت کی مطیع ہو گئیں تو اس پھیلاؤ کے بعد اسلامی شریعت نے امت مسلمہ کو ایک طریقہ حج کا بتایا اور سب سے بڑے فریضہ کی طرف رہنمائی کی تاکہ حج بیت اللہ کے اجتماع میں شریک ہونے والے قبیلے اور قومیں ایک دوسرے کی قربت حاصل کریں، متعارف ہوں اور ملاقات کریں اور یہ معلوم کریں کہ ایک دوسرے پر کیا گزر رہی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب امت مسلمہ خانۂ کعبہ کے طواف کی بدولت ایک دوسرے کے آداب صالحہ سے منسلک ہو جائے گی تو شریعت بھی محفوظ رہے گی اور دین بھی قیامت تک حج، جمعہ اور جماعت کی بدولت قائم رہے گا۔

علماء کے خیالات و نظریات

عالم اسلام کے علماء اور فقہاء نماز جمعہ کے بارے میں تین طرح کے خیالات و نظریات پر قائم ہیں۔ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو نماز جمعہ کو واجب عینی قرار دیتا ہے۔ اس گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ نماز جمعہ، جماعت کی مقررہ تعداد حاصل ہونے پر ہر پابند مذہب یعنی مسلمان پر بالذات واجب ہے۔ اس کے وجوب میں اختیار کو دخل نہیں ہے تو اس خیال کے لوگوں پر جمعہ کی نماز ترک کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے عوض میں نماز ظہر پڑھی جا سکتی ہے۔ اس خیال و مسلک کے علماء کی تعداد زیادہ ہے اور تمام اسلامی فرقے اسی مسلک کے پابند ہیں۔

دوسرا گروہ نماز جمعہ کو واجب تخییری کہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ جماعت کی مقررہ تعداد کے بعد پابند نماز جمعہ قرار پاتے ہیں ان پر یہ نماز واجب ہے لیکن اختیار کے ساتھ۔ اب اگر ظہر کو اس نے اختیار کیا تو جمعہ کی نماز اس سے ساقط ہے۔ علمائے شیعہ میں اسی قاعدے اور ضابطے کی شہرت ہے اور متاخرین اسی کے پابند ہیں۔

تیسرے گروہ کا کہنا ہے کہ نمازِ جمعہ حرام ہے اور صرف نمازِ ظہر واجب ہے۔ یہ قول بے حد کمزور ہے اور اس خیال کے لوگ بہت کم ہیں۔ انھیں یہ اشتباہ ہے کہ جمعہ میں یہ شرط ہے کہ بادشاہ عادل ہو اور وہ صرف امام معصوم ہی ہو سکتا ہے یا پھر نمازِ جمعہ کی امامت کے لیے امام کا نائب خاص ہونا ضروری ہے۔ اور چونکہ موجودہ دور کے مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں ہے اس لیے نماز جمعہ حرام ہے۔

گروہِ اول کے علمار میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "مقنعہ" میں، ابو الصلاح حلبی نے "کافی" میں، ابو الفتح کراجکی نے "تہذیب المسترشدین" میں، عماد الدین طبری نے "نہج العرفان" میں، علامہ کلینی نے "کافی" میں، شیخ صدوق نے کتاب "فقیہ" میں، شہید ثانی دمشقی نے "وجوب جمعہ" میں حسین بن عبدالصمد (شیخ بہائی کے والد) نے "عقد طہماسی" میں، شہید ثانی کے فرزند نے اپنی کتاب "اثنا عشریہ" میں، علامہ مجلسی نے "بحار الانوار" باب جمعہ میں، آقائی محسن فیض کاشانی نے رسالہ "شہاب ثاقب" میں، محقق بحرانی یوسف بن احمد نے اپنی مشہور کتاب "حدائق" باب الصلوۃ میں نماز جمعہ کو واجب عینی قرار دیا ہے۔ ان علمائے کرام کے علاوہ اور بھی بہت سے علمار و فقہار ہیں جن کی نظر میں نمازِ جمعہ واجب عینی ہے۔

ہمارے لیے بھی مناسب ہے کہ ہم علمائے کرام کے اس اجتماعی نظریے کو قبول کریں اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو کر اپنی عاقبت کو استوار و پائدار بنائیں۔

واجب عینی کی استدلالی بحث

حجۃ الاسلام علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے " وجوب نماز جمعہ" کے عنوان سے ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اس میں " جمعہ واجب عینی ہے" کے ذیل میں بڑی استدلالی بحث کی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اسی بحث کے خصوصی اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں تاکہ کوئی نتیجہ اخذ کرنے یا کسی فیصلہ تک پہنچنے میں آپ کو کسی دقت یا دشواری کا سامنا نہ ہو۔

علامہ موصوف رقم طراز ہیں:

ہر آزاد مسلمان اور ان لوگوں پر جو حاضرین جمعہ کی مقررہ تعداد کو حاصل کرلیں نماز جمعہ واجب عینی ہے۔ اس کے متعلق دلیلیں اور مخصوص و واضح احادیث بکثرت موجود ہیں۔ خود قرآن مجید اس کو واضح کرتا ہے اور قرآن کی آیت کو کوئی تاویلی روایت منسوخ نہیں کر سکتی بلکہ حکم ہے کہ اگر کوئی روایت قرآن کے خلاف ہو تو اسے رد کر دو۔

(۱) خداوند عالم سورۂ جمعہ میں صاف ارشاد فرما رہا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ	اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لیے
لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ	آواز دی جائے تو کوشش کرو اور ذکر خدا کے لیے
ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ	(دوڑ پڑو۔ ترجمہ فرمان علی) اور تجارت کو چھوڑ
...... (سورۂ جمعہ آیت ۹)	دو۔ تمہارے لیے اسی میں بہتری ہے۔

اس آیت میں صاف طور پر واجب ہونے کا حکم موجود ہے اور ذکرِ خدا کے لیے کوشش اس امر کی طرف صاف اشارہ ہے کہ نماز جمعہ وجوباً قائم کی جائے۔ اس پر فقہا، اہل قلم اور مفسرین سب نے اتفاق کیا ہے اور واجب سے مراد "وجوب عینی"

ہوا کرتا ہے۔ جب تک کوئی قرینہ اس کے خلاف قائم نہ ہو۔ اسی کو اصول فقہ میں مانا گیا ہے۔

سورۂ جمعہ کی اس آیت میں صیغۂ امر کے ساتھ حکم سعی دیا گیا ہے، جو دلیلِ وجوب ہے اور جس کا مقدمہ واجب ہوا اس کا ذوالمقدمہ بھی واجب ہوگا۔ اگر سعی واجب ہے تو وہ نماز بھی جس کے لیے سعی کا حکم ہے واجب ہوگی۔ قرآنی احکام قیامت تک کے لیے ہیں، کسی زمانہ یا وقت کے لیے مخصوص نہیں ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں کسی زمانہ، دور یا وقت کی قید نہیں ہے۔ قرآن کی اس آیت کو صرف آیت ہی منسوخ کر سکتی ہے۔ تاویلی حدیثیں اس واجب کو حرام، سنت یا تخییری قرار نہیں دے سکتیں۔

(۲) قرآن مجید کی دوسری آیت ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰى (بقرہ) — نماز کی حفاظت کرو، خصوصاً درمیانی نماز کی۔

اس سے مراد نماز ظہر ہے مگر جمعہ کے دن اس نماز سے مراد نماز جمعہ ہے[۱]۔ اس میں بھی امر کے ساتھ حکم واجب ہے۔

(۳) تیسری آیت ہے:

إِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ...... — یقیناً یہ خاص نماز (جمعہ) مومنین پر وقتِ معین پر لازم کردی گئی ہے۔

مفسرین صاف لکھتے ہیں کہ یہ نماز جمعہ ہے[۲]۔ اس لیے کہ ہر نماز میں وقت کی گنجائش ہے مگر اس کا وقت معین ہے۔

---

[۱] بحار الانوار ص ۳۵، باب الصلوٰۃ [۲] مستدرک طبرسی ص ۴۵۹، بحار ص ۱۹۔

(۴) شَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ــ مشہود جس میں لوگ جمع ہوں۔ علامہ مجلسیؒ "بحار بحث صلوٰۃ" میں رقم طراز ہیں کہ بعض روایات بتاتی ہیں کہ اس سے مراد جمعہ ہے اور کوئی دلیل اس کی منسوخی پر ابھی تک نہیں ملی نہ اس جمعہ کے متعلق امامت سلطان مسلمین کی قید ہے نہ اس شخص کی پابندی ہے جس کو امام نے منسوب کیا ہو۔

مسلمانوں پر جمعہ کا وجوب عینی باتفاق اہل علم زمانۂ رسولؐ، زمانۂ اہل بیتؑ، صحابہ یا صحابہ دیدہ کے زمانے میں یا ان کے بعد کے لوگوں پر ثابت ہے۔ اس پر قائلِ حرمت، واجب عینی اور تخییری والے سب متفق ہیں۔ جب تینوں نظریات کے لوگ اس پر متفق ہوگئے تو ہم پر اس کا برقرار رکھنا لازمی ہوگیا جیسے کہ وہ پہلے واجب تھا۔ اور یہ حکم ہر زمانہ میں باقی رہے گا جب تک کوئی واضح دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو۔

اسی دلیل کی بنا پر علامہ مجلسی (علیہ الرحمہ) نے بحار میں بعض فقہار کی مخالفت کی ہے اور ان کی غلطی بتائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بڑے بڑے علمار پر تعجب ہے کہ جب وہ فروعات میں الجھتے ہیں تو اصول میں جن چیزوں کو مقرر کیا گیا ہے انہیں بھول جاتے ہیں۔

(۵) بہ کثرت حدیثیں جو نماز جمعہ کو واجب بتاتی ہیں، دلیل مطلق ہیں۔ اور ان احادیث میں امام جماعت کی شرط تو ہے لیکن امام معصوم کی قید نہیں ہے یا ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے امام معصوم کی شرط سمجھ میں آتی ہو۔ کتابوں کے ابواب الصلوٰۃ میں جہاں امام کا ذکر ہوا ہے اس سے ذہن امام جماعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے نہ کہ امام معصوم کی طرف۔

وہ احادیث جو اس امر کی وضاحت کرتی ہیں کہ جمعہ پانچ یا سات آدمیوں کے

جمع ہونے پر واجب ہوتا ہے اور ان میں ایک امام بھی شامل ہے تو اس سے مراد امام جماعت ہے نہ کہ امام معصوم۔

اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں امام عادل کی قید لگائی گئی ہے۔ اور امام عادل کی قید اس حدیث مجمل کی توضیح ہے جو امام فاسق کی اقتدا سے بچاتی ہے۔ اس لیے جمعہ بغیر جماعت کے قائم نہیں ہو سکتا اور ہمارے مذہب میں جماعت بغیر امام عادل کے جائز نہیں۔ اب جس حدیث میں لفظ "سلطان عادل" آیا ہے وہ بھی صاف طور سے معصوم کو نہیں بتلاتی، سلطان عادل اور معصوم میں (معنوی فرق کے ساتھ) ایک وجہ سے عام اور خاص کی نسبت ہے اس لیے کہ سلطان عادل کا لفظ ہم اس امام معصوم کے لیے استعمال نہیں کر سکتے جو حدودِ خدا جاری کرنے کی طاقت و قدرت رکھتا ہو کیونکہ امام معصوم کو کبھی سلطان نہیں کہا گیا۔

(۶) وہ احادیث جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے منقول ہیں، یہ ظاہر کرتی ہیں کہ نماز جمعہ کا حکم ہمیشہ کے لیے ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کا فرمان ہے

إنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَيكمُ الجُمعةَ فريضةً واجبةً الى يومِ القيامة[1]	اللہ نے تم پر نماز جمعہ قیامت تک کے لیے واجب قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ (نوری طبرسی) لکھتے ہیں کہ یہ حدیث واضح طور پر وجوب عینی کی دلیل ہے۔ بس اگر نمازِ جمعہ کی صحت کے لیے امام معصوم کی شرط ہوتی تو آنحضرت (صلعم) کا فرمان اور خدا کی تاکید و تائید کسی مختصر سے زمانہ کے لیے بیکار

---

[1] مستدرک الوسائل حضرت نوری طبرسی ص ۴۵۰، ۴۵۸۔ وسائل علامہ طبرسی طبع تہران ص ۴۵۲
کتاب المعتبر طبع تہران ص ۲۶۳

اور مہمل ہوتی اس لیے کہ اس پر عمل کرنے کا زمانہ اس کے ترک کرنے کے زمانہ کے مقابلہ میں بہت کم تھا۔ ائمہ اہل بیتؑ اپنے زمانے میں صاحب اقتدار نہ تھے اور ان کے بعد کا زمانہ تو اور بھی سخت تھا۔

اس حساب سے کیا یہ نماز صرف زمانۂ رسولؐ تک یا حضرت امیرالمومنینؑ کے زمانۂ خلافت ظاہری یا کچھ عرصہ تک امام حسن علیہ السلام میں واجب تھی؟ اور اس کے بعد ائمہ طاہرینؑ کی مجبوریوں کی وجہ سے چھوڑ دی گئی، یہ خلاف عقل ہے۔ اور کیا اس قدر مختصر زمانہ کے لیے احادیث ائمہ میں واجب ہونے کے ارشادات، دلیلیں، اس کا بے حد و بے حساب اجر و ثواب اور اس کے لیے وہ تاکیدیں جو آج بھی کتب اربعہ میں موجود ہیں، سب بیکار قرار پائیں گی۔

جناب ختمی مرتبت کے ارشادات، امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا نماز جمعہ کے خطبوں میں وجوب کا اعلان، امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہ اعلانات کہ نماز جمعہ واجب ہے اور قیامت تک واجب رہے گی، صرف اس لیے تھے کہ ائمہ طاہرینؑ اور ان کے ماننے والے ظالم و جابر حکومتوں کے خوف کی وجہ سے اپنے امام کے ساتھ یا اپنی جگہ پر جمعہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے ائمہ نے توضیح فرمادی کہ یہ نماز واجب ہے مگر شرائط پورے نہ ہونے کی وجہ سے ہم اور ہمارے اصحاب اسے ادا نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب حکومت وقت کی طرف سے کوئی خطرہ نہ ہو اور مذہبی امور میں آزادی میسر ہو تو اس واجب کو ضرور ادا کریں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کا یہ ارشاد کہ

ان اللہ فرض علیکم الجمعة	اللہ نے جمعہ تم پر واجب کیا ہے جس نے اسے
فمن ترکھا فی حیاتی او بعد مماتی ..... الخ	میری زندگی میں یا موت کے بعد چھوڑا وہ عذاب کا مستحق ہے

اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان کہ:

الجمعة واجبة علیٰ کل واحدٍ الا... جمعہ ہر ایک پر واجب ہے لیکن[1]...

اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ

ذٰلک سُنّة الی یوم القیامة یہ قیامت تک کے لیے ایک سنت ہے۔

یہاں سنت بمقابلہٗ واجب نہیں بلکہ اس سے مراد طریقۂ نبوی ہے۔

(۷) حدیث صحیح زرارہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

فرض الله علی الناس من	اللہ نے انسانوں پر ایک جمعہ سے
الجمعة الی الجمعة خمساً و ثلاثین	دوسرے جمعہ تک پینتیس نمازوں کو واجب کیا
صلوٰة منها صلوٰة واحدة فرضها الله	ہے ان میں ایک نماز وہ ہے جس کو اللہ نے جماعت
فی جماعة وهی الجمعة وضعها عن	کے ساتھ واجب کیا ہے اور وہ جمعہ ہے۔ یہ بچے،
تسعة من الصغیر والکبیر والمجنون	بوڑھا، مجنون، مسافر، غلام، عورت، مریض، اندھے
والمسافر والعبد والمرأة والمریض	اور ان لوگوں پر ساقط ہے جو دو فرسخ کے
والاعمیٰ ومن کان علی راس فرسخین	فاصلے پر رہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ واجب سے مراد اس کا ہمیشہ جاری رہنا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے خدا نے روزوں کے متعلق فرمایا ہے کہ تم پر روزے لازم و واجب ہیں یا تم پر پانچ وقتوں کی نماز واجب ہے۔

روزہ اور نماز کے واجب ہونے کا ابدی حکم دیا گیا ہے کسی دور یا زمانہ کی پابندی نہیں ہے۔ اس حدیث کی بنا پر اگر غیبتِ امامؑ میں لوگوں پر نماز جمعہ ساقط ہوتی تو معاف شدہ لوگوں کی فہرست میں یہ اضافہ ہوتا کہ غیبت امام میں یہ نماز ساقط یا

---

[1] استبصار شیخ الطائفہ ص ۲۱۰، مختلف الشیعہ علامہ حلی ص ۱۰۳، مستدرک نوری ص ۴۱۱، بحار علامہ مجلسی ص ۱۵۱ باب الصلوٰة

حرام ہے۔ خصوصاً جب ہم امام علیہ السلام کے طرز کلام اور اس کی ترتیب پر غور و فکر کریں کہ کس طرح معصوم نے نماز جمعہ کو روزانہ کی واجب نمازوں کے ساتھ ملایا ہے اور ان ۳۵ واجب نمازوں میں سے ایک اس کو بتلایا ہے تو حکم وجوب صاف معلوم ہو جاتا ہے اور اسی صحیح روایت کی طرح ابی بصیر اور محمد بن مسلم کی روایتوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ

یجمع القوم الجمعة اذا کانوا خمسة نما زاد وان کانوا اقل من خمسة فلا جمعة واجبة علیٰ کلّ مُسلمٍ لا یعذر الناس فیها الاخمسة۔

"جب پانچ یا اس سے زیادہ افراد جمع ہو جائیں تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ نماز جمعہ پڑھیں۔ پانچ افراد سے کم پر جمعہ واجب نہیں ہے اور جمعہ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کسی کا عذر نہیں چلے گا۔"

یہ نماز جمعہ کے واجب ہونے کا مخصوص حکم ہے حالانکہ گزشتہ روایات کی طرح یہ حکم مفصل اور واضح نہیں ہے۔

(۸) عمر بن یزید نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ

اذا کانوا سبعة یوم الجمعة فلیصلوا فی جماعة ولیلبس الرداء والعمامة ویتوکأ علیٰ قوس اَوْ عصاء ویقعد قعدة بین الخطبین ویجهر بالقراءة ویقنت فی الرکعة الاولیٰ منها قبل الرکوع۔	جب جمعہ کے دن سات آدمی جمع ہو جائیں تو وہ نماز جمعہ جماعت سے ادا کریں۔ امام جماعت ردا اور عمامہ استعمال کرے اور کمان یا لکڑی کا سہارا لے اور دونوں خطبوں کے لیے بیٹھ جائے، نماز بآواز بلند ادا کرے اور پہلی رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھے۔
(کافی کلینی ص ۲۴۷)	

اس روایت پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام کا یہ حکم نماز جماعت

کے لیے عام حکم ہے اور "حرف لام" سے تاکید کر کے ادھر توجہ دلائی گئی ہے اور پھر لباس کے بارے میں تاکید کی گئی ہے تاکہ جمعہ کی جانب خصوصی طور پر لوگ متوجہ رہیں پھر فوائد و شرائط بتلائے گئے ہیں۔

اگر نماز جمعہ کے لیے امام معصوم، نائب خاص یا اجازتِ خاص کی شرط ہوتی تو اس مفصل حدیث میں اس کو چھپایا نہ جاتا بلکہ جہاں امامؑ نے اور شرائط بیان فرمائے تھے اس کا بھی تذکرہ فرماتے۔ لیکن اگر جمعہ کے مخالفین اس حدیث کو امام معصوم کی جانب سے اجازت بھی فرض کرلیں تو وہ ایک عام اجازت ہونی چاہیے جو ہمیشہ حاضر و غائب پر جاری و ساری رہے جیسے کہ اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہمیشہ کے لیے جاری ہے۔ نیز اس حدیث میں امام جمعہ کو لباس اور خطبہ کا طریقہ اور قنوت کو بتلایا ہے تو اگر جمعہ پڑھانے والا معصوم ہوتا تو اس معصوم کو ہدایت کی ضرورت نہ تھی۔

(۹) فضل بن مالک امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

اذا کان قوم من قریۃ صلوا	قوم جب کسی گاؤں میں ہو تو نماز جمعہ چار
الجمعۃ اربع فان کان لھم من الخطبۃ	رکعت پڑھے اور اگر ان کو وہ شخص مل جائے جو خطبہ
جمعوا اذا کانوا خمسۃ نفر و انما	ادا کر سکے تو جب پانچ افراد جمع ہو جائیں تو جمعہ ادا
جعلت رکعتین مکان الخطبتین [۱]	کریں اور دو رکعتیں خطبہ کی جگہ رکھی جائیں۔

اسی طرح کی ایک روایتِ صحیحہ محمد بن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو مقام جمعہ سے دو فرسخ تک کی دوری پر رہتا ہو۔ لیکن جب امام ایسا ہو جو خطبہ دے سکے تو وہ خطبہ کی جگہ دو رکعت اور پڑھیں گے یعنی ظہر کی نماز چار رکعت پڑھیں گے۔

---

[۱] تہذیب شیخ الطائفہ ص ۲۵۰، استبصار ص ۲۱۱، بحار الانوار صلوٰۃ ص ۷۱۸ - ۷۲۱

پچھلی روایتوں سے یہ روایت زیادہ صاف اور واضح ہے۔ روایت میں لفظ امام آیا ہے جس سے مراد غیر معصوم ہے اس لیے کہ معصوم خطبہ ادا فرما سکتا ہے اور یہاں اس امام جماعت کا ذکر ہے جو خطبہ ادا نہ کر سکے۔ پھر روایت اولیٰ میں گاؤں کا ذکر ہے گویا ہر گاؤں میں جہاں پانچ افراد جمع ہو جائیں اور خطبہ ادا کرنے والا ہو تو نماز جمعہ واجب ہے۔ اگر اس نماز میں ہر جگہ معصوم کی شرط ہوتی تو خلاف عقل قرار پائی اس لیے کہ معصوم ہر جگہ موجود نہیں رہ سکتا۔ البتہ جہاں معصوم موجود ہو اور جمعہ کی نماز اس کی اقتدا میں ممکن ہو وہاں غیر معصوم کی اقتدا حرام ہے۔

نماز جمعہ کی امامت کے لیے معصوم نہ ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے

ان کان بین الجماعتین ثلاثة	اگر دونوں جماعتوں میں تین میل کا
امیال فلا بأس ان تجمع هؤلاء و	فاصلہ ہو تو کچھ ہرج نہیں خواہ اِدھر نماز جمعہ
یجمع هؤلاء[1]	پڑھے یا اُدھر پڑھے۔

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ نماز جمعہ کے لیے امام معصوم کی شرط نہیں ہے کیونکہ امام معصوم صرف ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے۔ اگر امام معصوم کی شرط ہوتی تو یہ اختیار نہ دیا جاتا کہ ادھر پڑھو یا ادھر۔ بلکہ یہ حکم دیا جاتا کہ جہاں امام معصوم ہو وہاں پڑھو۔

(۱۰) امام محمد باقر علیہ السلام سے ابو بصیر اور محمد بن مسلم نے نقل کیا ہے

من ترك ثلاث جمعة متواليات	جو شخص تین جمعہ لگاتار ناغہ کرے
طبع اللّٰهُ علی قلبه	تو خدا اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

اس روایت کو اگر اس معتبر روایت کے ساتھ ملا دیا جائے جسے عبد الملک نے خود امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے تو نماز جمعہ کا بہر طور واجب ہونا ثابت ہو جاتا

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۳۹، کافی کلینی ص ۲۴۶

ہے۔ اس لیے کہ اس روایت میں امام علیہ السلام خود راوی سے فرماتے ہیں

مثلك يهلك ان لم يصل فريضة فرضها الله قال قلت كيف اصنع قال صلوا جماعة صلوٰة الجمعة۔	تجھ جیسا بھی ہلاک ہو جائے گا اگر وہ واجب نماز نہ پڑھے جس کو اللہ نے واجب کیا ہے۔ عرض کی پھر میں کیا کروں، فرمایا جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کیا کرو۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ فرمان کسی زمانے یا معصوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس حکم کے ذریعہ نماز جمعہ کو حتماً واجب مطلق قرار دیتے ہوئے یہ تاکید بھی فرمائی گئی ہے کہ اپنی ہلاکت سے قبل جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرو۔

ابن بابویہ نے بھی "زرارہ" کی زبانی امام محمد باقر علیہ السلام کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے

صلوٰة الجمعة فريضة والاجتماع اليها فريضة مع الامام فان ترك رجل من غير علة ثلاث فرائض لا يدع ثلاث فرائض الا منافق۔	نماز جمعہ اور اس کے لیے امام جماعت کے ساتھ جمع ہونا واجب ہے اور اگر کوئی شخص بغیر علت کے تین جمعہ ترک کرے تو گویا اس نے تین واجبات ترک کیے اور واجبات کو منافق کے علاوہ کوئی ترک نہیں کر سکتا

امام علیہ السلام کا یہ قول گزشتہ صفحات میں بھی نقل کیا جا چکا ہے۔ اس کا مفہوم چونکہ صاف اور واضح ہے لہٰذا مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

امام عادل سے مراد

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دیگر جماعتوں کے اماموں کی طرح امام جمعہ کو بھی عادل ہونا چاہیے لیکن کچھ علمائے کرام کا کہنا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کچھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ ایک گروہ کا یہ نظریہ ہے کہ جمعہ کی نماز "امام معصوم" یا ان کے نمائندۂ خصوصی کے فرائض میں ہے۔ جب کہ کچھ محققین کا

یہ خیال ہے کہ "امام معصوم" یا ان کے نمائندۂ خصوصی کی یہ شرط نماز جمعہ کے وجوب عینی کے بارے میں ہے اور وجوب تخییری کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ہے۔

میرے نزدیک بھی حق یہی ہے بلکہ اسلامی حکومت جب اپنی شرائط کے ساتھ کسی امام کے نائب کی طرف سے تشکیل پائے تو احتیاط یہ ہے کہ اس کی طرف سے "امام جمعہ" منصوب ہو اور اس کی اقتدا میں مسلمان نماز جمعہ میں شرکت کریں۔

علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی اپنی کتاب "وجوب نماز جمعہ" کی فصل چہارم میں رقم طراز ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ امام جماعت کا ہونا نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے لیکن بہت سے مسلمان جن میں ہم بھی شامل ہیں، امام جمعہ کے لیے اسی طرح عدالت ضروری جانتے ہیں جس طرح دیگر نماز جماعت کے ساتھ امام کے لیے لازمی ہے۔ لیکن بعض حضرات عدالت کے علاوہ یہ بھی شرط کرتے ہیں کہ اس کا بادشاہ مسلمین ہونا لازمی ہے یا پھر اس کا مقرر کردہ امام خصوصی ہو۔ ان دونوں اقوال میں درمیانی راہ اعتدال ہے اور اس پر قوی دلائل بھی موجود ہیں۔

(۱) بکثرت روایات میں وجود امام کی شرط ہے لیکن اس میں عدالت کی پابندی ہے نہ کہ معصوم ہونے کی۔ ان روایات کثیرہ میں معصوم کی شرط نہیں ہے اور نہ ہی اس قسم کی کوئی شرط ہے کہ جس سے ہم معصوم مراد لے سکتے ہوں۔ جیسے لفظ "امام زماں" اور "واجب الاطاعت" وغیرہ۔ اگر اس قسم کے الفاظ ہوتے تو ہم "امام معصوم" مراد لے سکتے تھے اور یہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ روایات میں امام سے مراد وہ امام ہے جو نماز جمعہ کے لیے لازم ہے اگرچہ وہ معصوم نہ ہو۔ ورنہ روایات میں صرف شرط عادل کافی نہ سمجھی جاتی۔ لہٰذا عادل کی شرط اور اس کا بار بار تذکرہ صاف بتلاتا ہے کہ نماز جمعہ جماعت پر موقوف ہے اور جماعت کے لیے امام کا عادل ہونا ضروری ہے۔

جب جماعت کے لیے امام عادل کا وجود ضروری ہے تو ظاہر ہے کہ نماز جمعہ تنہا

نہیں پڑھ سکتے اور جماعت بغیر ایک عادل امام کے نہیں ہو سکتی۔ اس شرط نے جمعہ کی نماز کو ظہر کی نماز سے ممتاز کر کے جدا کر دیا، اس لیے کہ جمعہ کی نماز امام جماعت پر موقوف ہے۔
عام مسلمانوں کے نزدیک ظہر میں امام عادل کی شرط نہیں ہے لیکن ہمارے مذہب میں ہر کس و ناکس یا فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں، اسی لیے امام کے لیے ضروری شرط عدالت ہے۔
(۲) وہ حکمت جو جمعہ کو ضروری کر رہی ہے بعینہٖ وہی حکمت ہے جو حج کو واجب کرتی ہے جیسا کہ اکثر مقامات پر احادیث و روایات کے ذریعہ اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔
اور جیسا کہ حضور سرورِ کائناتؐ کا ارشاد ہے کہ "تم پر جمعہ واجب ہے، اس لیے کہ وہ غریبوں کا حج ہے۔"
تو جس طرح نماز جمعہ، نماز عیدین اور حج بیت اللہ، معصوم کے موجود ہونے پر موقوف نہیں، اسی طرح جمعہ بھی معصوم پر موقوف نہیں، خصوصاً اس لیے کہ وہ نماز عید سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جس کی دلیل امیر المومنین حضرت علیؑ کا یہ فرمان ہے

لان ادع شهود الاضحیٰ عشر	اگر مجھے بقر عید کی حاضری کے لیے دس دفعہ بلایا
مرات احب الی ان ادع شهود الجمعة	جائے تو اس کے مقابلہ میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ نماز
مرة واحدة من غير علة ... الخ	جمعہ کے لیے ایک مرتبہ بلایا جائے بشرطیکہ کوئی بیماری وغیرہ نہ ہو۔

اب آپ ہی غور فرمائیں کہ جو نماز اپنی فضیلت، منزلت، حکمت اور اہتمام کے لحاظ سے اس مرتبت کی حامل ہو تو یہ بات کیسے عقل میں آ سکتی ہے کہ اس کا انحصار صرف اسی چیز پر کر دیا جائے جس کا حصول ایک دشوار امر ہو جیسے کہ یہ شرط کہ یہ نماز صرف امام معصوم ہی پڑھا سکتا ہے دوسرا نہیں۔ کیا یہ نعمت صرف صدیوں کے لیے ہی لازم و واجب کی گئی تھی؟ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ یہ نماز عہدِ معصومینؑ ہی میں واجب تھی اور اس کے بعد متروک ہو گئی یا قرآن نے یہ نماز صرف چودہ سال کے لیے واجب کی تھی یعنی دس سال نبیؐ کے ساتھ اور چار سال علیؑ کے ساتھ۔

(۳) احادیث سے واضح ہے کہ قصبات اور گاؤں کے لوگ اگر خطبہ دینے والا نہ پائیں تو وہ چار رکعت نماز پڑھیں، یعنی دو رکعت جمعہ کی اور دو رکعت خطبہ کے عوض میں۔ اس بنا پر اگر معصوم کی شرط ہوتی تو یہ حکم نہ دیا جاتا۔

(۴) وہ احادیث جن میں نمازِ جمعہ کے لیے رغبت دلائی گئی ہے اور اس کے واجب ہونے کی تاکید کی گئی ہے اور جو اس میں امور سنت ہیں اور جو احکام اس کے متعلق قرار دیے گئے ہیں بہ کثرت ہیں اور سب احادیث ائمۂ اہل بیتؑ سے روایت ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان احادیث میں ائمۂ طاہرین کی مراد یہ نہ تھی نماز جمعہ صرف انھیں کے ساتھ ادا کی جائے۔ اس کا موقع تو بہت کم شیعوں کو حاصل ہو سکتا تھا اور نہ ائمۂ طاہرینؑ کو دنیاوی حکومت حاصل تھی، وہ تو حکومت کے جور وظلم کی وجہ سے گوشہ نشین تھے۔

(۵) علمائے احادیث نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی اس حدیث کو صحیح و مستند قرار دیا ہے کہ

ان اهل الکوفة سئلوه ان	اہل کوفہ نے امیرالمومنین سے خواہش کی کہ
یعین لهم من یؤم معهم فی	ان کے لیے ایک ایسا شخص معین فرما دیں جو انھیں نماز
العیدین فقال علیه السلام لا	عیدین پڑھائے تو آپؑ نے فرمایا کہ میں تمھارے لیے کوئی ایسی
استن لکم مالم یستنه رسول اللّٰہ	بات نہیں کروں گا جس کو رسول اللہ نے نہ کیا ہو۔

اس قول سے آپ کی مراد یہ تھی کہ نماز عیدین کے لیے (علیحدہ) کسی شخص کو مقرر کرنا بدعت ہے۔ نماز عید بھی وہی پڑھائے جو نماز جماعت پڑھاتا ہے اور یہی طریقہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

یہی وہ طریقہ تھا جس کے تحت گزشتہ علماء جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھتے تھے اور فقہاء شرع جمعہ اور عیدین کے حکم میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے اس لیے جو

لوگ جمعہ کو حرام کہتے ہیں وہ عیدین کو بھی حرام کرتے ہیں اور جو لوگ جمعہ کو واجب سمجھتے ہیں وہ عیدین کو بھی واجب سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر روایات بھی بالتصریح یہ بتلاتی ہیں کہ نماز جمعہ کی امامت امام معصوم کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ غیبتِ امام میں بھی اس کی بقا اور وجوب ثابت ہے۔[1]

نماز جمعہ کی تکمیلی کیفیت و آداب

ضروری شرائط کی موجودگی میں نماز جمعہ تمام بالغ اور صحیح و سالم مسلمانوں پر واجب ہے اور کم از کم پانچ افراد کے یکجا ہونے پر نماز جمعہ ہو سکتی ہے۔

نماز جمعہ دو رکعت ہے اور وہ نماز ظہر کی جگہ لے لیتی ہے، اس لیے کہ اس میں دو خطبے جو نماز سے پہلے پڑھے جاتے ہیں وہ حقیقتاً دو رکعتوں کی جگہ محسوب ہوتے ہیں۔

نماز جمعہ صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے۔ مستحب ہے کہ اس میں "حمد و سورہ" بلند آواز سے پڑھا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون کی قرأت کی جائے۔

نماز جمعہ سے پہلے دو خطبوں کا پڑھنا واجب ہے۔ اور دورانِ خطبہ خطیب کو اپنی آواز اتنی بلند رکھنا چاہیے کہ لوگ اس کی آواز کو اچھی طرح سن لیں تاکہ خطبہ کا مضمون سب کے کانوں تک پہنچ جائے۔

خطبہ کے دوران سامعین کو خاموش رہنا چاہیے اور خطیب کی باتوں کو غور سے سننا چاہیے، نیز خطیب کے روبرو بیٹھنا چاہیے۔

خطیب کو فصیح و بلیغ طرز تکلم کا حامل، احوالِ مسلمین سے آگاہ، اسلامی معاشرے

---

[1] ماخوذ از رسالہ "وجوب نماز جمعہ" حجۃ الاسلام علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی ص ۱۸ تا ۲۵

کے مصالح سے باخبر، شجاع اور اظہار حق میں بے خوف و ڈوک ہونا چاہیے۔ اس کے اعمال اور اس کی رفتار اس کے کلام کی تاثیر و نفوذ کا سبب ہوں اور اس کی زندگی لوگوں کو خدا کی یاد دلانے والی ہونی چاہیے۔ مناسب ہے کہ وہ پاکیزہ ترین لباس پہنے ہو، بدن میں خوشبو لگائے ہو، عمامہ زیب سر ہو اور وقار کے ساتھ قدم اٹھائے۔ منبر یا کسی بلند چیز پر لوگوں کے سامنے کھڑا ہو اور شمشیر، کمان یا عصا پر ٹیک لگا کر لوگوں کو سلام کرے۔ اس کے بعد بیٹھ جائے یہاں تک کہ اذان مکمل ہو جائے تو اٹھے اور خطبہ شروع کرے۔

خطبہ کی ابتدا حمد الٰہی اور پیغمبر اکرمؐ پر درود سے ہو (اس میں احتیاط ہے کہ یہ حصہ عربی زبان میں ہو لیکن باقی حصہ سننے والوں کی زبان میں پڑھا جائے) پھر لوگوں کو خوفِ خدا اور تقویٰ کی نصیحت کرے۔ قرآن مجید کا کوئی مختصر سا سورہ پڑھے اور اس کی تفسیر دونوں خطبوں میں بیان کرے۔ دوسرے خطبہ میں پیغمبر اسلامؐ پر درود کے بعد ائمہ مسلمین کے لیے دعا اور مومنین و مومنات کے لیے استغفار کرے۔

خطبہ کے ذیل میں ایسے اہم مسائل بیان کرے جو مسلمانوں کے دین اور دنیا کے ساتھ مربوط ہوں۔ اسلامی ممالک کے اندر و باہر اور اس علاقہ کے داخل و خارج میں جن باتوں کی مسلمانوں کو ضرورت و احتیاج ہو، ان پر بحث کرے اور اپنی بحث کو سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور دینی مسائل سے مربوط رکھتے ہوئے لوگوں کو آگاہ کرے اور دشمنوں کی سازشوں سے ہوشیار و باخبر کرے اور اسلامی معاشرے کے تحفظ نیز مخالفین کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے اپنی تجویز پیش کرے۔

مختصر یہ کہ خطیب (امام جماعت) کو بہت ہی محتاط، ہوشیار، بیدار، اسلامی مسائل کے بارے میں اہل فکر اور صاحب مطالعہ ہونا چاہیے۔ اسے جمعہ کے ان عظیم مراسم کی اہمیت و حیثیت سے اسلام اور مسلمانوں کے اہداف و مقاصد کی کامیابی

کے لیے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا چاہیے۔[1]

جمعہ کے دن خطبہ اس لیے شروع کیا گیا کہ نماز جمعہ ایک عمومی اجتماع ہے اور خدا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے امیر کو یہ موقع فراہم کرے کہ وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے، اطاعت کی ترغیب دے، معصیتِ الٰہی سے ڈرائے اور انھیں اس چیز سے آگاہ کرے کہ جس میں ان کے لیے دین و دنیا کی بہبودی و بہتری ہو۔ نیز وہ اخبار و واقعات جو مختلف علاقوں سے فراہم ہوئے ہیں اور جو لوگوں کے حق میں موثر ہیں، انھیں بیان کرے۔

دو خطبے اس لیے قرار دیے گئے ہیں تاکہ ایک میں خدا کی حمد و ثنا اور تمجید و تقدیس ہو سکے اور دوسرے میں احتیاجات، ضرورتیں، تنبیہیں اور دعائیں ہوں۔

خطبہ کیا ہے؟

نماز جمعہ کے موقع پر خطبہ کو دین اور نماز کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

"خطبہ خود نماز ہے۔ جب تک امام خطبہ پڑھتا رہے اور منبر سے نیچے نہ اترے اس وقت تک لوگوں کو خاموشی سے اس کی طرف متوجہ رہ کر خطبہ سننا چاہیے، گویا وہ حالت نماز میں ہیں۔ البتہ کچھ فرق بھی ہیں مثلاً قبلہ رو ہو کر بیٹھنا یا خود امام کا جب تک وہ خطبہ پڑھ رہا ہو قبلہ رو ہونا واجب نہیں ہے۔ بہرحال اس موقع پر جو دو خطبے فرض ہیں وہ نماز ظہر کی ڈیڑھ رکعتوں کی جگہ

---

[1] نماز جمعہ کے احکام کی خصوصیات و جزئیات اور اس کے خطبوں میں فقہاء کے فتاویٰ میں جزوی اختلاف ہے۔ لہٰذا جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے وہ مختلف فتوؤں کا خلاصہ ہے۔

ہیں[1]:

ہم یہ تحریر کر چکے ہیں کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں حمد و ثنائے الٰہی، ذکر رسولؐ ائمہ اطہارؑ اور قرآن کے ایک سورہ کی تلاوت کے علاوہ یہ ضروری ہے کہ خطیب وعظ و نصیحت کرے اور جو باتیں مسلمانوں کے لیے ضروری ہوں انھیں بیان کرے۔ یہ جاننے کے لیے کہ جمعہ کے خطبہ میں کن مضامین کا بیان ضروری ہے ہمیں ایک روایت سے ہدایت ملتی ہے۔

وسائل الشیعہ میں ان احادیث کے ضمن میں جو جمعہ کے خطبوں سے متعلق ہیں ایک حدیث علل الشرائع اور عیون الاخبار کے حوالے سے نقل ہوئی ہے۔ اس حدیث کو فضل بن شاذان نیشاپوری نے جو ہمارے اکابر اور ثقہ راویان میں سے ہیں، امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس میں ہے

انما جعلت الخطبة يوم الجمعة لان الجمعة مشهدٌ عامٌ فاراد ان يكون للامير سبب الى موعظتهم و ترغيبهم فى الطاعة و ترهيبهم من المعصية و توقيفهم على ما اراد من مصلحة دينهم و دنياهم و يخبرهم بما يرد عليهم من الآفاق من الاحوال التى فيها المضرة و المنفعة۔

جمعہ کے دن خطبہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ جمعہ عام اجتماع کا دن ہے اور اس دن سب لوگوں کو اس اجتماع میں شرکت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خطبہ اس لیے مقرر کیا ہے تاکہ قوم کا امیر اپنی جماعت کے سامنے وعظ کر سکے انھیں عبادت و اطاعت کی ترغیب دے سکے اور گناہ کے برے نتائج سے ڈرا سکے اور ساتھ ہی انھیں آگاہ کر سکے کہ ان کے دینی اور دنیاوی مفاد کا تقاضا کیا ہے۔ مزید یہ کہ دور دراز علاقوں میں مسلمانوں پر جو اچھی بری گزرے اس کی اطلاع دے۔ جو واقعات عالم اسلام میں پیش آتے ہیں اس سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ مسلمان ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوں گے[2]۔

---

[1] گفتار عاشورہ، مرتضیٰ مطہری ص ۱۳۰ [2] ماخوذ از گفتار عاشورہ ص ۱۳۶ - ۱۳۵

خطابت اور وعظ

وعظ اور خطابت میں فرق ہے۔ خطابت ایک ہنر ہے اور اس کا ایک فنی پہلو ہے۔ اس کے علاوہ خطابت کا مقصد جذبات اور احساسات کو ابھارنا ہے مگر وعظ کا مقصد نفسانی خواہشات کو ٹھنڈا کرنا، انسان کو برائیوں سے روکنا اور تنبیہہ کرنا ہے۔ اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ خطابت کا مقصد مطلقاً قائل کرنا ہے تو پھر وعظ بھی خطابت ہی کے صیغہ میں آجاتا ہے۔ بہر حال وعظ کا لفظ وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایسے فقرے استعمال کیے جائیں جن کا مقصد تنبیہہ کرنا، روکنا اور بوقتِ ضرورت غصہ وغیرہ کا ٹھنڈا کرنا ہو۔ غرض کہ وعظ لوگوں کو ہوا پرستی، سود خوری، غلط کاری اور ریا کاری سے روکنا اور موت، قیامت، دنیا و آخرت میں اعمال کے اچھے برے نتائج کی یاد دلانے کا نام ہے۔ اس کے برخلاف خطابت کی مختلف قسمیں ہیں۔ کبھی اس کا مقصد جوش دلانا اور جنگ پر آمادہ کرنا ہوتا ہے، کبھی اس کا مقصد سیاسی ہوتا ہے کبھی جذبہ عدالت کو متاثر کرنا ہوتا ہے، کبھی اس کا استعمال دینی اور اخلاقی مقاصد کے لیے ہوتا ہے، کبھی لوگوں کو ان کے سیاسی و سماجی حقوق سے آگاہ کرنے کے لیے اور کبھی دینی و اخلاقی شعور کو بیدار کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

واعظ اور خطیب کے فرائض

انسان کے لیے یہ تو ممکن ہے کہ اسے کسی دوسرے شخص سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ وعظ و نصیحت سے بیگانہ و بے نیاز ہو کیونکہ کسی بات کا جاننا اور بات ہے اور کسی متقی و پرہیزگار واعظ کی نصیحت آمیز باتوں سے متاثر ہونا اور بات ہے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خود بھی ارشاد

فرمایا ہے کہ جو اثر سننے میں ہے وہ جاننے میں نہیں ہے۔

جو لوگ اس کام کی اہلیت وصلاحیت اور استعداد رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے رہیں، انھیں خدا کی یاد دلاتے رہیں، آخرت کے انجام اور موت کی حقیقت سے غافل نہ ہونے دیں، قبر وقیامت کا تذکرہ کرتے رہیں اور لوگوں کو عدل الٰہی کی طرف متوجہ کرتے رہیں۔ کیونکہ یہ ضروری باتیں ہیں اور معاشرہ کبھی ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

عہد ماضی میں ہمارے یہاں بڑے بڑے صاحب طرز واعظ گزرے ہیں اور بحمد اللہ آج بھی موجود ہیں۔ وعظ جیسے اہم کام کے لیے جتنا باصلاحیت اور جامع الشرائط واعظ ہو اتنا ہی بہتر ہے۔

خطیب کا یہ فرض ہے کہ وہ معاشرے کو ان باتوں سے آگاہ کرے جو اہل معاشرہ کے دینی اور دنیاوی مفاد میں ہوں۔ خطیب پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو یہ بھی بتائے کہ موجودہ حالات میں انھیں کیا کرنا چاہیے اور ان کے دینی و دنیاوی مصلحتوں کا تقاضا کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا کام ہے اور پند ونصائح یا عام وعظ سے بہت زیادہ مشکل بھی۔ عام وعظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اہل ایمان ہے، باعمل ہے، پُرخلوص ہے اور اسے وعظ سے متعلق چند کلمات بھی کہنے آتے ہیں تو وہ وعظ کر سکتا ہے۔ اور کسی حد تک اس کا وعظ مفید وکارگر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ یہ چاہے کہ دینی اور دنیاوی مسائل ومصالح تفصیل سے بیان کرے اور ان کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرے تو یہ ایک سخت مرحلہ ہے۔ اس کام میں دو طرح کی دشواریاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی انجام دہی کے لیے وسیع معلومات کی ضرورت ہے، دوسرے خلوص ضروری ہے تاکہ دین و دنیا کی جو مصلحتیں وہ سمجھتا ہے انھیں بے خوف ہو کر صاف صاف

اور آسان زبان میں اس طرح بیان کر دے کہ وہ لوگوں کے اذہان پر ایک سرمدی نقش کی طرح مرتب ہو جائیں۔

جہاں تک معلومات کا تعلق ہے اسے دینی و دنیاوی امور و مسائل سے بخوبی واقف ہونا چاہیے، اسلامی تعلیمات کی روح سے آگاہ ہونا چاہیے، اس میں اسلام کے ظاہر و باطن میں امتیاز کی صلاحیت ہونی چاہیے تاکہ وہ دینی مصلحتوں کو بیان کر سکے۔ عام دینی معلومات اس مقصد کے لیے کافی نہیں ہیں۔

خطیب کے لیے معاشرے اور اس کی نزاکتوں کو سمجھنا بھی ضروری ہے اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اسلامی معاشرے کی مصلحتوں کا تقاضا کیا ہے تاکہ وہ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے لوگوں کو باخبر کر سکے۔

امام رضا علیہ السلام کا یہ ارشاد بڑی اہمیت کا حامل ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو دین و دنیا کی مصلحتوں سے آگاہ کرو۔

نماز جمعہ اور نماز عیدین میں فرق

نماز جمعہ سے نماز عیدین چند چیزوں میں مختلف ہے

۱۔ عیدین کی نماز میں خطبہ دونوں رکعتوں کے بعد ہے۔

۲۔ نماز عیدین کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے۔

۳۔ نماز جمعہ میں قنوت ایک ایک مرتبہ ہے جب کہ عیدین کی نماز میں رکعت اول میں پانچ مرتبہ اور رکعت دوم میں چار مرتبہ ہے۔

نماز جمعہ میں دوسری رکعت سے شریک ہونا

نماز جمعہ کا فرادیٰ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ جب مقتدی جمعہ کی نماز کی دوسری

رکعت کے رکوع سے پہلے امام کے ساتھ شامل ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور وہ اس نماز پر ایک رکعت کا اضافہ کرے گا۔

اور اگر رکوع میں امام کو پالے (یعنی نماز میں شامل ہو جائے) تو اس کی نماز کا صحیح ہونا مشکل ہے لہٰذا احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیے یعنی اسے ظہر کی نماز پڑھنا چاہیے۔ جب کہ دوسری نماز جماعت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر رکوع میں امام کو پالے تو اس کی ایک رکعت ہو جائے گی۔[1]

علامہ نوری طبرسی کی کتاب مستدرک وسائل کی چند روایتیں

علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی کی یہ کتاب مذہب اثنا عشری کی مشہور ترین اور معتبر ترین کتاب ہے لہٰذا ضروری ہے کہ چند روایات کا ترجمہ نقل کر دیا جائے۔

(۱) جو شخص جمعہ کو ترک کرے اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔ یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہے۔[2]

(۲) رسول اللہ (صلعم) نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ یاد رکھو، اللہ نے تم پر جمعہ قیامت تک کے لیے واجب کیا ہے۔[3]

(۳) رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا کہ جمعہ فرض ہے۔ جو شخص میری زندگی میں یا میرے بعد اسے چھوڑے گا اس کی کوئی نماز نہیں ہوگی۔[4]

مذکورہ حدیثوں کے بعد کیا کوئی مسلمان یہ جرأت کر سکتا ہے کہ انھیں رد کر دے یا ان میں تاویل کی جسارت کرے۔

---

[1] توضیح المسائل از آیت اللہ الخوئی علیہ الرحمہ ص ۱۴۴ و توضیح المسائل از آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی دام ظلہ الوارث ص ۱۲۱ [2] و [3] و [4] مستدرک وسائل ج ۱ ص ۴۵۷، ۴۵۸ و ۴۵۸

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خطبے

(صرف ترجمہ)

نماز جمعہ کے لیے خطبہ

حمد اس اللہ کی جو حاکم و سرپرست و لائق حمد و صاحب حکمت، صاحب بزرگی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ غیب کا جاننے والا اور مخلوق کو خلق کرنے والا ہے۔ دنیا و آخرت کے تمام امور کو درست کرنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کا مالک و وارث ہے۔ اس کی شان ایسی عظیم ہے کہ جس کے مثل کوئی شے نہیں۔ اس کی عظمت کے سامنے ہر شے پست اور اس کی عزت کے سامنے ہر شے ذلیل ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے ہر شے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ اس کی ہیبت کے سامنے ہر شے دم بخود اور ربوبیت کے سامنے ہر شے سرنگوں ہے۔ یہ وہ ذات ہے جو آسمان کو سنبھالے ہوئے ہے کہ وہ بغیر اس کے اذن کے زمین پر نہ گرے گا اور بغیر اس کے حکم کے قیامت قائم نہ ہوگی۔ جو کچھ ہو چکا ہے ہم اس پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور جو کچھ آئندہ ہوگا ہم اس میں اس کی مدد چاہتے ہیں۔ ہم اس سے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اس سے ہدایت کے طلبگار ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اکیلے اللہ کے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، سرداروں کا سردار ہے، وہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر تسلط رکھتا ہے۔ سب پر غالب ہے، سب سے بڑا اور سب سے بلند ہے۔ قیامت کے دن کا حاکم اور ہمارے آباء و اجداد کا رب ہے۔

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ اس نے ان کو حق کے ساتھ حق کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوق پر شاہد بنا کر بھیجا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے رب کے پیغامات کو جیسا اس نے حکم دیا تھا پہنچا دیا، نہ تو زیادتی کی نہ کمی اور

اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جس میں نہ کوئی کمزوری دکھائی نہ سستی اور صبرو احتساب کے ساتھ اللہ کے بندوں میں اللہ کے لیے نصیحتیں فرماتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی اس حال میں کہ اللہ ان کے عمل سے راضی رہا، ان کی کوششوں کو اس نے قبول کیا اور ان کی مغفرت فرمائی۔

اے اللہ کے بندو! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور ان گزرتے ہوئے ایام کے اندر اللہ کی اطاعت میں جو بھی عمل حسب استطاعت تم سے ہو سکے اس کو غنیمت سمجھو اور اس دنیا کو ترک کر دو۔ اس لیے کہ اگر تم اس کو ترک نہ کرنا چاہو گے تو وہ خود تم کو ترک کر دے گی اور اگر تم اس کو جدید اور نئی بنانا چاہو گے تو وہ تمھیں پرانا اور بوڑھا بنا دے گی۔ تم لوگوں کی اور اس کی مثال ان سواروں جیسی ہے کہ وہ راستے پر چلے اور تقریباً انھوں نے راستہ طے کر لیا، اور ایک نشان کی طرف بڑھے اور تقریباً وہ وہاں تک پہنچ گئے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شے منزل کی طرف روانہ کر دی جاتی ہے اور وہ چلتے چلتے اپنی منزل تک پہنچ جاتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا ایک دن باقی ہے اور وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ اور سب سے حریص طالب دنیا جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں بالآخر دنیا کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ دنیاوی عزت و وقار کے حصول میں ایک دوسرے کا مقابلہ نہ کرو اور دنیا کی زمینوں اور نعمتوں کو دیکھ کر مبہوت نہ ہو جاؤ اور اس کی شدت اور سختیوں کو دیکھ کر واویلا نہ کرو۔ اس لیے کہ یہ دنیاوی عزت و وقار ختم ہونے والا ہے اور اس کی نعمتیں مائل بہ زوال ہیں اور اس کی شدت اور سختیاں ختم ہو جائیں گی اگر تم عقل رکھتے ہو تو کیا تم لوگوں کے لیے اپنے اسلاف کے آثار اور اپنے گزشتہ آباء و اجداد کی زندگیاں تمھاری عبرت کے قابل نہیں ہیں؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو لوگ گزر گئے وہ واپس نہیں آئے اور جو تم میں باقی بچے ہیں وہ بھی ٹھہرنے والے نہیں ہیں۔ اور اللہ کا ارشاد ہے کہ جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے ان پر قیامت کے دن ہمارے پاس لوٹ کر

نہ آنا حرام ہے[1]۔ نیز ہر ذی نفس کے لیے موت کا مزہ ہے اور تم لوگ بھرپور اپنا اجر وثواب پاؤ گے بس جو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا وہی کامیاب ہو گا اور دنیا کی زندگی تو ایک دھوکے کی چیز ہے[2]۔

کیا تم لوگ اہل دنیا کو نہیں دیکھتے کہ وہ صبح وشام مختلف حالات میں بسر کرتے ہیں۔ کسی کی میت پر رویا جا رہا ہے، کسی کو تعزیت ادا کی جا رہی ہے، کوئی زمین پر گر کر تڑپ رہا ہے، کوئی جاں کنی کے عالم میں ہے، کوئی دنیا کی طلب میں ہے اور موت اس کی طلب میں ہے، کوئی غفلت میں مبتلا ہے مگر اس سے غفلت نہیں برتی جاتی۔ اور یہ باقی رہنے والے لوگ بھی گزرتے ہوئے لوگوں کے نقش قدم پر جا رہے ہیں۔

حمد ہے اس کی جو تمام عالمین کا پروردگار ہے، جو عرش عظیم کا رب ہے اور جو اپنے سوا سب کو باقی رکھتا ہے اور فنا کرتا ہے۔ اسی کی طرف ساری مخلوق پلٹتی ہے اور اسی کی طرف ہر ایک کی بازگشت ہے۔

واضح ہو کہ یہ دن وہ دن ہے کہ جسے اللہ نے تم لوگوں کے لیے عید قرار دیا ہے۔ یہ تمھارے دنوں کا سردار ہے، تمھاری تمام عیدوں سے افضل ہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں تم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اس دن اس کے ذکر کے لیے سعی کرو۔ لہٰذا اس دن بڑی رغبت اور خلوص نیت سے کام لو اور اللہ کی بارگاہ میں خوب گڑگڑاؤ، دعائیں مانگو اور رحمت و مغفرت کے لیے درخواست کرو۔ اس لیے کہ آج اللہ ہر ایک کی دعا قبول فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا، اس کی عبادت سے انکار کرے گا اس کو جہنم میں داخل کر دے گا۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور جو لوگ ہماری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہوں گے اور جہنم میں داخل ہوں گے[3]۔

---

[1] سورہ انبیاء آیت ۹۵ [2] آل عمران آیت ۱۸۵ [3] سورہ مومن آیت ۶۰

وراس دن میں ایک ایسی مبارک ساعت بھی ہے کہ اس میں بندۂ مومن اللہ سے جو دعا
نگے گا پوری ہوگی اور جو کچھ طلب کرے گا اللہ اسے عطا کرے گا۔ اور نماز جمعہ ہر مومن پر
واجب ہے سوائے بچے، مریض، مجنوں، بہت بوڑھے، نابینا، مسافر، عورت، عبدِ مملوک
وراس شخص کے جو دو فرسخ کی دوری پر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمھارے پچھلے
گناہوں کو جو ہماری گزری عمر میں سرزد ہوئے ہیں معاف کرے اور ہم سب لوگوں کو اپنی
ئندہ زندگی میں گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے اور بہترین کلام اور بلیغ ترین وعظ
للہ کی کتاب ہے۔ بے شک اللہ ہی فتاح وعلیم ہے۔[1]

دوسرے خطبہ میں آپ نے فرمایا

ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے ہے۔ ہم لوگ اس کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد
ہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں
ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ ان پر اور ان کی آل پر درود وسلام ہو۔ پروردگار! اپنی
حمتیں نازل کر اپنے رسولؐ پر، ایسی رحمتیں کہ جو روز افزوں اور پاک وصاف ہوں، جن
سے تو ان کے درجات کو بلند کرے اور ان کے فضل وشرف کو ظاہر کرے اور رحم فرما
براہیمؑ وآل ابراہیمؑ پر، بے شک تیری ذات حمد کے قابل ہے۔

پروردگار! تو ان اہلِ کتاب کافروں کو عذاب میں مبتلا کر جو تیری راہ میں چلنے سے
گوں کو روکے ہوئے ہیں اور تیری آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور تیرے رسولوں کی
تکذیب کرتے ہیں۔ پروردگار! ان کے درمیان آپس میں پھوٹ ڈال دے، ان کے
لوں میں رعب بٹھادے اور ان پر اپنا عذاب، اپنی سزا اور اپنی طرف سے وہ جنگ مسلط
کر کہ جس کو یہ مجرم قوم رد نہ کرسکے۔

---

[1] ماخوذ از من لا یحضرہ الفقیہ ج۱ ص ۲۴۴

پروردگار! تمام مومنین و مومنات و مسلمین و مسلمات کے گناہوں کو عفو فرما، تقویٰ
ان کے لیے زادِ راہ بنادے، ایمان ان کے دلوں میں ڈال دے اور انھیں اس کی تو
دے کہ وہ شکر ادا کریں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے ان پر نازل کی ہیں اور وہ اس عہد کو
کریں جو تو نے ان سے لیا ہے۔

پروردگار! جو مومنین و مومنات اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کی مغ
فرما، نیز ان لوگوں کی بھی جو ان کے بعد ان سے ملحق ہوں گے۔ تو صاحب عزت و حکمت ہے
اس میں شک نہیں کہ اللہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے اور قرابت دا
کو کچھ نہ کچھ دینے کا حکم دیتا ہے اور ناشائستہ حرکتوں اور سرکشی کرنے سے منع کرتا ہے
تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔[1]

اگر تم لوگ اللہ کو یاد کرو گے تو وہ تم لوگوں کو یاد کرے گا اس لیے کہ وہ یاد کر
والوں کو یاد رکھتا ہے اور اللہ سے اس کی رحمت اور فضل و کرم کا سوال کرو۔ اس
کہ جو بھی دعا کرنے والا اس سے دعا کرتا ہے وہ اس کو مایوس نہیں کرتا۔

اے پالنے والے! ہمیں دنیا میں نصیحت دے اور آخرت میں ثواب دے ا
ہمیں دوزخ کی آگ سے دور رکھ۔[2]

عید الفطر کے لیے امیر المومنین کا خطبہ

حمد اس خدا کی کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا، اندھیرے اور اجا
بنائے مگر وہ لوگ جو کافر ہیں انھوں نے اپنے رب سے منھ موڑا۔ ہم لوگ اللہ کا کسی کو
شریک نہیں سمجھتے اور نہ اس کے سوا کسی کو اپنا سرپرست جانتے ہیں۔ وہ حکمت

---

[1] سورہ نحل آیت ۹۰ [2] سورہ بقرہ آیت ۲۰۱

ور خبر رکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ زمین کے اندر کیا ہے اور آسمان سے کیا چیز نازل ہوتی اور کیا اس کی طرف بلند ہوتی ہے۔ وہی رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

حمد اس خدا کی کہ جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے وہ بغیر اس کے علم کے گر نہیں سکتا۔ بیشک خدائے کریم لوگوں پر رحم و مہربانی کرنے والا ہے۔ اے اللہ! لوگوں پر رحم فرما اور اپنی بخشش عام کر، بے شک تو بزرگ و برتر ہے۔ اور حمد اس اللہ ہے کہ جس کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں، جس کی نعمت سے کوئی خالی نہیں، جس کی مہربانی سے کوئی ناامید، جس کے ایک حکم پر ساتوں آسمان قائم ہو گئے اور زمین گہوارہ بن کر ٹھہر گئی۔ پہاڑ ثابت قدم ہو گئے۔ بہار آ گئی، ہوائیں چلنے لگیں، فضا میں بادل تیرنے لگے۔ سمندر اپنی حدوں میں رہنے لگا۔ وہ ان سب کا اللہ اور ان سبھوں پر غالب ہے۔ بڑے برے عزت دار اس کے سامنے ذلیل اور بڑے بڑے متکبر اس کے سامنے حقیر، تمام عمل لرنے والے اپنے عمل کا حساب دینے کے لیے خوشی یا ناخوشی سے اس کے سامنے حاضر لوگ اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں جس کا وہ اہل ہے، جو دل میں چھپی باتوں، سمندر کی میں پوشیدہ چیزوں اور گم شدہ شے سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عمل کرنے والے کیا مل کر رہے ہیں، جانے والے کس راستے پر جا رہے ہیں اور کس طرف لوٹائے جائیں گے۔

ہم لوگ اللہ سے ہدایت چاہتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندے ور اس کی مخلوق کی طرف نبیؐ، اس کے رسولؐ اور اس کی وحی کے امین ہیں۔ انھوں نے نے رب کے پیغامات کو پہنچایا اور اس کے نہ ماننے والوں سے جہاد کیا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمھیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس کی عمت و رحمت کبھی ختم نہ ہوگی اور بندے اس سے کبھی مستغنی و بے نیاز نہیں ہو سکتے، س کی نعمتوں کا بدل اعمال نہیں ہو سکتے، جس نے تقویٰ کی طرف رغبت دلائی اور یا سے اجتناب کی ہدایت کی۔ وہ اپنی بقا کی وجہ سے صاحب عزت ہے۔ اس نے

موت اور فنا کے ذریعہ اپنی مخلوق کو اپنا تابعدار بنایا۔ موت جب آتی ہے تو ہر اہل حرص کو گرفتار کرلیتی ہے۔ ہر لذت کو منہدم کردیتی ہے، ہر نعمت کو زائل کردیتی ہے اور ہر خوشی کو ختم کردیتی ہے۔ اور یہ دنیا وہ چیز ہے کہ جس کے مقدر میں اللہ نے فنا اور یہاں کے رہنے والوں کی قسمت میں جلاوطنی لکھ دی ہے مگر اکثر لوگ اس کی بقا چاہتے ہیں اور اس کی بنیاد کو مستحکم سمجھتے ہیں۔ یہ دنیا (بظاہر) شیریں اور سرسبز و شاداب ہے، دیکھنے والوں کا دل لبھالیتی ہے اور ثروت مند لوگ محتاجوں کو عطا کرنے میں بخل کرتے ہیں مگر جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ پس اللہ تم پر رحم کرے۔ جو کچھ اعمال صالحہ تمھارے پاس ہیں انھیں لے کر یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو اور اس متاع قلیل سے بہت زیادہ حاصل کرنے کی سعی نہ کرو، اس میں کم سے کم پر راضی رہو اور دولت مندوں کے پاس جو دولت ہے اسے حقیر سمجھو اور اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھو کیونکہ لالچ بری شے ہے اور یہ دنیا اور اس کی دولت ایک دھوکا ہے۔ آگاہ ہو کہ دنیا رنگ بدلنے والی، پیٹھ پھیرنے والی، تمام ہونے والی اور کوچ کا اعلان کرنے والی ہے اور آخرت نے کوچ کی تیاری کرلی ہے۔ وہ آئے گی اور نمودار ہوگی اور وہ اپنی آمد کا اعلان کررہی ہے۔

آگاہ رہو! اپنی موت کے دن سے پہلے اپنے گناہوں سے وہی شخص توبہ کرے جو اپنے افلاس اور اپنے فقر کے دن سے پہلے اپنے لیے کچھ کام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اس گروہ میں قرار دے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اس سے رحم و ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

آج کے دن کو اللہ نے تم لوگوں کے لیے عید کا دن قرار دیا ہے اور تمھیں اس کا اہل بنایا ہے لہٰذا تم لوگ اللہ کو یاد کرو وہ تمھیں یاد کرے گا، اس سے دعا مانگو وہ قبول کرے گا، اپنا فطرہ ادا کرو، اس لیے کہ یہ تمھارے نبی کی سنت ہے اور تمھارے رب کی طرف

ایک واجب فریضہ ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص اپنی طرف سے اپنے سارے اہل وعیال کی طرف سے خواہ وہ مرد ہو یا عورتیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام ہر ایک کی طرف سے (فطرہ) ایک صاع گیہوں، ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجوریں ادا کرے۔

اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم نمازیں قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، حج کرو اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو۔ لوگوں کو برائی سے منع کرو اور نیکی کا حکم دو۔ اپنے بچوں، اپنی عورتوں اور اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اللہ کی اطاعت ان کاموں میں بھی کرو جس کے کرنے سے اللہ نے تم لوگوں کو منع کیا ہے، جیسے شوہر دار عورت پر زنا کا الزام، فواحش کا ارتکاب، شراب نوشی، ناپ تول میں کمی، ترازو میں نقص، جھوٹی گواہی اور جنگ سے فرار وغیرہ۔

اللہ تم لوگوں کو ان سب چیزوں سے محفوظ رکھے اور تقویٰ کے ساتھ آخرت کو بہتر بنانے کی توفیق عطا کرے۔ بہترین حدیث اور بلیغ ترین وعظ اللہ کی کتاب ہے۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک خطبہ میں فرمایا

اللہ کی حمد یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے۔ بے شک اللہ اکبر ہے، کبیر ہے۔ بڑائی والا اور عزت والا ہے، رحیم وکریم ہے اور گمراہوں کے علاوہ اس کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں ہوتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں۔ جس نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور کامیابی پر فائز ہوا، جس نے نافرمانی کی وہ گمراہی میں پڑ گیا اور سراسر گھاٹے میں رہا۔

اللہ کے بندو! میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، موت کو یاد رکھو اور دنیا سے اجتناب کرو۔ اس دنیا میں تمھاری راہ بھی وہی ہے جو گزشتہ لوگوں کی تھی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ ان لوگوں سے کٹ گئی، قضا کا اعلان کر دیا اور جان پہچان سے انجان بن گئی۔

پس اللہ کے بندو! تم لوگ اس گھر سے کوچ کے لیے متفق ہو جاؤ جس کے مقدر میں زوال ہے۔ تم لوگوں پر آرزوؤں کا غلبہ نہ ہونا چاہیے، لمبی لمبی امیدیں نہ ہونی چاہئیں اور اس دنیا میں تمناؤں کے دھوکے میں نہ رہنا چاہیے۔ اللہ کی عبادت زندگی بھر کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو عظیم نعمتیں دی ہیں اور ایمان کی طرف جو تمھاری ہدایت کی ہے اس کے لیے اپنی کوششیں باقی رکھو اور جب تک یہ دنیا قائم رہے اس وقت تک اعمال صالحہ بجالاتے رہو۔ یہ خدا کی مہربانی ہے جو تم پر رحم کیا جارہا ہے۔ یہ اس کی رہنمائی ہے جو تم ہدایت پار ہے ہو اور انھیں کی وجہ سے تم لوگ جنت میں پہنچو گے۔ خداوند عالم تم لوگوں کو توبہ کرنے والوں میں قرار دے۔

آج کا دن وہ ہے جس کی حرمت عظیم ہے اور اس کی برکت کی امید کی جاتی ہے۔ لہذا اس میں اللہ کا ذکر زیادہ کرو، اس سے طلب مغفرت کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جو شخص تم میں سے بکری کے بچے کی قربانی کرے تو وہ کافی نہیں ہے ہاں بھیڑ کے بچے کی قربانی کافی ہے اور قربانی کے جانور کا درست اور ٹھیک ہونا یہ ہے کہ اس کی آنکھ، کان کو دیکھ لیا جائے اور اگر آنکھ کان سلامت ہیں تو قربانی کا جانور ٹھیک ہے اور اگر اس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہے یا وہ لنگڑا کر چلتا ہے تو اس پر قربانی درست نہیں ہے۔ اور جب تم لوگ قربانی کے جانور کو ذبح کرو تو اس کا گوشت کھاؤ، کھلاؤ اور ایک دوسرے کو ہدیہ کرو اللہ کا شکر ادا کرو اور نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، عبادت کرو اور شہادات (گواہیاں) قائم کرو، جہاد، حج اور روزہ کا ثواب کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ان کا ترک کرنا ایسا وبال ہے جو کبھی نہ مٹے گا اور لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔ ظالم کو ڈراؤ اور مظلوم کی مدد کرو، لوگوں کی دستگیری کرو اور عورتوں و غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور سچ بولو۔ بے شک متقیوں کے لیے سب سے فصیح و بلیغ موعظہ کتاب الٰہی ہے۔

باب دوم

حضرت غفرانمآب علیہ الرحمہ کا اجمالی تعارف

حکومت اودھ میں نظام امامیہ کے داعی اور برصغیر کے مجدد اعظم مولانا سید دلدار علی نقوی غفرانمآب علیہ الرحمہ کی ولادت "شب جمعہ" ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۳ء ضلع رائے بریلی (اتر پردیش) کے قصبہ نصیر آباد کے ایک معزز، باوقار اور زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ شب ولادت آپ کے والد سید محمد معین ابن عبدالہادی النقوی کے گھر میں ایک نور چمکتے دیکھا گیا تھا۔[1]

حضرت غفرانمآبؒ نے ہوش سنبھالا تو گھریلو تعلیم و تربیت کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کی طرح وہ بھی زراعت و کاشت کاری سے وابستہ ہوئے اور ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔

آغاز جوانی میں ایک دن آپ اپنے مویشی لیے اپنے کھیتوں میں مصروف کار تھے کہ ناگاہ کانوں سے یہ آواز ٹکرائی "دلدار علی! اپنی تعلیم جاری رکھو۔"

مطلع انوار کے حوالے سے محترم چودھری سبط محمد صاحب نقوی اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں رقم طراز ہیں:

"غیب کا اشارہ ملتے ہی طبیعت نے شوق اور دل نے عزیمت کی انگڑائی لی اور متوسطات پڑھنے رائے بریلی اور الہ آباد گئے۔ رائے بریلی میں مولوی باب اللہ

---

[1] و [2] مطلع انوار ص ۲۲۰

اور الٰہ آباد میں سید غلام علی دکنی سے، نیز لکھنؤ کے قریب سندیلہ میں مولوی حیدر علی ابن ملا حمداللہ سے منقولات و معقولات کا درس مکمل کیا۔ شاید یہی وہ زمانہ تھا کہ ایک غیر مسلم دوکان دار سے رات کو دوکان کی حفاظت کی شرط پر اس کے چراغ کی روشنی میں پڑھنے اور اس کی دوکان کے باہر سونے کی اجازت لی اور یہ دورِ صبر و محنت سے گزار کر مختلف علوم سے بہرہ ور ہوئے۔" لہ

مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مولانا سید دلدار علی ذہانت و ذکاوت میں اس درجہ پر فائز تھے کہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں بعض اوقات استاد کے الجھے ہوئے مطلب کو اس طرح سلجھا دیتے تھے کہ وہ دوسرے طالب علموں کے ذہن میں اچھی طرح اتر جاتا تھا۔" [۲]

شاہ جہاں پور میں ملا عبدالعلی سے ایک مسجد میں ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ملا حمداللہ کی شرح مسلم پر کچھ اعتراضات کیے تھے، مولانا سید دلدار علی سے مباحثہ ہوا۔ آپ نے ناقابلِ تردید دلیلیں پیش کر کے جب اعتراضات کو رد کیا تو ملا عبدالعلی ششدر و حیران رہ گئے۔

دہلی کی جامع مسجد میں ملا حسن سے ملاقات ہوئی اور مسئلہ اجزاء و نثر کی تفصیلی بحث میں انھیں قائل کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب نواب آصف الدولہ بہادر فیض آباد سے منتقل ہو کر لکھنؤ کو اپنی راجدھانی قرار دے چکے تھے اور اہلِ علم، اہلِ کمال، اربابِ نشاط نیز فنونِ لطیفہ کے ماہرین ملک کے گوشہ گوشہ سے سمٹ کر تاجدارِ اودھ کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔ دولت اور مطلق العنانی کا دور دورہ تھا، مسلم معاشرہ مادیت کا شکار تھا اور مسلمانوں کی اکثریت،

لہ مقالہ بعنوان "اودھ کے چند ممتاز علماء" از سبط محمد نقوی، مطبوعہ ماہنامہ "نیا دور" اودھ نمبر، لکھنؤ۔ بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۹۳ء شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲ ص ۵۶ [۲] مطلع انوار ص ۲۲۰

احمد کبیر کی گائے، شیخ سدّو کے بکرے، ہٹیلے بابا کے مرغ، گرج بی بی کے روٹ، میاں جلال کے کونڈے، مدار صاحب کی انکھیاں اور اسی طرح کی دیگر مذموم و فرسودہ رسموں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ بھنگ نوشی کا رواج عام تھا۔ گیروے لباسوں میں ملبوس صوفیوں کی ٹولیاں "یاحق" کی صدا کو واحد عبادت تصور کرتے ہوئے نماز و روزہ سے بیگانہ و بے نیاز تھیں اور ان کا یہ عقیدہ ان کی "حلول و تحلیل" کی منھ بولتی تصویر پر خاموش گواہ تھا۔ اس مضحکہ خیز ماحول میں ایک ایسے عالم کی ضرورت تھی جو اپنے علم کی تلوار سے ان مراسم کے خلاف اقدام جہاد کرے اور مسلمانوں کے بھٹکے ہوئے ذہنوں کو حق پرستی کی طرف موڑ دے۔

حضرت غفرانمآب کی علمی صلاحیتوں کا چرچا اہل دانش کی زبانوں پر آچکا تھا جو رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ بہادر کے وزیر نواب حسن رضا خاں صاحب سرفراز الدولہ کے گوش گزار ہوا۔ موصوف کی علم پرستی نے حضرت غفرانمآب کو شرف تقرب بخشا اور عراق و حجاز میں جاکر "تحصیل علم" کی خواہش کا اظہار کیا۔

مولانا سید دلدار علی کا دلی مقصد بھی یہی تھا چنانچہ تیار ہو گئے اور حکومت اودھ کے تعاون سے اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ عراق میں فقہ و اصول کی تعلیم شروع ہوئی اور یہ سلسلہ اس زمانے کے جلیل القدر علماء آقائی سید علی (صاحب ریاض المسائل) آقائی سید مہدی موسوی شہرستانی، آقائی سید مہدی طباطبائی اور آقائی سید باقر بہبہانی علیہم الرحمہ وغیرہ کے درس خارج میں شرکت کے ساتھ کئی سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد آپ نے مشہد مقدس کے اکابر علماء سے بھی استفادہ کیا اور ایک عظیم مرجع، مجتہد اور عالم بن کر اسناد کے ساتھ ۱۱۹۴ھ یا ۱۱۹۵ھ میں وطن واپس آئے اور کار تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

۱۲۰۰ھ میں تاجدار اودھ نواب آصف الدولہ بہادر کی خواہش اور سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی استدعا پر لکھنؤ تشریف لائے اور حکومت کی مرضی پر شہر کے قدیم علاقہ فرنگی محل سے متصل اقامت پذیر ہوئے جو اب جوہری محلہ کے نام سے مشہور ہے۔

بندوبست اول کے کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت کی طرف سے جو زمین آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کی گئی تھی اس کا رقبہ کیننگ اسٹریٹ تک پھیلا ہوا تھا وراسی پر وہ امام باڑہ تعمیر ہوا جو آج "حسینیہ غفرانمآب" کے نام سے موسوم ہے۔

مولانا سید دلدار علی لکھنؤ آنے کے بعد یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے کہ شہر پر صوفیت اور اخباریت کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اور مسلمان حق پرستی کے راستوں سے بھٹکا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کے خاتمے کا تہیہ کیا اور تبلیغی واصولی جد وجہد کے ذریعہ مادیت واخباریت کے قلعوں کو نہ صرف مسمار کیا بلکہ ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسی کے ساتھ وہ قبیح رسمیں بھی فنا کے گھاٹ اتر گئیں جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔

غفرانمآب علیہ الرحمہ ہندوستان کی آخری خود مختار حکومت کے ابتدائی دور میں آفتاب بن کر ابھرے اور ان کے علمی انوار سے تاریخ منور ہوگئی۔ آپ ملک کے پہلے مجتہد ہیں جو علوم واجتہاد کے لیے عراق وغیرہ گئے اور وہاں سے واپسی پر اس فیض کو "زبان وقلم" اور "درس وکردار" سے عام کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کا شمار ان چند خوش نصیب علماء میں ہے جنھوں نے شب قدر کی مبارک ساعت میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر یہ دعا مانگی کہ ان کی اولاد میں دینی علوم سے وابستہ رہیں۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور تقریباً دوسو برس سے یہ سلسلہ آپ کے خاندان میں جاری ہے۔

آپ کے دیگر دینی وعلمی کارناموں کی طرح تصانیف وتلامذہ کی فہرست بھی کافی طویل ہے جسے زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی نے آپ کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب "حضرت غفرانمآب" میں نقل کیا ہے۔

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۵ھ کو آپ نے وصیت نامہ کے ذریعہ اپنے بڑے بیٹے سلطان العلماء سید محمد (رضوان مآب) کو اپنا جانشیں اور قائم مقام مقرر کیا اور ۱۸ رجب

کا دن گزار کر انیسویں شب کو اس جہانِ فانی سے سفرِ آخرت اختیار کیا۔
اولادِ ذکور میں ذیلی صراحت کے مطابق آپ نے پانچ بیٹے چھوڑے جو سب کے سب مجتہد ہوئے۔

(۱) سلطان العلماء سید محمد (رضوان مآب) خلف اکبر و قائم مقام غفرانمآبؒ۔

(۲) سید المفسرین سید علی صاحب مفسر قرآن، جنھوں نے مسجد تحسین علی خاں کو غیروں کے تسلط سے واگزار کیا اور عمر کا بیشتر حصہ جوار سید الشہداء میں بسر کر کے ۱۲۵۹ھ میں انتقال فرمایا۔

(۳) سید حسن صاحب۔ منجملہ دیگر تصانیف علم تجوید پر آپ کا وہ جامع رسالہ ہے جس نے ہندوستان میں فن قرأت کی بنیاد قائم کی۔

(۴) سید مہدی صاحب۔ جو زہد و ورع اور تحقیق و تدقیق میں بے عدیل تھے۔ ان کی رحلت حضرت غفرانمآب کے سامنے ہی ۱۲۳۱ھ میں ہوئی۔

(۵) سید العلماء سید حسین صاحب (علیین مکان) جنھوں نے سلطان العلماء کے سامنے مرجعیت حاصل کی اور غفرانمآب کے پائیں پا دفن ہوئے۔

یہ پانچوں بیٹے زوجۂ اولیٰ سے تھے۔ ایک بیٹی تقیہ بیگم ایک دوسری خاتون کے بطن سے تھیں جن کی شادی وطن مالوف میں ہوئی۔

ہندوستان میں ملت جعفریہ کی پہلی نماز جماعت و جمعہ

لکھنؤ اور شاہانِ اودھ کے بارے میں جو تاریخی کتابیں مرتب ہوئی ہیں ان سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ گنگا جمنی تہذیب کے حامل اس مرکزی شہر میں برادرانِ اہلِ سنت کی جو نماز جماعت ہوتی تھی اس میں کچھ شیعہ فرقے کے لوگ بھی شریک ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت غفرانمآب علیہ الرحمہ کی عراق وایران سے واپسی اور لکھنؤ میں اقامت کے بعد شیعہ فرقہ میں اپنا تشخص نمایاں کرنے کا جذبہ پروان چڑھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے میں مشترکہ جمعہ وجماعت میں اس فرقہ کی شرکت میں بھی سستی پیدا ہوگئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایک صوفی مسلک کے عالم شیخ علی اکبر مودودی نے (جو نواب بہو بیگم صاحبہ کی سرکار سے متعلق تھے اور اثر رکھتے تھے) یہ مشورہ دیا کہ شیعوں کو اپنی جماعت وجمعہ الگ کرلینا چاہیے یہ مسئلہ ابھی زیر غور ہی تھا کہ اسی اثنا میں ملا محمد علی نے نماز جماعت کی فضیلت میں ایک رسالہ لکھ کر نواب آصف الدولہ کے حضور پیش کیا جسے دیکھنے کے بعد بادشاہ نے سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ وہ نماز جماعت کا قیام عمل میں لائیں۔

سرفراز الدولہ تو غفرانمآب کے شیدا تھے ہی، انھوں نے فوری طور پر انھیں مدعو کیا اور اسی دن ۱۳ رجب ۱۲۰۰ھ (۱۲ مئی ۱۷۸۶ء) کو ان کے محل کی مسجد میں شیعوں کی پہلی نماز جماعت قائم ہوئی۔ اس کے دو ہفتہ بعد اسی مسجد میں ۲۷ رجب ۱۲۰۰ھ (۲۶ مئی ۱۷۸۶ء) کو حضرت غفرانمآب کے ہی اقتدا میں ملت جعفریہ کی پہلی نماز جمعہ ہوئی[1] اس نماز کے بارے میں غلام علی خاں تاریخ عمادۃ السعادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بانی جمعہ وجماعت در اثنا عشریان در لکھنؤ او بودہ است۔ در ہیچ شہرے از شہرہائے ہندوستان نماز جمعہ وجماعت در مذہب امامیہ رائج نہ بود کہ در ایران و بلاد عرب نماز جماعت در اثنا عشریان گذارہ می شود"[2]

ترجمہ: "لکھنؤ کے مذہب اثنا عشری میں نماز جمعہ کے بانی علامہ دلدار علی تھے"

---

[1] مطلع انوار ص ۲۲۳ [2] تاریخ عمادۃ السعادت ص ۱۳۰، مطبع نول کشور ۱۸۹۷ء

اس سے پہلے ہندوستان کے کسی شہر میں مذہب امامیہ کی جماعت اور جمعہ نہیں ہوا تھا بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کے یہاں عرب و عجم میں بھی جماعت نہیں ہوئی تھی۔"

نجم الغنی اور دیگر تاریخ نگاروں نے بھی اس اولیت کا تذکرہ کرتے ہوئے نماز جمعہ و جماعت میں مرزا جواں بخت شاہزادہ دہلی کی شرکت کا مزید اضافہ کیا ہے[1] اور عبدالحلیم شرر نے بھی اس اولیت کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ علامہ دلدار علی ہی لکھنؤ کے پہلے مجتہد ہیں[2] اس کے علاوہ غفرانمآب علیہ الرحمہ کے ولولہ انگیز مواعظ اور عالمانہ تقریروں سے نواب آصف الدولہ کا حلقہ بگوش ہونے نیز ان کے توبہ کی حکایت کو بھی مورخین نے قلم بند کیا ہے[3]

غرض کہ ہندوستان میں لکھنؤ کو یہ اولیت و شرف حاصل ہے کہ شیعہ فرقہ کی پہلی نماز جماعت و جمعہ کا قیام اسی کی سرزمین پر عمل میں آیا اور کس قدر محترم و حق پرست تھی سرفراز الدولہ کی ذات گرامی کہ جمعہ و جماعت کی نمازیں قیامت تک کے لیے مرحوم کی کوششوں کا ثمرہ بن گئیں۔

اس ضمن میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کا محل آصفی امام باڑے کے مغربی جانب اس قطعہ آراضی پر واقع تھا جو اب کمپنی باغ کہلاتا ہے۔ اسی محل میں ایک خوبصورت مسجد اور امام باڑہ بھی تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں جب آصفی امام باڑے کو فوجی چھاونی قرار دیا اور اس کے چاروں طرف پانچ سو گز تک تمام مکانات منہدم کیے گئے تو محل کی مسماری کے ساتھ مسجد و امام باڑہ بھی شہید ہوا اور وقت کی بدلتی ہوئی تصویر کے ساتھ اس کے آثار و نشانات بھی زمین دوز ہو گئے۔

---

[1] تاریخ اودھ [2] گذشتہ لکھنؤ ص ۱۰۲ [3] انتصار الاسلام ج ۳ و "غفرانمآب" زبدۃ العلماء آغا مہدی صاحب ص ۱۴ و تاریخ علماء وغیرہ۔

آج اس جگہ "عارف کامپلیکس" کے نام سے ایک بلند قامت عمارت تعمیر ہے جو ساکت وجامد ہونے کے باوجود اس مقام کی کہنہ وپارینہ داستان کو دہرا رہی ہے۔

لیکن اس حقیقت کے باوجود مسجد سرفراز الدولہ کے جائے وقوع میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنا پر ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ مسجد گول دروازہ چوک کے آس پاس تھی اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ آصفی امام باڑے کے سامنے ٹیلہ شاہ پیر محمد کے عقب میں نوبت خانہ سے متصل واقع تھی۔

آصفی مسجد میں نماز جمعہ

فیض آباد سے منتقلی کے بعد نواب آصف الدولہ بہادر نے لکھنؤ میں استحکام حکومت کی کوششوں کے ساتھ ساتھ عماراتی تعمیر سے متعلق جو اقدام کیے اس کا پہلا اور مستحسن نتیجہ مسجد آصفی ہے جو ۱۲۰۱ھ میں بن کر تیار ہوئی[1]

اس مسجد کا نقشہ حافظ کفایت اللہ (ایرانی) شاہ جہاں پوری نے تیار کیا تھا جنھوں نے بعد میں "بڑے امام باڑے" کا نقشہ بھی بنایا اور اس شہرہ آفاق و عظیم ترین عمارت کا "سنگ بنیاد" ۱۲۰۳ھ میں رکھا گیا۔ یہ مادہ تاریخ "آستان شہید ابن شہید" سے برآمد ہوتا ہے جو ایک پتھر پر کندہ کرا کے امام باڑہ میں لگایا گیا تھا۔ بہت سے مورخین غلط فہمی کی بنا پر سنگ بنیاد کی اس تحریر کو سن تعمیر قرار دیتے ہیں جو میرے نزدیک درست نہیں ہے۔

علامہ سید آغا مہدی صاحب "تاریخ لکھنؤ" میں لکھتے ہیں کہ:

"مسجد کو امام باڑہ کے ساتھ اس خوبصورتی سے ملایا گیا ہے کہ آج کل کے انجینیر بھی اس سے بہتر صورت اختیار نہیں کر سکتے۔"[2]

---

[1] سرگزشت اودھ از ممتاز علی ص ۱۰۴، مطبع نول کشور ۱۲۹۶ھ (فارسی)، [2] تاریخ لکھنؤ ص ۳۳۵

امام باڑے کی تعمیر کے زمانے میں نواب آصف الدولہ نے عقیدتاً جو نظم کہی تھی اور جو ان کے کلیات[1] میں موجود ہے، اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مسجد پہلے تعمیر ہوئی ہے اور امام باڑہ بعد میں بنا ہے۔ نظم کے دو بند ملاحظہ ہوں

مسجد کا گرچہ سب سے بڑا احترام ہے　　لیکن امام باڑہ بھی عالی مقام ہے
وہ آستانِ حق، یہ مکانِ امام ہے　　بندے جو ہیں سو رات دن ان کا یہ کام ہے
سجدہ اگر اُدھر، تو اِدھر بھی سلام ہے

دونوں مکانِ عرش سے رکھتے ہیں ہمسری　　جنت میں، قصرِ جنت اعلیٰ سے برتری
اوج بیاں ہے ان کی صفت سے بہت بڑی　　کہتے ہیں دیکھ حور و ملک، آدم و پری
سجدہ اگر اُدھر، تو اِدھر بھی سلام ہے

مسجد آصفی لمبائی اور چوڑائی کے لحاظ سے محمد علی شاہ کی جامع مسجد (واقع احاطہ مرزا علی خاں لکھنؤ) کے بعد شہر کی سب سے بڑی مسجد ہے اور امام باڑے کے صحن سے اس مسجد کے فرش تک پہنچنے کے لیے اٹھائیس خوشنما و خوبصورت سیڑھیاں ہیں نیز آخری زینہ کے بعد ایک کنواں ہے جو آصف الدولہ کی وفات کے بعد کسی دیگر شخص نے بنوایا تھا[2]

سرفراز الدولہ کی مسجد کے بعد آصف الدولہ کے حکم اور خواہش پر نمازِ جمعہ و عیدین اسی آصفی مسجد میں منتقل ہوئی اور حضرت غفرانمآب کے بعد ان کے خلف اکبر سلطان العلماء سید محمد صاحب رضوان مآب امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جیسا کہ مورخ تصدق حسین اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"اہل تشیع جمعہ و جماعت مسجد آصف الدولہ میں ادا کرتے تھے اور

---

[1] کلیات آصف الدولہ سالار جنگ میوزیم حیدرآباد میں موجود ہے۔ [2] تاریخ لکھنؤ ص ۲۲۳

سلطان العلماء سید محمد امامت فرماتے تھے۔ محمد علی شاہ کی بیگم ملکہ جہاں نے جب
ان کی نامکمل جامع مسجد کو مکمل کرایا تو یہ نمازیں اسی نو تعمیر مسجد میں ہونے لگیں۔
سلطان العلماء یہاں بھی امامت فرماتے تھے اور یہ سلسلہ بدستور ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ
غدر تک جاری رہا۔[1]

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ غدر کے دوران ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے آصف الدولہ کی مسجد اور امام باڑے کو فوجی چھاؤنی اور ٹیلے والی مسجد کو فوجی اسپتال کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان عبادت گاہوں کا تقدس پامال ہو رہا تھا اور کوئی فریاد رس نہ تھا۔ جب حضرت غفرانمآب کے پرپوتے سید العلماء السید حسین (علیین مکاں) کے پوتے اور ممتاز العلماء سید محمد تقی جنت مآب کے بیٹے شمس العلماء سید محمد ابراہیم (فردوس مکاں) کو روحانی اقتدار حاصل ہوا اور انھوں نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے اثرات ورسوخ کو بروئے کار لاکر آصفی مسجد، امام باڑہ اور ٹیلے والی مسجد کو برطانوی حکومت کے پنجۂ استبداد سے ۲۰ رجون ۱۸۸۳ء کو آزاد کرا لیا۔ واگزاری کے بعد ٹیلے والی مسجد اہل سنت حضرات کے سپرد کر دی گئی اور مسجد آصفی میں جمعہ وعیدین کی نمازیں پھر شروع ہوئیں جو آج تک جاری ہیں۔[2]

شمس العلماء کے مختصر حالات

شمس العلماء سید محمد ابراہیم بن ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب خانوادۂ غفرانمآب کی ایک مقتدر، نامور اور برگزیدہ شخصیت تھے۔ آپ ۱۰ رجمادی الثانیہ ۱۲۵۹ھ مطابق ۹ جولائی ۱۸۴۳ء کو لکھنؤ کی سرزمین پر متولد ہوئے۔ حکومت اودھ نے اسی دن سے تیس

---

[1] ماہنامہ الواعظ جلد نمبر ۲۸ ماہ جولائی ۱۹۳۶ء ص ۳۰ [2] تاریخ لکھنؤ، آغا مہدی ص ۳۰۸

روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ پانچویں سال بسم اللہ ہوئی اور ابتدائی تعلیم کے بعد مولوی کمال الدین سے معقولات اور اپنے والد بزرگوار سے منقولات کی تکمیل کی۔

آپ بچپن ہی سے بڑے ذہین تھے۔ سولہ برس کی عمر میں منزلِ کمال تک پہنچے اور درس و تدریس نیز تقریر و تحریر میں دل چسپی لینے لگے۔ آپ ایک حق گو، متقی، منکسر المزاج، رحم دل، ذی فہم، مدبر اور باعمل عالم تھے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی و بہبودی اور ۱۸۵۷ء کے بعد بدلتے ہوئے ماحول میں اسلامی زعامت کے فرائض کی انجام دہی میں بڑی دلیری اور ہمت سے کام لیا۔ ۱۸۸۹ء کے مقدمہ "بلا فصل" میں آپ کا بیان بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس نے مقدمہ کا رخ بدل دیا اور ایسا فیصلہ ہوا کہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لیے دفن ہوگیا۔

۲۰ رجون ۱۸۸۴ء کو آپ ہی کی کوششوں کے نتیجہ میں آصف الدولہ کا امام باڑہ انگریزی فوجوں سے خالی ہوا اور اسی کے ساتھ ٹیلے والی مسجد جسے انگریزوں نے دواخانہ بنا رکھا تھا، واگزار ہوئی۔

۱۲۸۹ھ میں حج بیت اللہ سے اور ۱۲۹۱ھ میں عتبات عالیات کی زیارات سے مشرف ہوئے اور ۱۲۹۸ھ میں زیارتوں کے لیے دوبارہ تشریف لے گئے اور شیخ زین العابدین مازندرانی، سید ابو القاسم طباطبائی، الشیخ حسن بن اسد اللہ کاظمینی وغیرہ سے اجازات حاصل کیے۔ اور تیسری مرتبہ ۱۳۰۵ھ میں زیارات سے مشرف ہوئے۔

اڑتالیس برس کی عمر میں آپ نے ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۲ رجنوری ۱۸۹۰ء کو دنیا سے رحلت اختیار کی اور اپنے والد ممتاز العلماء کے امام باڑے میں ان کے پائین پا دفن ہوئے۔

آپ کی تصانیف عربی و فارسی زبانوں میں ایک درجن سے زیادہ ہیں۔ نیز آپ نے جو شاگرد چھوڑے ان میں مولانا علی جواد صاحب بنارسی مجتہد، قاری سید عباس حسین،

مرزا محمد ہادی رسوا، مولانا امجد حسین الہ آبادی، محقق ہندی محمد حسین، قاری یعقوب علی خاں، مولوی حکیم سید احمد حسین زیدی اور طبیب حاذق مرزا محمد تقی صاحبان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جمعہ مسجد

فرقۂ امامیہ کی یہ مسجد اپنی لمبائی چوڑائی اور وسعت کے لحاظ سے اتر پردیش کی سب سے بڑی مسجد ہے جو شہر لکھنؤ کے محلہ تحسین گنج میں واقع ہے۔ اس عظیم الشان مسجد کو محمد علی شاہ سلطان اودھ نے اپنے آخری عہد حکومت میں بنوانا شروع کیا تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور تکمیل سے پہلے وہ اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی بیگم نواب ملکہ جہاں نے شوہر کی اس یادگار کو مکمل کیا۔ انگریزوں کے زمانۂ حکومت میں اس کی چہار دیواری منہدم ہو گئی اور صدر پھاٹک کا وجود باقی نہ رہا۔

یہ مسجد ایک بلند قامت عمارت ہے اور متعدد زینوں کے بعد جہاں سے لق ودق صحن شروع ہوتا ہے اس کے دونوں طرف پہلو میں دو لمبے حوض ہیں جو وضو کے لیے بنائے گئے ہیں۔ صحن سے گزر کر درمیانی محراب کے دونوں طرف پانچ پانچ در ہیں جن کے اوپر دوسری منزل میں بھی در بنا کر اس کی منڈیروں پر گرزیاں اور کلسیاں بنائی گئی ہیں۔ مسجد کے در و دیوار پر ابھرے ہوئے نقش و نگار اور آیات قرآنی انتہائی خوبصورت، دیدہ زیب اور فن کتابت و نقاشی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اس کے گنبدوں میں سنہری کلسیاں اور چاند ستارے بنے ہوئے ہیں۔

اس مسجد میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ پیش امام کے سجادہ کی جگہ تقریباً چھ انچ گہری ہے اور یہ اس لیے ہے کہ مسلک امامیہ کے آئین کے مطابق امام کو ماموم سے بلند نہیں ہونا چاہیے۔

زبدۃ العلماء سید آغا مہدی صاحب "تاریخ سلطان العلماء" میں رقم طراز ہیں کہ:

"نماز جمعہ سید العلماء (سید حسین) پڑھاتے تھے اور جب مصالح مقتضی ہوتے تو قبلہ وکعبہ خود تشریف لے جاتے، انتقالِ سید العلماء کے بعد جمعہ کی نماز مسجد جامع واقع احاطہ مرزا علی خاں میں زیر اقتدار سلطان العلماء (سید محمد رضوان مآب) ہوتی رہی، اس مقام پر تصدق حسین بی اے، ایل ایل بی اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ بعد غدر ممتاز العلماء (سید محمد تقی جنت مآب) نے بعض خاندانی مصلحتوں کو مدنظر رکھ کر اپنے مکان واقع پشت مسجد تحسین علی خاں میں جامع مسجد کے وقت سے قبل نماز جمعہ پڑھا دی۔ چونکہ شیعی نقطہ نظر سے ایک شہر میں (جمعہ کی) دو نمازیں نہیں ہو سکتیں اس بنا پر سلطان العلماء نے جامع مسجد کی نماز جمعہ ملتوی کر دی اور ممتاز العلماء جمعہ وعیدین کی نمازیں مسجد تحسین میں پڑھاتے رہے"[۱]

عہد شاہی کے بعد ملاذ العلماء سید ابو الحسن عرف بچھن صاحب مجتہد اس مسجد میں موروثی حیثیت سے نماز (جماعت) پڑھاتے تھے جن کا انتقال ۷ر صفر ۱۳۰۹ھ میں ہوا۔[۲]

اب اس مسجد سے متصل افتادہ زمین پر حکومت اتر پردیش سے منظوری کے بعد مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ کی مستحسن کوششوں کی بدولت "یونٹی کالج" قائم ہے، جو تعلیمی معیار کے لحاظ سے ایک اچھا کالج ہے اور قوم کے بچے اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

مسجد تحسین علی خاں

تحسین علی خاں عہد شجاع الدولہ کے خواجہ سراؤں میں قوم کے کھتری تھے اور

---

[۱] تاریخ سلطان العلماء ص ۵،۵ [۲] تاریخ لکھنؤ سید آغا مہدی ص ۲۳۰

مسلمان ہونے سے پہلے ان کا نام بھولا ناتھ تھا۔ نواب کی وفات کے بعد وہ ان کی صاحبزادیوں پر ناظر مقرر ہوئے[1] آصف الدولہ کے زمانۂ حکومت میں لکھنؤ آئے اور بادشاہ کی طرف سے نظارت خانسامانی کا کام ان کے سپرد ہوا۔ اس کے بعد توشہ خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے۔

تحسین علی خاں کے مزاج میں غرباء پروری اور دل میں خدمت خلق کا جذبہ بدرجہ اتم تھا۔ چنانچہ انھوں نے چوک کی بڑھتی ہوئی آبادی اور منڈی کی روز افزوں ترقی کو نظر میں رکھتے ہوئے سب سے پہلے ایک سرائے بنوائی۔ اس کے بعد ایک وسیع آراضی خرید کر اس پر مسافروں کے ٹھہرنے کے لیے مسافر خانہ بنوایا۔ سایہ دار درخت لگوائے اور پانی کے لیے ایک کنواں تیار کرایا جو آج بھی موجود ہے[2]

چوک کی مرکزیت اور گھنی آبادی کو دیکھتے ہوئے یہاں ایک بڑی مسجد کی ضرورت تھی جسے تحسین علی خاں نے محسوس کیا اور ان کے اس احساس کی بدولت اکبری دروازہ کے شمالی جانب ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر عمل میں آئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں وہ مصالحہ صرف ہوا جو سادات و شرفاء بڑے امام باڑہ کی تعمیر میں رات بھر اپنے ہاتھوں سے صرف کیا کرتے تھے۔

تحسین علی خاں نے دوران تعمیر مسجد کو نمایاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ درمیان میں مسجد، اردگرد دوکانیں اور دوہری کوٹھریاں، بالائی حصہ میں مغربی جانب ہوادار حجرے اور دالان اور دونوں کونوں پر دو خوبصورت برجیاں جن کی کھڑکیاں سرائے کی طرف کھلتی تھیں۔

بانی نے اس مسجد کے زیریں حصہ میں ۵۲ دوکانیں بھی بنوائی تھیں جن کا کرایہ ان کی وصیت کے مطابق مسافروں، محتاجوں اور دیگر امور خیر پر خرچ کیا جاتا تھا۔

---

[1] تاریخ اودھ ج ۲ ص ۳۱ [2] تاریخ لکھنؤ، سید آغا مہدی ص ۷۲

چوک کی سڑک کی طرف دوکانیں اس مسجد کے متولی شمس العلماء سید محمد ابراہیم کی تعمیر کردہ ہیں۔ انھوں نے ان دوکانوں کو اپنی جیب خاص سے بنوایا تھا اور ان کا کرایہ بھی کار خیر میں صرف ہوتا تھا۔

یہ عظیم الشان مسجد ۱۲۴۵ھ میں بن کر تیار ہوئی۔ مادہ تاریخ "مسجد تحسین علیست" سے برآمد ہوتا ہے جو ایک قطعہ کی صورت میں سنگ مرمر پر کندہ محراب کے بالائی حصہ میں لگایا گیا ہے۔

اس کے پہلے متولی ممتاز العلماء سید محمد تقی (جنت مآب) تھے۔ ان کی رحلت کے بعد ۱۲۸۹ھ میں ان کے بیٹے شمس العلماء سید محمد ابراہیم متولی ہوئے اور انھوں نے اس مسجد کو غیر معمولی فروغ دیا۔ ان کے بعد ۱۳۰۷ھ میں ان کے خلف اکبر مولانا سید محمد تقی صاحب قبلہ نے بحیثیت متولی شاندار خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد یہ مسجد عدالتی بورڈ کے زیر انتظام آگئی۔

امامت وجماعت : فرقۂ امامیہ کے مجتہد اول مولانا سید دلدار علی غفرانمآب علیہ الرحمہ کے بیٹے مولانا سید علی صاحب قبلہ (جنھوں نے سب سے پہلے اردو میں تفسیر قرآن لکھی) اس مسجد میں تحسین علی خان کے زمانے سے نماز پڑھاتے تھے۔ ان کے سفر زیارات کے دوران ۱۲۵۶ھ میں ان کے بھتیجے ممتاز العلماء کی اقتدار میں نماز ہوتی رہی۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں چند شورش پسند مسلمانوں نے اس مسجد پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ نماز ملتوی رہی۔ ۲۷ نومبر ۱۸۶۷ء سے پھر نواب محسن الدولہ کے حکم سے ممتاز العلماء نے نماز پڑھائی اور یہ عہدہ ان کی اولادوں میں بلا تنخواہ اب تک باقی ہے۔

رمضان کا مبارک مہینہ اس مسجد کی رونق اور چہل پہل میں چار چاند لگا دیتا۔ ظہر کا وقت آنے سے پہلے ہی رئیسوں کے مصلّے بچھا دیے جاتے تھے اور ان کے مصاحبین جگہ روکے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ میر انیس اور مرزا دبیر بھی اسی مسجد میں نماز پڑھتے

تھے اور قدر دانانِ سخن انھیں عزت واحترام کی نظروں سے دیکھا کرتے تھے۔

امان علی سحر کا یہ مشہور ومعروف قطعہ مسجد کے مناظر کی تصویر کشی کرتا ہے۔ بظاہر اس قطعہ میں نظر افروزی کا اعلان ہے مگر غور وفکر سے کام لینے والے ارباب سخن اسے ناصح کی "نگاہِ غیظ" سے تعبیر کرتے ہیں ؎

احباب کی صحبت سے دل اپنا نہ اٹھے گا — ٹکڑی کا کبوتر ہے یہ تنہا نہ اٹھے گا
اللہ کے گھر میں بھی میں گھوروں گا بتوں کو — تحسین کی مسجد سے مصلاّ نہ اٹھے گا

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے جولائی ۱۸۸۴ء تک یہ مسجد جامع مسجد بھی رہی اور بڑے طمطراق سے جمعہ وعیدین کی نمازیں اس میں ہوتی رہیں۔ مجمع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ حمام اور پھاٹک کی چھتوں پر نمازیوں کی صفیں آراستہ ہوتی تھیں۔ اس نماز جمعہ وعیدین کی ابتدا کے اسباب محمد علی شاہ کی جامع مسجد کے بیان میں مرقوم کیے جا چکے ہیں۔

موجودہ دور میں اس مسجد کی تولیت کتب خانہ ممتاز العلماء وحسینیہ جنت مآب کے نگراں، شہر کی متعدد انجمنوں کے سرپرست، ملاذ العلماء سید حسن صاحب قبلہ مجتہد ابن مولانا سید محمد صاحب قبلہ عرف میرن صاحب کے سپرد تھی اور موصوف ہی اس مسجد میں نماز جماعت وعیدین پڑھاتے تھے۔ افسوس کہ ۴ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ صبح ۸ بجے موصوف نے بھی سفر آخرت اختیار کیا اور جسم سے روح جدا ہوگئی۔

مسجد آصفی میں نماز جمعہ کا دوسرا دور

مسجد آصفی میں نماز جمعہ کا پہلا دور ۱۸۵۷ء کی ابتدا میں سلطان العلماء کی امامت پر تمام ہوا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مرقوم ہو چکا ہے۔ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں انگریزوں سے واگزاری کے بعد اس مسجد میں جب نماز جمعہ کا دوسرا دور شروع ہوا تو اس کی امامت حضرت غفرانمآب کے منجھلے بیٹے کے پوتے مولانا سید محمد مصطفیٰ عرف

میر آغا صاحب قبلہ مجتہد ابن عمدۃ العلماء سید محمد ہادی صاحب قبلہ کے سپرد ہوئی جو ایک جلیل القدر مجتہد اور باکمال عالم دین تھے اور عمدۃ العلماء آپ کا خطاب تھا۔

آپ ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۷ء تک اس مسجد میں امام جمعہ وعیدین کے فرائض انجام دیتے رہے۔ چونکہ آپ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لیے ۱۹۰۷ء میں رحلت کے بعد یہ منصب آپ کے بھانجے قدوۃ العلماء الحاج سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد کی طرف منتقل ہوا اور پھر رفتہ رفتہ عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ عرف کبن صاحب تک آیا اور ان کی اولادوں میں مستقر ہوگیا جس کا سلسلہ آج تک بدستور جاری ہے۔

عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین قبلہ (کبن صاحب) ۱۴ر شعبان ۱۳۱۱ھ میں لکھنؤ کی سرزمین پر متولد ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام "علی اختر" تھا۔ آپ کے والد قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ ہندوستان کے علمائے کرام میں بڑی شہرت کے حامل تھے اور آپ کے نانا میر آغا صاحب (المتوفی ۱۳۲۳ھ) لکھنؤ کے فقہا میں ایک عظیم المرتبت فقیہ تھے۔

آپ نے ابتدائی گھریلو تعلیم کے بعد "جامعہ سلطانیہ" میں پڑھنا شروع کیا اور اساتذہ میں جناب محمد رضا، مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ، مولانا سید باقر صاحب قبلہ وغیرہ سے اکتساب علم کے بعد صدر الافاضل کی سند لی۔ اس کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور تین سال تک نجف وکربلائے معلیٰ کے اکابر علماء سے استفادہ کے بعد لکھنؤ آئے اور اپنے والد محترم کے معاملات میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔

خداوند عالم نے آپ کو قوت گویائی اور سلیقۂ خطابت سے بدرجۂ اتم نوازا تھا اس لیے منبر کا انتخاب کیا اور روز افزوں ترقی کی منزلیں طے کرتے چلے گئے۔ اس وقت خطابت کے آسمان پر شمس العلماء، مولانا سبط حسن، مولانا محمد رضا فلسفی اور مولانا محمد حسین محقق ہندی ایسے اکابر خطیبوں کا ستارہ چمک رہا تھا۔ انھیں حالات میں

مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ نے بھی اپنے وسیع ترین مطالعہ اور انتھک محنت سے ان بزرگوں کے سامنے ناموری اور شہرت کی منزلیں طے کیں۔

۱۳۴۸ھ میں قدوۃ العلماء کا انتقال ہوا۔ والد بزرگوار کی رحلت کے بعد آپ پر بے شمار ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ گیا۔ مسجد آصفی میں جمعہ وجماعت کی امامت، اوقاف کے انتظامات، والد مرحوم کے مقلدین کا رجوع، غرباء و مساکین کی خاطر خواہ امداد اور اس پر ذاکری کی مصروفیات۔ مگر ان تمام امور کو آپ نے بڑی دیانت داری اور خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیا۔

مولانا شیعہ ایجی ٹیشن میں جیل بھی گئے لیکن اس کے باوجود اہل سنت حضرات سے اتحاد ان کی شخصیت کا ایک روشن اور تابناک پہلو تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو حیرت انگیز محبوبیت حاصل تھی۔

مولانا کبن صاحب قبلہ کی سب سے بڑی مصروفیات مجالس تھیں۔ آپ برصغیر کے گوشے گوشے میں پہنچے مگر جمعہ کے دن مسجد آصفی میں نماز بہر حال ادا کی۔

ایام عزا میں مجالس کی گنتی دشوار ہے لیکن عشرۂ اولیٰ میں حسینیہ غفرانمآب، چھوٹی رانی کا عزاخانہ (اقبال منزل) کی مجلسیں یادگار تھیں۔

آپ علم، ذہانت، عمل، تقدس، بے جگری، کریم النفسی، خلوص و ایثار، حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور افریقہ، عراق، ایران نیز دیگر ممالک میں ہر جگہ آپ کی عزت تھی۔

قوم کے فکری، اخلاقی، علمی اور اقتصادی معیار کو بلند کرنے کے لیے آپ نے رسالے نکالے، ادارے قائم کیے اور ان کے لیے بنیادی کام کیے۔ اور جب تک چلنے پھرنے کی سکت باقی رہی قومی و ملی فرائض کی انجام دہی سے غافل نہیں ہوئے۔

بہتر ۷۲ سال کی عمر میں صاحب فراش ہوئے اور ہمت جواب دینے لگی تو مجبور ہو گئے

لیکن اس مجبوری کے باوجود فینس میں بیٹھ کر حسینیہ غفرانمآب تک تشریف لے جاتے۔
مولانا سید کلب صادق صاحب کی مجلس سنی اور فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ منبر پر میری آواز اور محراب میں میری تصویر آگئی"۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو وہ وقت بھی آیا جب ملک الموت نے خلعت حیات اتار کر آپ کو حلۂ بہشت پہنایا اور روح جسم سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ

مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ نے پانچ صالح اولادِ ذکور چھوڑیں (۱) مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ مجتہد (۲) سید کلب ہادی صاحب (۳) سید کلب باقر صاحب (۴) سید کلب صادق صاحب صدر الافاضل و پی ایچ ڈی (۵) سید کلب محسن صاحب۔

مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ عمدۃ العلماء کے جانشین قرار پائے اور ان کی رحلت کے بعد مسجد آصفی کی نماز جمعہ کا منصب امامت انھیں کی طرف منتقل ہوا۔

صفوۃ العلماء، آقائے شریعت مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ

(مختصر تعارف)

آپ یکم جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء کو لکھنؤ میں متولد ہوئے۔
آپ کی شخصیت، کردار اور اوصاف کا جائزہ لینے کے لیے کشادہ نظری کی ضرورت ہے۔
یہ حقیقت ہے کہ آپ نے میراث میں وہ علمی روایت پائی تھی جس نے گزشتہ دو ڈھائی سو سال سے پورے برصغیر کو شاداب کر رکھا تھا۔ آپ ایسے خانوادے کے چشم و چراغ تھے جس کے فیض سے ہزاروں چراغ روشن ہوئے۔

آقائے شریعت نے اپنے والد عمدۃ العلماء کی سرپرستی میں گھریلو تعلیم کے بعد اپنے عہد کے ان نامور علماء سے اکتساب علم کیا جن کی نظیر اب ممکن نہیں ہے۔ آپ جامعہ سلطانیہ کے اس عہد کے پروردہ تھے کہ جب یہ جامعہ اپنے اساتذہ کی علمی برتری

کے لیے عراق و عجم کی مشہور درسگاہوں کا ہم چشم تھا۔ اس کے بعد نجف و کربلا کے مراکز علم میں اجتہاد خیز استعداد کو وہاں کے شہرہ آفاق علماء و اساتذہ کے حلقہ درس میں رہ کر مکمل کیا۔

نجف سے واپس آئے تو بساط غفرانمآب کو ایک ایسا عالم باعمل حاصل ہوا جس کا دل و دماغ علوم اہلبیتؑ سے منور اور پیشانی باب شہر علم کی چوکھٹ پر جبیں سائی کی بدولت روشن تھی۔

لکھنؤ آنے کے بعد ۲۲ سال تک اسی درس گاہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا جس سے آپ نے علمی اکتساب کا آغاز کیا تھا۔ اس طرح آپ نے اس مدرسہ سے جتنا بھی علم حاصل کیا تھا مع نفع کے اسی کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ یہ سارا عمل موصوف کی اس مستحکم علمی بنیاد کی نشاندہی کرتا ہے جو فی زمانہ کبریت احمر کا حکم رکھتی ہے۔

آپ کی شخصیت ایک مقناطیسی شخصیت تھی اور احباب کا حلقہ بہت وسیع تھا جس میں طرح طرح کے لوگ شامل تھے اور سب ہی آپ کی کشادہ دلی، کشادہ نظری، نیک نفسی، خیر خواہی اور ایثار کے دل و جان سے معترف تھے۔ ان تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ واقعات کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ آپ کی ذات سے وابستہ ہے کہ اگر ان کا ذکر کیا جائے تو ایک تاریخ مرتب ہو جائے گی لیکن اس کا محل نہیں ہے۔

عملی زندگی میں داخل ہونے کے بعد قیادت و خطابت کے سربستہ اوصاف و کمالات بھی رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہونے لگے اور پھر آپ اس قدر مصروف ہوئے کہ پوری زندگی معرکے سر کرنے میں گزر گئی۔

آپ کی عملی جد و جہد اور مجاہدانہ عزم و بصیرت کے جوہر اس وقت کھل کر سامنے آئے جب مدرسہ سلطان المدارس کے تحفظ کی تحریک نے برصغیر اور بیرونی ممالک میں ایک ہلچل سی پیدا کر دی۔ اس مدرسہ کا اپنی موجودہ عمارت میں قائم رہنا جس مجموعی قیادت کا کارنامہ ہے اس میں آقائے شریعت کی کمک اور سرفروشانہ جد و جہد نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ اتحاد کی جب بات کرتے تو اس کا مفہوم صرف لکھنؤ تک ہی محدود نہیں رہتا تھا بلکہ وہ اسے ملک گیر پیمانے پر پھیلانا چاہتے تھے تاکہ بنی نوع انسان امن و عافیت کے ساتھ زندہ رہ سکیں، ہندوستان سے امن عالم کے مشن کو تقویت پہنچ سکے اور اسلامی شریعت کی ترویج بھی ہو سکے۔

مولانا کے اس عظیم الشان کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جسے نائب صدر کی حیثیت سے مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی تحریک کے دوران پیش کیا اور نہ ہی موصوف کا وہ کارنامہ بھلایا جاسکتا ہے جو بابری مسجد کی تحریک میں شیعہ فرقہ کی طرف سے مکمل ہمنوائی کی شکل میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ لیکن ان سب سے زیادہ اہم اور قابلِ قدر کردار وہ تھا جو بنارس کے متنازعہ قبرستان کے معاملے میں سامنے آیا اور جس میں مولانا نے شیعہ فرقہ کے ایک مجتہد، مذہبی ترجمان اور با اختیار دینی نمائندہ کی حیثیت سے فتویٰ جاری کیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے باوجود قبروں کا کھودنا شیعہ فقہ کے اعتبار سے ناجائز ہے۔

آقائے شریعت ایک عظیم اور بے مثال خطیب تھے۔ جس لب و لہجہ میں ان کے والد بزرگوار عمدۃ العلماء مولانا کلبِ حسین صاحب قبلہ حسینیہ غفرانمآب کی عالمی مجلس "مجلس شام غریباں" کو خطاب فرماتے تھے اسی انداز سے انھوں نے بھی خطاب کیا اور اپنے مسلک و عقائد پر قائم رہتے ہوئے انھوں نے اتحاد، رواداری، اخوت اور بھائی چارے کے پیغام میں ہمیشہ اہل بیت طاہرین کے اتباع کو مدنظر رکھا اور حقوق ملت، تحفظ احکام شریعت اور عزاداری کی بقا کے لیے آخری دم تک کوشاں رہے۔

ان تمام تر مصروفیات کے باوجود مولانا آصفی مسجد کی نماز جمعہ میں امامت کے فرائض سے غافل نہیں رہے اور اپنا سارا کام کاج چھوڑ کر حتی الامکان نماز میں شرکت ضرور فرماتے تھے۔

۵ر دسمبر ۱۹۸۶ء کو مسجد آصفی میں نماز جمعہ کے خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"میں انسان بھی ہوں، میں مسلمان بھی ہوں اور شیعہ بھی ہوں مسلمان

ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسانیت چھوڑنا پڑے اور شیعہ ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دائرہ اسلام کے باہر قدم رکھنا پڑے۔ اور اگر کوئی انسانی مسئلہ ہوگا تو اسے بطور انسان حل کرنا پڑے گا جیسے کوئی شخص اگر پیاسا مر رہا ہے تو بغیر یہ دیکھے کہ وہ ہندو ہے یا مسلمان، سکھ ہے یا عیسائی، اس کے حلق میں پانی ٹپکانا ہی پڑے گا۔ اسی طرح اسلام کو اگر کوئی خطرہ لاحق ہوگا تو اس سے بطور مسلمان نپٹنا پڑے گا۔ اور اگر کوئی شیعی مسئلہ ہوگا تو میں اس کے حل میں بطور شیعہ منہمک رہوں گا۔"

مولانا کا یہ خطبہ مسلمانوں کے لیے ایک مکمل درس اور کشادہ نظری و کشادہ دلی کی مکمل دلیل ہے۔ مگر افسوس کہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو نصیر آباد سے مجلس پڑھ کر الہ آباد جاتے ہوئے ایک کشادہ نظر اور عظیم المرتبت عالم کو موت نے ہمیشہ کے لیے ہم سے چھین لیا اور سڑک حادثے میں مولانا ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہو گئے۔

مرحوم نے پسماندگان میں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑی ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا کلب جواد صاحب قبلہ مرحوم کے جانشین اور اس وقت مسجد آصفی کے امام جمعہ ہیں جو حوزۂ علمیہ قم (ایران) میں زیر تعلیم ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں جو ان کے عم محترم بھی ہیں۔ اگر مولانا سید کلب صادق صاحب بھی لکھنؤ سے باہر ہوتے ہیں تو ان کی جگہ مولانا سید محمد جعفر صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ سلطانیہ امامت فرماتے ہیں اور کبھی کبھی ملاذ العلماء سید حسن صاحب قبلہ مجتہد جو ابھی حال میں ہی رحلت فرما چکے ہیں، امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ آئندہ باب مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ کے خطبات جمعہ و عیدین پر مشتمل ہے جسے آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

باب سوئم

خطباتِ جمعہ وعیدین

(از: مولانا کلب صادق صاحب قبلہ)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ

برادران عزیز! قرآن کریم کی جس آیت کا یہ آخری ٹکڑا میں نے آپ کے سامنے پیش کیا، اس میں ارشاد ہو رہا ہے کہ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اللہ کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں، تم اللہ کے محتاج ہو۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم نے اپنے پروردگار، اپنے خالق اور اپنے مالک کی ہدایتوں اور احکام کو نظر انداز کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تو يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وہ تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہاری جگہ لاکر کھڑا کردے گا، تم سے بدل دے گا۔ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ اور وہ تمہارے ماضی کو دیکھ چکے ہوں گے، لہٰذا تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

برادران عزیز! قرآن مجید میں ایک اور منزل پر ارشاد ہے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۔ اللہ نے ہر شئے کو پیدا کیا ہے اور ہر شئے کے پیمانے، رولز، پرنسپل اور قاعدے معین ہیں۔ اللہ کے اصولوں میں، قاعدوں میں اور پیمانوں میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس نے جس تاریخ میں لکھنؤ کے لیے طلوع آفتاب کا جو وقت معین کردیا ہے، مجال نہیں کہ وہ ایک سکنڈ پہلے یا ایک سکنڈ بعد نکل آئے۔

اس نے چاند کے لیے طلوع و غروب کے جو پیمانے معین کر دیے ہیں، چاند ان پیمانوں میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا۔ یہاں تک کہ اس نے سال میں دو دفعہ چاند گہن اور سورج گہن کے پیمانے معین کر دیے ہیں۔ جیسے انسان کو یہ معلوم ہے کہ آج لکھنؤ میں سورج کے بجے نکلے گا اور آج لکھنؤ میں سورج کے بجے ڈوبے گا، جیسے انسان کو یہ معلوم ہے کہ آج چاند کے بجے نکلے گا اور آج چاند کے بجے ڈوبے گا۔ اسی طرح جب انسان کا علم آگے بڑھا تو اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سال میں کس تاریخ کو کتنے بج کر کتنے منٹ کتنے سکنڈ پر چاند گہن ہو گا۔ کے بجے لگنا شروع ہو گا کتنے بجے چھوٹ جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند گہن کہاں دکھائی دے گا اور کہاں دکھائی نہیں دے گا۔ جب اس کا علم آگے بڑھا تو سورج گہن کے بارے میں بھی انسان کو معلوم ہو گیا کہ کس تاریخ کو پڑے گا، کہاں پڑے گا، کتنے بج کر کتنے منٹ پر شروع اور کتنے بج کر کتنے منٹ پر ختم ہو گا؟ اور دنیا کے کس حصہ میں یہ سورج گہن دکھائی دے گا، کہاں دکھائی نہیں دے گا۔ آپ کا علم ابھی یہیں تک ہے لیکن ترقی یافتہ دنیا میں جب علم اور آگے بڑھا تو ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا چھ چھ مہینے پہلے کہ فلاں تاریخ مثلاً آج اپریل کی کوئی تاریخ ہے تو آپ کو یہ بتا سکتے ہیں کہ مثلاً دسمبر کی فلاں تاریخ، نومبر کی فلاں تاریخ، ۱۱ر نومبر یا ۱۵ر دسمبر کو گرمی کتنی ہوگی، بارش کتنی ہوگی HUMIDNAL کتنی ہوگی؟ یہ ان کے پاس علم غیب نہیں ہے۔ علم غیب دوسری شے ہے، علم غیب ایک الگ شے ہے، یہ علم غیب نہیں ہے، یہ علم کی وہ گیرائیاں ہیں جو علم کے پیدا کرنے والے نے خود بنا دی ہیں۔ جتنا جتنا انسان کا علم بڑھتا چلا جائے گا اور جتنا اس کے معلومات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، اتنا اتنا اللہ کے بنائے ہوئے اصولوں کا اور نیچرل لاء کا پتہ چلتا چلا جائے گا، اور جتنے جتنے لاز آف نیچر اور قوانین قدرت معلوم ہوتے

چلے جائیں گے اتنا اتنا اسے معلوم ہوتا چلا جائے گا کہ فلاں بات کب ہوگی اور فلاں بات کب نہیں ہوگی۔

میری طرف آپ متوجہ رہیں کہ آج کے انسان کو یہ معلوم ہے کہ چھ مہینے بعد آنے والی فلاں تاریخ کو فلاں شہر میں کتنی گرمی ہوگی، کتنی بارش ہوگی، کتنی امس ہوگی۔ آج کے انسان کو یہ معلوم ہے کہ سورج گہن کب ہوگا، آج کے انسان کو یہ معلوم ہے کہ چاند گہن کب ہوگا اور آپ کا مشاہدہ ہے کہ اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ جب علم زیادہ ہوتا ہے تو انسان کو مستقبل کا علم بھی ہوجایا کرتا ہے یا جب انسان کا علم کم ہوتا ہے تو ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاند گہن کب ہوگا، سورج گہن کب ہوگا؟ فلاں تاریخ کو گرمی کتنی ہوگی؟ ہمارے یہاں چاند ہوکر گزر بھی جاتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا کہ چاند ہوا بھی ہے کہ نہیں۔ یہ ہماری علم سے دوری کا قصور ہے۔

اللہ کی طرف سے پیمانے معین ہیں، ان پیمانوں میں کبھی کوئی فرق نہیں ہوتا، اس کی طرف سے اصول معین ہیں اور ان اصولوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یہ ہماری جہالت ہے کہ آج چاند ہو بھی جاتا ہے اور ہم کو دو دو دن، چار چار دن، آٹھ آٹھ دن، دس دس دن پتہ نہیں چلتا کہ چاند ہوا بھی یا نہیں؟ وہ علم والے ہیں، ان کو مستقبل کا پتہ ہوتا ہے۔ جن کے پاس علم نہیں ہے ان کو ماضی کا بھی پتہ نہیں۔ جن کے پاس علم ہوتا ہے ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کیا بات ہونے والی ہے اور جن کے پاس علم نہیں ہوتا ان کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ہو کیا گیا۔ دیکھیے یہ بات آپ سمجھ لیجیے کہ بڑے مسائل اگر آپ حل نہ کرسکے تو اس کے لیے ہمارے پاس عذر ہے۔ لوگ اس کو معاف کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ مسئلہ بہت بڑا ہے لیکن چھوٹے چھوٹے مسئلے بھی اگر حل نہ ہوسکے تو عوام کا دین پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ یہ اس لیے کہ دین آپ کو پریشان کرنے کے لیے نہیں ہے

دین آپ کو سہولتیں اور آسانیاں فراہم کرنے کے لیے ہے۔ چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے کہ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ۔

مجتہدین کا فتویٰ چاہے جو بھی ہو مگر اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اللہ تمھارے لیے آسانیاں چاہتا ہے، اللہ تمھارے لیے مشکلیں نہیں چاہتا۔ تو علماء کا فریضہ ہے کہ وہ عوام کو پریشانیوں سے بچائیں، اور بہر حال میں اس سلسلے میں، پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے، میرا ارادہ یہ ہے کہ انشاء اللہ اگر ہو سکا تو اسلامی طور پر، کچھ زمانے کے بعد اس مسئلہ پر ایک سمینار بلاؤں گا تاکہ علماء اور صاحبانِ عقل، صاحبانِ فکر اور سائنس دانوں کے باہمی مشوروں سے اس مسئلہ کا کوئی حل نکالا جا سکے۔ جو حل نکلا ہوا ہے اس مسئلہ کی طرف آپ کو متوجہ کرنا ہے۔

میرے عزیزو! یہ بات آپ یاد رکھیں، ایک بات جو اردو میں ضرب المثل کے طور پر کہی جاتی ہے وہ بالکل صحیح ہے کہ دیگ کا ایک چاول دیکھا جاتا ہے۔ تو یہ بات بھی آپ سمجھ لیں کہ کسی قوم کی فکر کے کسی ایک جزء کو لے لیں اور اس جزء سے آپ کو پوری قوم کی پوری MENTALITY، طرزِ فکر اور ذہنیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ یہ جو ہمارے یہاں چاند کا مسئلہ ہے وہ دیگ کا ایک چاول ہے۔ ہمارے یہاں جتنے مسئلے بھی ہوتے ہیں، دنیا والے یہ دیکھتے ہیں کہ پانچ برس بعد یہاں کیا ہونے والا ہے اور اس کے لیے وہ تیاری کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں جب کوئی حادثہ گزر جاتا ہے تو ہم سوچا کرتے ہیں کہ کیا ہو گیا؟ پہلے نہیں دیکھتے کہ کیا ہونے والا ہے۔ جب کوئی مصیبت آجاتی ہے اور آکر ہمیں پامال کر جاتی ہے، روند کر چلی جاتی ہے تو ہم بیٹھتے ہیں اس کا ماتم کرنے کے لیے۔ مسائل کو جب تک آپ پہلے نہ اپنے ذہن میں لائیں گے کہ کیا ہونے والا ہے اور اس کے لیے آپ تیاری نہیں کریں گے، اس وقت تک مسائل حل نہیں ہوں گے۔

میرے عزیزو! میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ماضی کو بھول جائیں۔ ماضی کو آپ کیسے بھول سکتے ہیں، گزشتہ زمانے کے اسباب آپ کیسے بھول سکتے ہیں، اس لیے کہ بات اگر بھلا دینے کی چیز ہوتی تو قرآن گزشتہ واقعات کا ذکر کیوں کرتا۔ قرآن مجید میں پرانے واقعات موجود ہیں جس میں صرف واقعات ہی بیان کیے گئے ہیں کہ آدمؑ پر کیا گزری؟ نوحؑ پر کیا گزری؟ ابراہیمؑ پر کیا گزری؟ موسیٰؑ کے زمانے میں کیا ہوا اور عیسیٰؑ کے زمانے میں کیا ہوا؟ تو میں آپ سے یہ تھوڑی سی کہہ رہا ہوں کہ ماضی کی طرف سے آپ اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اس لیے کہ ماضی اگر آپ کے ذہنوں سے نکل گیا تو بنیاد آپ کے پاؤں کے نیچے سے نکل جائے گی۔ لیکن ماضی پر غور کریں آپ قرآن مجید نے برابر کہا ہے کہ فلاں واقعہ کو دیکھو، فلاں واقعہ کو دیکھو، مگر جب کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو اس کے بعد اس طرح کے الفاظ کم و بیش ہر جگہ پر آپ کو مل جائیں گے اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ٥

یہ واقعہ جو ہم بیان کر رہے ہیں وہ یہ نہیں کہ تمھیں لوری دی جا رہی ہے، یہ واقعہ جو ہم بیان کر رہے ہیں وہ اس لیے نہیں بیان کر رہے ہیں کہ تمھارے لیے کہانی پیش کی جا رہی ہے۔ اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ.... یہ واقعہ ہم نے اس لیے بیان کیا ہے کہ یہ تمھارے لیے ایک نشانی ہے، اس پر غور کرو۔ کیوں؟ جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے ابھی عرض کیا کہ تکوینی معاملات میں اللہ کے اصول نہیں بدلا کرتے۔ سورج کا جو وقت معین ہے اسی وقت نکلے گا، چاند کا جو وقت معین ہے اسی وقت نکلے گا۔ گرمی و سردی کے جو پیمانے معین ہیں، گرمی و سردی اسی کی پابندی کرے گی۔ اسی طرح سے قوموں کے عروج و زوال کے پیمانے بھی اللہ نے معین کر دیے ہیں، اس میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ آپ پوری دنیا کی طاقت صرف کر دیں کہ سورج ایک منٹ دیر سے نکلے، نہیں نکل سکتا۔ چاند دو منٹ دیر میں ڈوبے، نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح قدرت نے قوموں کے عروج و زوال کے جو اصول اور پیمانے معین کر دیے ہیں وہ سب قرآن میں بیان ہی اس لیے کیے گئے ہیں کہ آپ اس کو دیکھ کر اپنے انجام کا اندازہ کر لیں۔ جیسے وہ اصول نہیں بدلتا ویسے یہ اصول نہیں بدلتا۔ مگر اس اصول میں ایک اور اصول لگا ہوا ہے۔ سورج کے طلوع و غروب میں "اگر" نام کا کوئی اصول نہیں لگا ہوا ہے۔ آپ کے لیے "اگر" لگا ہوا ہے۔ اگر یہ کرو گے تو یہ ہوگا، اگر یہ کرو گے تو یہ ہوگا۔ تو یہ اصول جو ہے وہ "اگر" سے ہے۔

قرآن مجید کو آپ پڑھیں، ایک اصول اس نے بتایا ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ اللہ پر توکل کرو، وہ تمھارے لیے کافی ہو جائے گا۔ اور اگر آپ نے اللہ کو چھوڑ کر لاٹری پر توکل کیا تو وہ کہے گا کہ اگر لاٹری کی طرف تم جا رہے ہو تو ٹھیک ہے، اسی سے انعام نکلوالو، ہم سے کیا تعلق ہے، تم نے ہم کو چھوڑ دیا، تم نے ہم سے رشتہ توڑ لیا۔ تم کو رزاقیت پر اعتبار نہیں ہے، لاٹری کے ٹکٹ پر اعتبار ہے؟

آپ سورۂ یوسف کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ جب ایک مرتبہ ایک منزل پر تعبیر خواب کا موقع آتا ہے تو جناب یوسفؑ نے اس سے کہا تھا کہ تو نجات پا جائے گا۔ تو جب جانا تو اپنے بادشاہ کے سامنے میرا بھی ذکر کر دینا کہ میں بے خطا بند ہوں، تو سات برس گزر گئے اس کو یاد ہی نہیں رہا۔ مختصر عرض کر رہا ہوں۔ تفسیر یہ بتاتی ہے کہ فرشتہ آیا اس نے کہا یوسفؑ! ذرا زمین کی طرف جھک کر دیکھو، زمین کے طبقے جناب یوسفؑ کے لیے روشن کر دیے گئے۔ بے انتہا گہرائی میں جہاں کسی کو کسی کی خبر نہیں ہے، ایک چیونٹی جا رہی ہے اور اس چیونٹی کے منھ میں ایک دانہ دبا ہوا ہے اس کے رزق کا۔ کیا دیکھ رہے ہو یہ، کہا تم نے یہ غور نہیں کیا کہ تمھارا اللہ کہتا ہے کہ اس زمین کی تہوں میں جہاں کسی کو کسی کی خبر

نہیں ہے وہاں ہم چیونٹی تک کا لحاظ رکھ رہے ہیں۔ یہ چیونٹی بھی اس زمین کی تہہ میں اپنا دانہ دبا کر جا رہی ہے اور تم نے ہم پر اعتبار نہیں کیا؟ (معاذ اللہ) اور اس آدمی سے کہلوایا کہ وہ جا کر کہہ دے، اب رہو سات برس قید خانے میں، دیکھیں گے وہ کیسے کہتا ہے۔ توجہ فرمائی آپ نے! تو اللہ پر بھروسہ کرنا سیکھیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ میں منتخب کیا مگر کیوں؟ کیونکہ ان کی تاریخ (معلومات) اس زمانے میں سب سے زیادہ تھیں کیونکہ ان کا علم سب سے زیادہ تھا، لہٰذا ہم نے سب سے اوپر کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اصول یہ ہے کہ اس آیت کی روشنی میں، اگر آپ اوپر آنا چاہتے ہیں تو خالی تمناؤں سے کچھ نہیں ہوتا، علم کو حاصل کیجیے، اللہ خود بخود آپ کو اوپر لے آئے گا۔ جہالت کو اختیار کیجیے گا تو ڈوبتے چلے جائیے گا۔

ایک اور اصول جو قرآن میں آپ کو ملے گا کہ جو قومیں اللہ کا خوف اختیار کرتی ہیں، تقوٰی اختیار کرتی ہیں، پرہیزگاری اختیار کرتی ہیں، ہر منزل پر سمجھتی ہیں کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے تو ان کی زبان میں لگام پڑ جاتی ہے، ان کے ہاتھ بندھ جاتے ہیں، ان کے پاؤں بندھ جاتے ہیں، بیہودہ گفتگو پھر وہ نہیں کر سکتے، نامحرموں کے چہروں کو وہ گھور گھور کر نہیں دیکھتے، غیبت کی باتیں وہ نہیں سنتے۔ ایک ذرا سا انسان کو یہ احساس ہو جائے کہ "وہ" دیکھ رہا ہے، ہم بھول جائیں گے لیکن وہ نہیں بھولے گا۔ یہ جو انسان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں بن جاتی ہیں، وہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں انسان کی آزادی کی ضامن ہوتی ہیں مگر گناہوں کی پابندی بن جاتی ہیں۔

میرے عزیزو! یہ سارے اصول ہیں جو قرآن مجید نے بار بار آپ کے سامنے دہرائے ہیں صرف اس لیے کہ ان واقعات کو پڑھو اور ان سے سبق حاصل کرو۔ اگر تم اچھوں کی راہ پر چلو گے تو تمھارا انجام اچھا ہوگا اور اگر بروں کی راہ پر چلو گے تو

اللہ تم کو مٹا دے گا اور تمھاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا۔

بس آخری بات میں عرض کر رہا ہوں، ایک زمانہ وہ تھا کہ جب اسپین میں کرسچین عیاشیوں کا شکار بنے اللہ نے مسلمانوں کو وہاں پہنچا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد مسلمان عیاشیوں کا شکار بن گئے مسلمانوں کو وہاں سے نکال باہر کیا گیا، عیسائی پھر وہاں پر آکر جم گئے۔ صرف ایک واقعہ میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ مصر کو لے لیجیے اور ایران کو لے لیجیے۔ آپ اسلامی ہسٹری پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا ایک زمانہ وہ تھا جب مصر میں شیعہ اکثریت میں تھے اور سنی بالکل محدود مقدار اور تعداد میں پائے جاتے تھے اور ایران میں بالکل برعکس پوزیشن تھی۔ ایران میں سنی زبردست اکثریت میں تھے اور شیعہ بالکل اقلیت میں تھے۔ لیکن آج مصر میں شیعہ نہیں پائے جاتے، ایران میں سنی نہیں پائے جاتے۔ تاریخ بدل گئی، تاریخ اُلٹ گئی۔ آج مصر میں شیعہ اقلیت میں ہیں اور ایران میں سنی بہت اقلیت میں ہیں۔ تو آپ یہ نہ سمجھیے کہ آپ اللہ کے لاڈلے ہیں اور آپ کچھ بھی کرتے جائیں وہ آپ کو گلاب جامنیں کھلاتا جائے گا، وہ آپ کے لیے لڈو برساتا جائے گا۔ ایسا نہیں ہے، اگر آپ اس کی اطاعت کریں گے تو آپ پر وہ رحمتوں کا نزول کرے گا اور اگر آپ اس کی نافرمانی کریں گے تو جیسا کہ قرآن مجید نے کہا ہے، میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی تھی۔ وہ قوم کو بدل دے گا اور یہاں پر دوسروں کو لا کر کھڑا کر دے گا۔

میرے عزیزو! بس میں پہلا خطبہ ختم کر رہا ہوں ان جملوں کے ساتھ۔ آج آپ دنیا کو دیکھیں، کسی چمن میں چلے جائیں، پھولوں کا حسن آپ کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ کسی جنگل میں جائیں، مرغ زاروں کی شادابی آپ کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دے گی۔ پہاڑوں کی طرف چلے جائیں، پہاڑوں کا جلال اپنی طرف کھینچنا

شروع کر دے گی۔ پہاڑوں کی طرف چلے جائیں، پہاڑوں کا جلال اپنی طرف کھینچنا شروع کر دے گا۔ رمضان کے زمانے میں شعر نہیں پڑھ سکتا، لیکن آپ یہ سمجھیں جوش جیسے انسان نے یہ کہا ہے، ایک مصرعہ نہیں پڑھوں گا تاکہ شعر نہ ہونے پائے۔ طلوع صبح، آفتاب کے طلوع کا وقت۔ وہ کہتا ہے کہ اگر رسولؐ بھی نہ ہوتے، وہ کہتا ہے ہم ایسے اہل نظر کو حق کے ثبوت کے لیے ؎

اگر رسولؐ نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

یہ ہے صبح کا حسن۔ آفتاب جب ڈوب رہا ہو تو ایک مرتبہ اس پر نظر ڈالیں تو کتنا حسین دکھائی دے گا، سمندر کی موجیں کتنا حسین دکھائی دیں گے، یہ سب چیزیں وہ ہیں جو انسان سے بہت پست ہیں۔ پھولوں کا حسن انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے، کلیوں کا چٹکنا انسان کا دل موہ لیتا ہے، پہاڑ اپنے میں کھپا لیتا ہے انسان کی آنکھوں کو۔ یہ ساری چیزیں انسان جب دیکھتا ہے تو حسن میں، خوبصورتی میں اور دل کشی میں محو ہو جاتا ہے۔ مگر یہی انسان جب انسان کو دیکھتا ہے جس کے لیے ساری چیزیں بنائی گئی ہیں تو انسان کا چہرہ کتنا بھیانک دکھائی دیتا ہے، کتنا خوفناک چہرہ انسان کا اس کو دکھائی دیتا ہے۔ وہ آنکھیں جو اللہ نے اس کے لیے بنائی تھیں کہ ان آنکھوں سے محبت ٹپکے، ان آنکھوں سے قہر و غضب کی چنگاریاں پھوٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ انسان کہ جس کے ہونٹ اللہ نے اس لیے بنائے تھے کہ انسان کو دیکھ کر ان لبوں پر مسکراہٹ آجائے۔ یہ انسان جب اس کے ہونٹوں کو ہم دیکھتے ہیں تو پھڑپھڑاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ہاتھ کہ جو اللہ نے اس لیے پیدا کیے تھے کہ کسی بے کس کی دستگیری کر کے اس کو اس کی منزل تک پہنچا دیں، یہ ہاتھ بے کسوں پر اٹھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ پاؤں جو اس لیے بنائے تھے کہ ان سے کسی کو سہارا دے کر کسی کی رہنمائی کر دو،

وہ پاؤں شنگڑی لگانے کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا میں ہر شے آپ کو خوبصورت دکھائی دے گی سوائے اس کے جس کو اللہ نے قدرت کا شاہکار بنایا تھا۔ یہ کیوں ہے فرق؟ یہ فرق صرف اس لیے ہے کہ پھول، چمن، پہاڑ، مرغ زار، سمندر، ہوائیں، آفتاب، ماہتاب سب اللہ کے بنائے ہوئے قانون کی پابندی کر رہے ہیں۔ ان کو اللہ کے قانون کا اعتبار ہے، انسان کو اللہ کے قانون پر اعتبار نہیں رہ گیا۔ اسی لیے دنیا کی ہر شے آپ کو حسین دکھائی دے رہی ہے مگر آج کا انسان خوفناک ہوگیا ہے۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

برادرانِ عزیز! ہماری شریعت کا حکم یہ ہے کہ نماز جمعہ کے پہلے خطبہ میں اللہ کی حمد و ثنا، اور عبرت و موعظ کی باتیں ہوں، حالات حاضرہ پر تبصرہ ہو اور دوسرے خطبہ میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود اور سلام۔ یعنی پہلے خطبہ میں رسالت کا ذکر ہو اور دوسرے خطبے میں اجرِ رسالت کا ذکر ہو۔

برادرانِ عزیز! آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام، اہل بیت رسولؐ، وارثین آیۂ تطہیر، جن کا دامن ہر قسم کے گناہ سے، ہر قسم کی پلیدگی سے، ہر قسم کی آلودگی سے، ہر قسم کی نجاست سے اور ہر قسم کے رجس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے پاک و پاکیزہ اور منزہ رکھا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آل محمدؐ جن کو اللہ نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو ایک تحفہ کی شکل میں دیا تھا ان کی قدر کی جاتی، مگر بہت ہی افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ یہ طے کرنا مشکل

ہے کہ اہلِ بیتؑ طیبین وطاہرین کے فضائل زیادہ ہیں یا ان کی مظلومیت زیادہ ہے
مظلوم ہیں آلِ محمد مظلوم ہیں، اہلِ بیت رسولؐ مظلوم ہیں۔ ان کو بہت ستایا گیا
ہے، ان کو بہت دکھ پہنچایا گیا ہے، اذیتوں کے پہاڑ ان کے اوپر توڑے گئے ہیں۔
یہ بھی بہر حال تاریخ کی ایک حقیقت ہے۔ اس لیے ہمارا فریضہ ہے، صرف اس
لیے نہیں کہ اہلِ بیت رسولؐ کی محبت اجر رسالت ہے بلکہ اس لیے بھی کہ اہلِ بیت
مظلوم ہیں تو شرافت انسانی کا تقاضہ ہے کہ وہ مظلوموں سے محبت کرے، اسی
لیے ہمارے مسلک کا جزو ہے محبت اہلِ بیت اور اگر ہمارے دلوں میں اہلِ بیتؑ
کی محبت نہیں ہے تو نجات کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی ذرا سا بھی
ادنیٰ شک وشبہ نہیں اور نہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ میرے عزیزو، یہ بھی
آپ غور فرمائیں کہ محبت کے معنی کیا ہیں؟

حضور کی حدیث ہے جو شیعہ وسنی دونوں کتابوں میں پائی جاتی ہے، بے شک
صحیح ہے، حضور نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ علیؑ کی محبت، مولا کی محبت، امیرالمومنین
کی محبت گناہ کی جھاڑیوں کو اور گناہ کی لکڑیوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑیوں کو
کھا جائے۔ جھاڑیاں اور جھنکاڑ اگر جنگل میں لگے ہوئے ہوں اور آپ جاکر ایک ماچس
دکھا دیں تو وہ سوکھی ہوئی جھاڑیاں سب کی سب خاکستر میں تبدیل ہو جائیں گی۔
بالکل صحیح ہے یہ بات اور میرا ایمان ہے، مولا شاہد ہیں، لیکن ایمان میں ایک اور
بھی شرط لگی ہوئی ہے، ایمان میں عقل کی بھی شرط ہے۔ میں آپ سے صرف ایک
سوال کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ علیؑ کی محبت گناہوں کی جھاڑیوں
کو کھا جاتی ہے۔ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کسی ایریا میں، کسی علاقہ
میں اگر جھاڑیاں لگی ہوں اور آپ جاکر ماچس دکھا دیں اور جھاڑیاں جل کر خاک ہو
جائیں تو دوبارہ جھاڑیاں کب نکلیں گی وہاں؟ دوبارہ جھاڑیاں وہاں اسی وقت

نکلیں گی جب آگ کی گرمی ختم ہو چکی ہو۔ اگر وہ آگ موجود ہے، وہ آگ روشن ہے اور اگر اس آگ کی چنگاریاں وہاں موجود ہیں تو جب تک چنگاریاں موجود ہیں جھاڑیاں وہاں نکلیں گی نہیں، دوسرا درخت پھر نکلے گا نہیں۔

محبت علیؑ بے شک انسان کے گناہوں کو کھا جاتی ہے لیکن محبت علیؑ کے دعوی کے بعد بھی اگر انسان گناہ کرے تو سمجھ لے کہ آتش محبت کی چنگاری سرد پڑ چکی ہے جبھی دوبارہ پھر یہاں سے گناہ نکل رہا ہے۔ ورنہ جہاں محبت علیؑ کی گرمی موجود ہوگی، جہاں آگ موجود ہوگی، وہاں جھاڑیاں جھنکاڑ نکل نہیں سکتے۔ تو اسلام میرے عزیزو، عقل کا مذہب ہے۔ ایک بات آپ یاد رکھیے۔ شیطان کا ایک بہت پرانا حربہ ہے جو وہ ہمیشہ استعمال کرتا ہے اور وہ حربہ یہ استعمال کرتا ہے کہ ہمیشہ دو اچھی چیزوں کو آپس میں لڑا دیتا ہے، خود دور سے کھڑا ہو کر تماشہ دیکھتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ دو اچھی چیزیں لڑ رہی ہیں۔ لڑنے کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دونوں کمزور ہو جائیں گی یا ایک کمزور ہو جائے گی کم سے کم، دونوں میں سے کوئی ایک بھی کمزور ہو جائے گی تو اس کا مطلب حاصل ہے۔ اور اگر دونوں کمزور ہو جائیں تو اس کا مطلب بدرجۂ اولیٰ حاصل ہے۔ میں اسلام ہی سے بات شروع کرنا چاہتا ہوں، مثلاً اللہ نے انسان کی فطرت میں دو جذبے رکھے ہیں۔ ایک وہ جذبہ ہے جو روح سے پیدا ہوتا ہے اور ایک جذبہ وہ ہے جو جسم کے مطالبے سے پیدا ہوتا ہے۔ جسم چاہتا ہے کہ بہتر سے بہتر کھائے، روح کا مطالبہ ہوتا ہے کہ ہم کو ہماری غذا ملے۔ ہماری غذا کیا ہے؟ ترک دنیا۔ اسلام کہتا ہے کہ ہم نے جسم بنایا ہے ہمیں نے روح بنائی ہے۔ لہٰذا جسم کا بھی حق ہے، روح کا بھی حق ہے۔ شیطان کیا کرتا ہے؟ دونوں کو ٹکرا دیتا ہے۔ جب دونوں کو ٹکرا دیتا ہے تو جسم کے مطالبات

غالب آجاتے ہیں تو وہ یورپین، امریکین اور مادہ پرست ہو جاتا ہے اور جس پر روح کا مطالبہ غالب ہو جاتا ہے تو وہ ہردوار کے جنگل میں جا کر آباد ہو جاتا ہے۔ اسلام نہ یہ چاہتا ہے نہ وہ چاہتا ہے، اسلام کہتا ہے کہ جب ہم نے جسم کو پیدا کیا، ہم نے روح کو پیدا کیا، تو جیسے روح کا حق ہے ویسے جسم کا حق بھی ہے۔ جیسے جسم کا حق ہے ویسے روح کا حق ہے۔

علم حاصل کرنا انسان کی فطرت میں ہے اور فطرت میں ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ جاہل کو جاہل کہہ دیں تو وہ لڑنے پر تیار ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علم حاصل کرنا انسان کی فطرت ہے۔ علم کے ساتھ ساتھ دولت حاصل کرنا یہ بھی انسان کی فطرت ہے۔ اسلام کہتا ہے دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ جذبہ بھی ہم نے پیدا کیا ہے وہ جذبہ بھی ہم نے پیدا کیا ہے۔ علم بھی حاصل کرو، دولت بھی حاصل کرو۔ ملاحظہ کیا آپ نے! شیطان آتا ہے دونوں کو لڑا دیتا ہے۔ دولت، دولت، علم، علم۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ کچھ لوگ تو سعودی بن جاتے ہیں سعودیوں کا نام میں نے اب سعودی نہیں رکھا ہے، وہاں تیل کی پیداوار بہت ہوتی ہے لہٰذا میں ان کو تیلی کہا کرتا ہوں۔ تو ایک ہوئی تیلیوں کی قوم کہ یہ تیل سارے عالم اسلام میں آگ لگائے دے رہا ہے۔

اللہ شاہد ہے کہ میں فرقہ والی بات نہیں کر رہا ہوں اور شیعہ یہ حرکتیں کر رہے ہوتے تو میں ان کو بھی کہتا۔ عیاشیاں، بدمعاشیاں، زنا، شراب، بدکاریاں، ان سب کا خلاصہ وہ خطہ ہے کہ جہاں سے کبھی اسلام ابھرا تھا۔ دولت، دولت، علم سے ان کو بیر ہے۔ دوسری طرف کچھ ایسے بھی ہیں جو علم اس طرح رکھتے ہیں کہ ترک دنیا کر دیتے ہیں، تو اگر وہ شیطان کے بہکانے میں آ گئے تو شیطان کی مراد حاصل۔ یہ شیطان کے بہکانے میں آ گئے تو شیطان کی مراد حاصل۔ معاف کریں گے، وہی

صورت حال ہمارے یہاں ہے کہ دو اچھی چیزوں کو شیطان ہمارے درمیان ٹکرا رہا ہے عبادت عزاداری، عزاداری عبادت۔ یہ ٹکرانے کی چیزیں ہیں؟ آپ عبادت کر سکتے ہیں بغیر ذکر آل محمدؐ کے؟ کوئی صاحب بتائیں، دھوپ میں لوگ کھڑے ہیں کوئی ایک صاحب بتائیں؟ نماز بغیر محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوٰۃ پڑھے پوری ہو سکتی ہے؟ آپ پوری نماز پڑھ لیں اور جتنے فن قرآت ہیں سب صرف کر دیں، جتنے فن تجوید ہیں سب صرف کر دیں لیکن بغیر صلوٰۃ کے اگر تشہد پڑھا جائے تو کیا نماز صحیح ہوگی؟ تو نماز کہے گی کہ تم نے محمدؐ و آل محمدؐ کو چھوڑ کر سلام پھیرا تو ہمارا تم پر سلام، ہم چلے۔ کوئی عبادت بغیر آل محمدؐ کی محبت کے قبول ہو سکتی ہے، ان کے ذکر کے بغیر قبول ہو سکتی ہے؟

یہ جو میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا نماز کا خطبہ دے رہا ہوں، اصل میں چار رکعتیں ہیں نماز جمعہ کی۔ جیسا کہ معصومؑ نے فرمایا ہے دو رکعتوں کے بجائے دو خطبے ہوتے ہیں۔ دو خطبے آپ کے سامنے دیے جا رہے ہیں۔ پہلا خطبہ پہلی رکعت کی جگہ ہے، دوسرا خطبہ دوسری رکعت کی جگہ ہے۔ مگر ہمیں کیا حکم ہے کہ پہلے خطبہ میں موعظت و نصیحت، حالات حاضرہ، اللہ کی حمد و ثنا جو چاہے بیان کرو مگر دوسرے خطبہ میں آل محمدؐ کا ذکر ہو، دوسرے خطبہ میں اہل بیت رسولؐ کا ذکر ہو۔ اگر ہم دوسرے خطبہ میں اہل بیت رسولؐ کا ذکر نہ کریں تو کیا یہ خطبہ صحیح ہوگا؟ نماز جمعہ صحیح نہیں ہے اگر ہم نے آل محمدؐ کا ذکر نہیں کیا۔ تو وہ کون سی عبادت ہے جو کہ اہل بیت رسولؐ کے ذکر کے بغیر پوری ہو سکے؟

کیا آپ عزاداری بہ طریقہ ہدایات معصومینؑ کریں تو کیا وہ عبادت سے خالی ہے؟ ہر شب جمعہ آپ کو اس کی پابندی کرنی چاہیے، بہت ثواب ہے، بہت تاکید ہے۔ خاص طور سے کہ آپ زیارتِ وارثہ پڑھیں، بہت تاکید ہے بہت ثواب ہے۔

کیا یہ زیارت وارثہ میں نے بنائی ہے؟ کیا زیارت وارثہ سرکار ناصر الملت نے بنائی ہے؟ کیا زیارت وارثہ سرکار نجم الملت نے بنائی ہے؟ زیارت وارثہ جناب غفرانمآب نے بنائی ہے؟ زیارت وارثہ علامہ حلی نے بنائی ہے؟ زیارت وارثہ کس مجتہد نے بنائی ہے، آپ بتائیں؟ زیارت وارثہ وہ زیارت ہے جو وارثِ حسینؑ نے آپ کو تعلیم دی ہے۔ بے شک زیارت ماثورہ ہے، معصومینؑ نے جو زیارت آپ کو تعلیم دی ہے وہ ہے یہ زیارت۔ آپ زیارت پڑھتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ وَ اَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اَطَعْتَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ۔

واہ بھئی واہ! ایک بے نمازی جو زکوٰۃ بھول کر بھی نہ ادا کرتا ہو، ایک وہ شخص کہ جس نے زندگی میں کبھی امر بالمعروف نہ کیا ہو وہ بڑھ کر گواہی دیتا ہے، وہ کھڑا ہو کر سینہ تان کر گواہی دے رہا ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ آپ نے نماز کو قائم کیا اور مولا ادھر سے کہیں کہ آپ کیا کر رہے ہے؟ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے زکوٰۃ دی، اگر کربلا سے سوال ہو جائے اور آپ؟ ہم گواہی دیتے ہیں کہ امر بالمعروف آپ نے کیا، ادھر سے سوال ہو جائے کہ آپ؟ کیا جواب دیں گے آپ؟ وَ اَطَعْتَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ زندگی کے آخری لمحہ تک آپ اللہ کی اطاعت کرتے رہے۔ وہ پوچھ لیں کہ آپ زندگی کے آخری لمحہ تک کیا کریں گے؟ آپ کیا جواب دیں گے؟ خدا کے لیے اپنے ہوش وحواس میں رہیے، ہوش وحواس نہ کھوئیے۔ بٹیریں لڑاتے لڑاتے، مرغیاں لڑاتے لڑاتے، کنکوے لڑاتے لڑاتے یہ نہ کیجیے کہ نماز اور عزاداری کو لڑانے لگیے، عزاداری اور عبادت کو لڑانے لگیے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ لڑانا بھی گناہ ہے، وہ لڑانا آپ کو گناہگار بنائے گا، یہ لڑانا آپ کو اسلام کی حدوں سے نکال دے گا، آپ کو اہل بیت کے شیعوں سے نکال کر

پھینک دے گا اگر آپ نے عزاداری اور عبادت کو لڑایا۔ عزاداری اپنی جگہ پر، عبادت اپنی جگہ پر۔ آپ لڑاتے ہیں اللہ کی عبادت کو۔ عبادت بہتر ہے یا عزاداری بہتر ہے؟ عزاداری بہتر ہے یا عبادت بہتر ہے؟ نماز بہتر ہے کہ ماتم بہتر ہے؟ ماتم بہتر ہے کہ نماز بہتر ہے؟

میں ان سے کہنا چاہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ نماز بہتر ہے عزاداری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اچھا۔ اگر عزاداری کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو مجمع اٹھے کدال لے کر اور اس امام باڑے کو کھود کر پھینک دے، جب عزاداری کی ضرورت نہیں ہے۔ گیارہ برس میں امام باڑہ بنا ہے، بائیس سال میں کھود کر پھینک دیجیے اس کو۔ پھر لکھنؤ کے جتنے امام باڑے ہیں سب کو آپ منہدم کر دیں۔ اس لیے کہ جب عزاداری کی ضرورت نہیں تو امام باڑوں کی کیا ضرورت ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ نماز کی ضرورت نہیں تو بسم اللہ، یہ مسجد حاضر ہے، پہلے اس کو کھود کر پھینک دیجیے۔ یاد رکھیے آپ کہ کوئی انسان معاذ اللہ، استغفر اللہ، اگر آپ میں محبتِ اہلِ بیتؑ کا ایک شمہ بھی باقی ہے، اگر ایک شمہ بھی باقی ہے تو اگر کوئی حسینؑ کی طرف منسوب یادگار کی توہین کرنا چاہے گا تو آپ خود ہی سینہ سپر بن جائیں گے کہ ہم جان دے دیں گے لیکن اس کو کھُدنے نہیں دیں گے۔ اور جو لوگ اس انداز سے گفتگو کرتے ہیں کہ جیسے نمازوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ باخدا میں ان کی طرف سے بھی کہتا ہوں کہ اگر کسی مسجد کی بے حرمتی ہوگی تو وہ سینہ سپر بن جائیں گے کہ ہم مسجد نہیں کھُدنے دیں گے، یہ اللہ کا گھر ہے۔ تو یہ کیسی بات ہے جو عزاداری کو کہتے ہیں کہ سب کچھ ہے، وہ مسجد کو نہیں کھدنے دیں گے۔ جو کہتے ہیں کہ مسجد سب کچھ ہے وہ امام باڑے کو نہیں کھدنے دیں گے۔ تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے؟ ان باتوں سے آپ اپنے کو ہشیار رکھیں۔ یہ شیطان ہے جو آپ کے درمیان آگیا

ہے۔ عزاداری ہمارے منصب کا کا جزو ہے، عبادت ہمارے دین کا جزو ہے۔ نہ اس کو اُس سے لڑائیے نہ اُس کو اِس سے لڑائیے۔ عزاداری اپنی منزل پر ہے، عبادت اپنی منزل پر ہے۔ نماز کا وقت آنے پر نماز پڑھیے عزاداری کا وقت آنے پر عزاداری کیجیے۔ یہ بھی آپ کا فرض ہے وہ بھی آپ کا فرض ہے۔

میں بہت شرمندہ ہو رہا ہوں کہ آج میرا خطبہ ذرا طویل ہو رہا ہے۔ لیکن بس ڈیڑھ منٹ کے اندر اندر آپ کی زحمتوں کو ختم کر رہا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں۔

آخر میں بس ایک بات میں آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں کہ میری پوزیشن اس لکھنؤ میں ایک عجیب سی ہو گئی ہے۔ اس لیے کہ میں نے اپنا اصول یہ بنایا تھا کہ میں یہ نہیں دیکھتا تھا، اول تو میری کوئی پارٹی ہی نہیں تھی نہ میرا کوئی گروپ۔ میں نے مجلسوں میں آپ کے سامنے کہا کہ ہر وہ شخص جو لا الٰہ الا اللہ کہے، محمد رسول اللہ کہے، علی ولی اللہ کہے، وہ میرا بھائی ہے، وہ میری پارٹی ہے۔ اصول میں نے یہ بنایا تھا کہ کوئی بھی انسان چاہے وہ میرا مخالف ہو، کوئی بھی گروپ چاہے وہ میرا مخالف ہو، اگر وہ اچھی بات کرتا ہے تو میں یہ نہیں دیکھتا تھا کہ میرا موافق ہے یا مخالف۔ میں اس کی جو بھی میرے امکان میں تعاون تھا، میں کسی حد تک کرتا تھا۔ یہ ایک میرا اصول تھا جس کے آپ شاہد ہیں۔ اس کا خمیازہ مجھے یہ بھگتنا پڑا کہ اس آدمی یا اس گروپ سے اگر کوئی غلطی ہو گئی تو وہ میرے اوپر تھوپ دی گئی۔ میں نیکی کا ساتھی ہوں، برائی کا ساتھی نہیں ہوں۔ کوئی بھی آدمی، کوئی بھی گروپ اگر کوئی اچھی بات کر رہا ہے تو میں اس کے ساتھ تعاون کرتا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ میں اس کا ذمہ دار بن گیا، میں اس کا سرپرست بن گیا کہ وہ کچھ بھی کرے میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ ایسی بات نہیں، میں دکھتی رگوں کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔ میرے مزاج سے، میری طبیعت سے آپ حضرات واقف ہیں۔ میں آپ ہی کے درمیان

پیدا ہوا ہوں، آپ ہی کے درمیان پلا ہوں اور آپ ہی کے درمیان بڑھ رہا ہوں اور اس عمر تک پہنچ گیا ہوں۔ لیکن آج مجبوراً یہ بات آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ میرا لکھنؤ میں کسی پارٹی، کسی گروپ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ میرا اصول صرف یہی تھا کہ جو کوئی اچھا کام کرتا تھا، میں اس کے اچھے کام میں اس کا ساتھ دیتا تھا، برے کام کا میں ذمہ دار نہیں ہوں چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ لیکن اب مجبوراً میں آپ کے سامنے یہ اعلان کر رہا ہوں کہ آج سے کوئی بھی میری پارٹی نہیں ہے۔ نہ تھی اور نہ ہے۔ (صلوٰۃ)

(جمعۃ الوداع ۲۰ اپریل ۱۹۹۰ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَنَا وَعَلِیٌّ اَبَوَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

حضرت رسولؐ خدا کی یہ حدیث مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا، میں اور علی اس امت کے دو باپ ہیں۔ اگر وہ ہمارے لیے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں تو ہم ان کے لیے اولاد کی۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اگر ایک باپ ایسا ہو کہ جس میں کوئی برائی نہ پائی جاتی ہو، باپ ایسا ہو کہ جس کا دامن کسی بھی اچھائی سے خالی نہ ہو اور اولاد ایسی ہو کہ جس میں کوئی اچھائی پائی نہ جاتی ہو اور کوئی برائی ایسی نہ ہو جو اس میں پائی نہ جاتی ہو تو آپ خود غور کریں کہ اس باپ کے دل پر کیا گزرے گی۔ میں ایسا ہوں اور میری اولاد ایسی! اگر اسی ایک حقیقت کو سامنے رکھیں کہ ہماری زندگی کا انداز ایسا ہونا چاہیے کہ وہ ہستیاں جنھیں ہمارا باپ قرار دیا گیا ہے، ہماری طرف سے ان کو اذیت نہ پہنچے۔ اگر ہم کچھ نہیں کر سکتے تو انھیں اذیت بھی نہ پہنچائیں تو ہماری زندگی میں بالکل تبدیلی آسکتی ہے۔

میں آپ کے سامنے کتنی مرتبہ عرض کر چکا ہوں اور یہ بات اہم ہے اور بنیادی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ بات آپ کے دل پر لکھ جائے۔ رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے اَلْجَهْلُ اَصْلُ كُلِّ شَرٍّ وَالْعِلْمُ اَصْلُ كُلِّ خَيْرٍ۔ دنیا میں جتنی برائیاں ہیں سب

جہالت سے پیدا ہوتی ہیں اور جتنی بھی اچھائیاں ہیں سب علم سے پیدا ہوتی ہیں۔ میں اس وقت آخرت کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ آپ دنیا کو دیکھ لیجیے۔ یہ بات جو میں کہتا ہوں اسے آپ اچھی طرح گرہ میں باندھ لیں۔ میرے عزیزو! اگر آپ ایجوکیشن اور تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اگر اب بھی آپ کا پیسہ فضولیات میں صرف ہوتا رہا، اگر اب بھی آپ کا وقت رات کو فلموں کے دیکھنے میں صرف ہوتا رہا۔ میں کہتا ہوں وی، سی آر خوب چلیں اور فلموں کا دیکھنا واجب ہے۔ وی، سی، آر جزو دین ہے، استغفراللہ! لیکن سوال یہ ہے کہ کس وقت تک؟ اگر یہ واجب بھی ہوتا تو حکم ثانوی کی حیثیت سے اس وقت تک حرام ہو چکا ہوتا۔ اس لیے کہ یہ وی، سی، آر اور یہ فلمیں آپ کے وقت کو کھائے جا رہی ہیں۔ یہی وقت وہ وقت ہے جس کو آپ پہچان لیں۔ خود بھی پڑھیں اور اپنے بچوں کو پڑھنے پر مجبور کریں تو اس قوم کی کایا پلٹ ہو جائے گی۔

اسی طرح سے وہ پیسہ جو آپ کا فضولیات میں صرف ہوتا ہے۔ شادی میں صرف ہو رہا ہے۔ کل میں ایک شادی میں گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میری بات کو انھوں نے مانا۔ لڑکے نے مہر ادا کر دیا اور جہیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ لیکن سجاوٹ وہاں ایسی تھی کہ جیسے واجد علی شاہ کی شادی ہو رہی ہو۔ ذرا غور کیجیے، اتنی زبردست سجاوٹ اور آرائش اور وہ بجلی کی روشنی کہ الاماں۔ ہزارہا ہزار روپیہ خرچ کر دیا۔ میں کہتا ہوں اس سے کیا حاصل ہے؟ بجائے اس کے کہ آپ سڑکوں کو روشن کریں، بجائے اس کے کہ آپ گلیوں کو روشن کریں، بجائے اس کے کہ آپ پنڈال کو روشن کریں۔ خدا کے لیے آپ غور کیجیے، پنڈالوں کی روشنی، سڑکوں کی روشنی، گلیوں کی روشنی آپ کے لیے زیادہ ضروری ہے یا علم کے چراغ سے آپ کے دماغ کی روشنی زیادہ ضروری ہے۔ یہ بات آپ یاد رکھیے کہ اگر اب بھی آپ نے علم کی اہمیت کو نہیں سمجھا تو آخرت تو جا ہی رہی ہے دنیا بھی آپ کے ہاتھ سے چلی جائے گی۔

دیکھیے میں آپ کے سامنے دو اور دو چار کی طرح سے بات کرتا ہوں۔ آپ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ دیکھیے جب انسان کے پاس علم نہیں ہوتا ہے اور دوسری قوم کے پاس علم ہوتا ہے تو اس کمیونٹی (قوم) کے پاس کوئی انڈسٹری یا کوئی صنعت بچی بھی ہے تو وہ بھی دھیرے دھیرے ادھر چلی جاتی ہے جدھر علم، نالج اور ڈگریاں ہوتی ہیں۔ آپ غور کریں اور ملاحظہ فرمائیں جو بات میں کہہ رہا ہوں۔ علی گڑھ میں تالوں کی صنعت مشہور تھی یا نہیں؟ علی گڑھ کے تالوں کی صنعت سو فی صد مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی اور اب اسّی فیصد غیر مسلموں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ کیوں چلی گئی؟ مسلمان جاہل کے لٹھ وہ تعلیم یافتہ۔ اُن کو ایک ایک چیز معلوم ہے، ان کو نئے طریقے معلوم ہیں۔ اس لیے اس وقت اسّی فیصد غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جا چکی ہے یہ صنعت۔

مراد آباد کے برتنوں کی صنعت سو فی صد مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی لیکن مسلمان وہی جاہل کے لٹھ۔ جاہل کے لٹھ کو نئے طریقے تو آتے نہیں۔ پردادا نے کہا تھا، جیسے ہمارے یہاں باورچی ہوتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے ولیمے میں جو کھانا تیار کیا گیا تھا وہی اب تک تیار ہوتا چلا آرہا ہے۔ آپ چاہے جہاں جاکر دیکھ لیجیے وہی شیرمال، کباب، پراٹھے، پلاؤ، دو چار چیزیں آتی ہیں۔ ان کے علاوہ آتا ہی نہیں ہے۔ اسی طرح سے اب وہ تو دقیانوسی تھے لیکن جو تعلیم یافتہ لوگ تھے انھوں نے نئے طریقے سیکھے، نئے کانٹیکٹ پیدا کیے۔ باہر اکسپورٹ کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ کیا ہوا؟ کہ آج جتنی بھی مراد آبادی برتنوں کی صنعت تھی وہ تقریباً سب کی سب غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جا رہی ہے۔ یہی صورت بنارسی ساڑیوں کی ہے۔ بنارسی ساڑیاں ایک زمانہ میں سو فی صد مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھیں لیکن آج وہ صنعت غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جا چکی ہے۔

آپ لکھنؤ میں آجائیے۔ لکھنؤ میں چکن کا کاروبار۔ آنکھیں کون پھوڑتا ہے؟ ہماری بیٹیاں۔ آنکھیں کون پھوڑتا ہے؟ ہماری بہنیں۔ آنکھیں کون پھوڑتا ہے؟ ہماری مائیں۔ کیا ملتا ہے ان کو؟ چار روپیہ، چھ روپیہ، دس روپیہ اس محنت کے اوپر۔ یہ مہاجن، توندوالے، یہ لکھ پتی ہو رہے ہیں۔ کیوں ہو رہے ہیں؟ اس لیے کہ عورتیں جاہل ہیں اور وہ تعلیم یافتہ ہیں۔ غور کیا آپ نے! یا تو یہ صنعت ہمارے پاس سے نکل جائے گی یا ہماری حیثیت صرف اور صرف مزدوروں کی ایسی ہو جائے گی۔ آنکھیں ہماری پھوٹیں گی، صحتیں ہماری خراب ہوں گی، پیسہ دوسروں کو ملے گا۔ کوٹھیاں دوسروں کی بنیں گی اور ہم کوٹھیوں سے کوٹھریوں میں آجائیں اور وہ کوٹھریوں سے کوٹھیوں میں پہنچ جائیں گے۔ یہی اس وقت ہندوستان میں ہو رہا ہے مگر آپ کی سمجھ میں بات نہیں آتی۔

یہی صورت زردوزی کی بھی ہے۔ میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں یہی صورت زردوزی کی بھی ہو گی۔ یہاں پر جو کارخانہ دار حضرات تشریف فرما ہیں وہ سب میرے بھائی ہیں۔ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اس بات کا انتظام کریں کہ ان کے یہاں جو لوگ نفری کا کام کر رہے ہیں ان کے لیے دو باتوں کا خیال رکھیں۔ ایک یہ کہ ان کے لیے میڈیکل فیسلیٹی (طبی سہولت) کیونکہ اکڑوں بیٹھے بیٹھے ان کی صحتیں خراب ہو جاتی ہیں۔ غور کیا آپ نے۔ دیکھیے آپ برا نہ مانیں۔ میں افراد کو دیکھوں گا یا قوم کو دیکھوں گا؟ میں افراد کو نہیں دیکھوں گا، میں پوری قوم کو دیکھوں گا، دو، چار، دس، پندرہ کارخانہ داروں کو نہیں دیکھوں گا۔ آپ خود فیصلہ کریں۔ میں کسی کا مخالف نہیں ہوں۔ یہ کارخانے زردوزی کے ٹی بی کے اڈے ہیں۔ ایک گھڑا رکھا ہوا ہے۔ ٹی بی متعدی مرض ہے اگر خدانخواستہ اس کارخانہ میں کسی ایک آدمی کو بھی ٹی بی ہے تو جتنے بھی اس گھڑے سے پانی پئیں گے سب متاثر ہوں گے۔ اس لیے ان

باتوں کا دھیان رکھیں کہ جو اُن کے یہاں کام کرنے کے لیے آرہے ہیں وہ ان کے دشمن نہیں ہیں ان کے بھائی ہیں، وہ ان ہی کی قوم کے فرد ہیں۔ لہٰذا پہلی بات یہ ہے کہ ان کی صحت کا سب سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود اپنے بچوں کو اور وہ جوان کے کارخانوں میں کام کررہے ہیں ان کے بچوں کی تعلیم کا مکمل انتظام ہونا چاہیے۔

یہ بات آپ یاد رکھیں۔ دیکھیے دو چیزیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ ایک ہوتی ہے انڈسٹری، ایک ہوتا ہے فیشن۔ انڈسٹری کی لائف ہوتی ہے فیشن کا کوئی اعتبار نہیں۔ آج زردوزی اس لیے چل رہی ہے کہ عورتیں ساڑیاں پہنتی ہیں۔ فرض کیجیے کہ کل یہاں یورپ اور امریکہ کی تہذیب آگئی جہاں پر لوگ مغربی لباس پہنتے ہیں جب کوئی ساڑیاں پہننے والا نہ ہوگا تو زردوزی کی ساڑیاں پہنے گا کون؟ تو فیشن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، انڈسٹری کا اعتبار ہوا کرتا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں، میں کارخانے داروں کا دشمن نہیں۔ آپ کارخانہ چلا رہے ہیں چلائیے، مگر جو پیسہ حاصل ہو رہا ہے اس سے اپنے بچوں کو بھی بہتر سے بہتر تعلیم دلوائیے اور وہ لوگ جو آپ کے یہاں کام کررہے ہیں ان کے بچوں کی تعلیم کا بھی بندوبست رکھیے۔ اس لیے کہ جب تعلیم انسان کے پاس ہوتی ہے تو آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور جب آنکھیں ہوتی ہیں تو ایک راستہ اگر بند ہوجائے تو دوسرا راستہ دیکھ لیتا ہے اور اگر آدمی کی آنکھیں بند ہوتی ہیں تو جب ایک راستہ بند ہوجاتا ہے تو دوسرا راستہ وہ سوچ نہیں پاتا۔

بہر حال پھر میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ تعلیم، تعلیم، تعلیم۔ اگر آپ اس دور میں عزت کی زندگی بسر کرنا چاہیں اور اپنے حالات کو بدلنا چاہتے ہیں تو آپ فاقہ کریں کچھ بھی کریں لیکن تعلیم کے اخراجات میں کسی صورت سے کمی نہ ہونے پائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ میں نے آپ کی خدمت میں کئی مرتبہ عرض

کیا اور پھر میں ایک مرتبہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر آپ کے یہاں کوئی ایسا بچہ ہے جو بہت زیادہ ذہین ہے مگر اس کے والدین غریب ہیں، اپنے بچوں کو پڑھوا نہیں سکتے، میرے الفاظ آپ یاد رکھیے گا یہ نہ کہیے گا کہ آپ نے کہا تھا اور مکر گئے۔ میں خود آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں اگر ایسے بچوں کے والدین ان کو نہیں پڑھا سکتے تو میں باپ بن کر ان کو پڑھاؤں گا۔ میں جتنا کر سکتا ہوں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ آپ چاہے مجھے گائے کی طرح دوہیں یا قصائی کی طرح ذبح کر کے کھا جائیں، یہ آپ کی اپنی مرضی ہے۔ بہر حال میری جو تمنا ہے، جو آرزو ہے وہ یہ ہے کہ میں جب دنیا سے اٹھوں تو کم سے کم یہ دیکھوں کہ میری قوم کا طرز فکر تعلیم کے بارے میں بدل گیا ہے۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، مَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِي۔

حضرات! آج کی تاریخ انتہائی مبارک و مسعود تاریخ ہے۔ معصومۂ عالم کی ولادت کی تاریخ ہے جس کی ایک خصوصیت وہ ہے کہ جو دنیا میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ سیدۃ نساء العالمین جناب مریم بھی تھیں اور جناب فاطمہ زہرا بھی تھیں۔ مرتبہ میں فرق ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ معصومہ اگر وہ تھیں تو معصومہ یہ بھی ہیں۔ لیکن ایک خصوصیت جو فاطمہ زہراؑ کی ہے وہ دنیا میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ بی بی وہ بی بی ہے جو دو حیثیتوں سے ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایک تو گیارہ اماموں کی ماں جن میں کا ایک امام اب بھی پردۂ غیبت میں ہے۔ دوسرے یہ کہ نہ صرف گیارہ اماموں کی ماں ہیں بلکہ جن کے لیے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ "ام ابیہا" یہ بیٹی رشتہ کے اعتبار سے میری بیٹی ہے لیکن میرے لیے یہ ایک ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف رسالت کی ماں ہیں اور دوسری

طرف امامت کی ماں ہیں۔ اس سے بڑا شرف، اس سے بڑی عظمت اور کیا ہو سکتی ہے اس کی جس کی ولادت باسعادت کی آج تاریخ ہے۔

عظمت فاطمہؑ کا اندازہ کرنے کے لیے رسولؐ کا برتاؤ کافی ہے۔ صحیح ترمذی کے الفاظ ہیں کُلَّمَا دَخَلَتْ فَاطِمَۃُ .... ایک دو مرتبہ کی بات نہیں ہے بلکہ جب بھی فاطمہ زہراؑ رسولؐ کے پاس آتی تھیں، رسولؐ ان کو دیکھ کر بے ساختہ کھڑے ہو جاتے تھے، ان کے ہاتھوں کے بوسے لیتے تھے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ یہ رسولؐ کی بیٹی ہیں اور رسولؐ کی بیٹی کی یہ عظمت ہے کہ جن کی تعظیم کے لیے سرورِ کائنات نے، سے بڑی ذات اس دنیا میں پیدا نہیں ہوئی اور نہ صبح قیامت پیدا ہوگی۔ وہ ذات گرامی اپنی بیٹی کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی۔

برادرانِ عزیز! اگر میں کہوں تو غلط نہ ہوگا۔ یہ حدیث تو نہیں ہے اور نہ میں نے کہیں دیکھا ہے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ اگر علیؑ اور رسولؐ امت کے لیے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں تو فاطمہ زہراؑ امت کے لیے ماں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تو اولاد کو ہمیشہ ماں کا اتباع کرنا چاہیے، اولاد کو ہمیشہ ماں کی پیروی کرنی چاہیے۔ جب معمولی ماؤں کے لیے ارشاد ہے کہ جنت ان کے پیروں کے نیچے ہے تو فاطمہ زہراؑ کے لیے میں کیا عرض کروں، میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ جن الفاظ کے ذریعہ میں عظمت فاطمہؑ کا آپ کے سامنے اعتراف کروں۔ آج میں فاطمہؑ زہرا کے ماننے والوں سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آج بڑی محفلیں ہوتی ہیں، قصیدہ خوانیوں میں آپ شرکت کرتے ہیں، بہت ثواب ہے لیکن یہ ثواب اسی وقت ہے کہ جب آپ قصیدہ خوانیوں اور محفلوں سے کچھ لے کر اٹھیں۔ یہ ثواب اسی وقت ہے جب آپ کچھ طے کر کے اٹھیں ایسا تو نہیں کہ فاطمہ زہراؑ کی بہو بیٹیاں ایسی ہوں جو محض غربت کی وجہ سے شادی سے محروم رہی جا رہی ہوں تو آپ فاطمہ زہراؑ کو کیا جواب دیں گے؟

کتنا بڑا ظلم ہے یہ کہ اس لکھنؤ میں میری اطلاع میں بہت سی بیچاری بچیاں ایسی ہیں جن کی کوئی خطا نہیں ہے، جن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ان کا قصور صرف یہ ہے کہ ان کے ماں باپ کے پاس جہیز دینے کے لیے پیسہ نہیں ہے تو آپ ان کی بیٹیوں کو یہ سزا دے رہے ہیں کہ تمھاری بیٹیاں بوڑھی ہو جائیں گی مگر ہم ان کے ساتھ شادی نہیں کریں گے۔ اگر آپ ان کے ساتھ شادی کرتے تو ان سے نسلیں چلتیں۔ ان نسلوں سے کوئی بھی بچہ پیدا ہو سکتا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ محض ایک جہیز کی لالچ کی وجہ سے آپ نسلوں کے قاتل بن رہے ہیں۔ اگر انسان ایک انسان کا قاتل ہو تو اللہ کہتا ہے کہ پوری دنیائے انسانیت کو قتل کر دیا اور آپ نے قیامت تک آنے والی پوری نسل کا سلسلہ ختم کر دیا، آپ اس کے قاتل بن گئے۔ تو آپ خود سمجھ لیں کہ آپ کا انجام کیا ہوگا؟

میرے عزیزو! میں چاہتا ہوں کہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میری آواز پر دو چار بھی لبیک کہنے والے ہوتے تو میں ڈرتے ڈرتے اس وقت یہ کہتا کہ دو چار نوجوان اٹھیں اور اس بات کا اعلان کریں کہ ہم فاطمہ زہرا کا نام لے کر یہ عہد کرتے ہیں، قسم کھاتے ہیں کہ نہ ہم جہیز لیں گے اور نہ ہم اپنے والدین کو جہیز لینے دیں گے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت اس سے بڑی عبادت اور کوئی نہیں ہے۔ ایک کافرانہ، ایک مشرکانہ، ایک ہندوانہ رسم کو اپنی کونسلی، اپنی قوم سے اکھاڑ کر پھینک دیں لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بہت مشکل ہے۔ میں بہت غور کر کے اس نکتہ پر پہنچا ہوں لیکن یہ واقعیت ہے۔ آپ غور کریں میں جتنا بھی کہوں آپ لاٹری نہیں چھوڑیں گے میں جتنا بھی کہوں، علماء جتنا بھی کہیں آپ جہالت نہیں چھوڑیں گے۔ میں جتنا بھی کہوں آپ جہیز نہیں چھوڑیں گے۔ آخر کیوں؟

میں نے اس بات پر بہت غور کیا لیکن اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جب کوئی قوم

ڈوبنے لگتی ہے اور جب کوئی قوم زوال کی طرف مائل ہوتی ہے تو عجیب و غریب مرحلہ یہ ہے کہ اس قوم کو ان اسباب سے محبت ہو جاتی ہے جو ان کے لیے باعثِ زوال ہوں۔ آپ قوموں کی تاریخ کو پڑھ لیں اور جا کر دیکھیے کہ میں نے جو بات آپ کے سامنے کہی ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ یہ عجیب مصیبت ہے کہ جب کوئی قوم زوال پذیر ہوتی ہے، ڈوبنے لگتی ہے اور گرنے لگتی ہے تو وہ چیزیں جو قوم کو گرانے والی ہوتی ہیں، ڈبونے والی ہوتی ہیں، مٹانے والی ہوتی ہیں، وہ سب چیزوں کو چھوڑنے پر تیار رہتی ہے لیکن ان چیزوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتی جو اس کے خاتمہ کا سبب بن جائیں۔

بہرحال، محبت میں انسان بڑی سے بڑی قربانیاں دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ آپ کو لاٹری سے بڑی محبت ہو گئی ہے۔ آپ کو جہالت سے بہت محبت ہے، مجھے معلوم ہے۔ آپ کو جہیز سے بہت محبت ہے مجھے معلوم ہے۔ لیکن شہزادیؑ کونین کی ولادت باسعادت کے موقع پر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ محبت تو آپ کو بے شک ہے۔ محبت آپ کو لاٹری سے بھی ہے، محبت آپ کو جہالت سے بھی ہے مگر اتنا بتائیے کہ آپ کو اہل بیتؑ سے زیادہ محبت ہے یا ان چیزوں سے! اہل بیتؑ کے دشمنوں کی محبت اور اہل بیتؑ کی محبت ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتی۔ میرا اشارہ آپ سمجھ لیجیے۔ جو فلسفہ آپ کا ادھر رہتا ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اہل بیتؑ کو بھی چاہتے ہیں اور اہل بیتؑ کے دشمنوں کو بھی چاہتے ہیں، آپ سب سینہ تان کر ان سے کہتے ہیں کہ دوست اور دشمن کی محبت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ تو آپ مجھے اتنا بتائیں کہ اہل بیتؑ جہالت کے دشمن ہیں یا نہیں، اہل بیتؑ لاٹری کے دشمن ہیں، اہل بیت جہیز کے دشمن ہیں یا نہیں؟ تو اگر وہ محبت اہل بیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تو یہ محبت بھی اہل بیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ یا ان محبتوں کو لے لیجیے یا پھر ان محبتوں کو لے لیجیے۔ (صلوٰۃ)

(جمعہ ۱۷ دسمبر ۱۹۹۳ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۰

ارشاد اقدس الٰہی ہے کہ اے صاحب ایمان! تم مکمل حیثیت سے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اس لیے کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔

برادران عزیز! ہمارے درمیان ایک بہت بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم مطمئن رہتے ہیں یہ سوچ کر کہ ہمارا عمل خراب ہو تو ہو مگر ہمارا عقیدہ درست ہے بنیادی بات میں آپ کے سامنے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رسولؐ نے بھی ارشاد فرمایا ہے اور ہر امامؑ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ جب ہماری طرف منسوب بات تم تک پہنچے تو تم اسے یوں ہی تسلیم نہ کرلو بلکہ پہلے قرآن سے مطابقت کر کے دیکھو، اگر قرآن اس کی تائید کر رہا ہے تو سمجھو کہ قرآن ناطق نے کہا ہے اور اس کی طرف صحیح بات منسوب کی گئی ہے۔ اور اگر قرآن اس کی تردید کر رہا ہے تو سمجھ لینا کہ وہ بات ہماری زبان پر جاری نہیں ہوئی ہے۔

تو جب ائمہ طاہرینؑ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے دل میں کبھی یہ خیال آئے کہ ہمارا عقیدہ درست ہے ہمارا عمل ہی تو خراب ہے تو ہم کو اسے قرآن کے مطابق قرآن مجید سے مطابقت کر کے دیکھنا چاہیے اور check کرنا چاہیے کہ ہمارا یہ نظریہ درست ہے یا غلط، اگر قرآن مجید یہ کہہ دے کہ یہ نظریہ ہمارا درست ہے تو ہم کو مان لینا چاہیے اور اگر قرآن اس کی تردید کر دے تو ہم کو اپنی غلط فہمی دور کر لینا چاہیے۔ میں آج آپ کے سامنے

صرف تین آیتوں کے ٹکڑے پڑھتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہمارا نظریہ ہمارا عقیدہ صحیح ہے، ہمارا عمل غلط ہے تو ہوا کرے لیکن عقیدہ کی صحت ہم کو آخرت میں نجات دلا دے گی۔ بنیادی بات میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ جس کو ہدایت نہ کرے دنیا میں کیا اس کو کوئی ہدایت کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ آپ بھی اس بات کو مانتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی کہا ہے کہ اللہ جس کو ہدایت نہ کرے اسے دنیا میں کوئی طاقت ہدایت نہیں کر سکتی۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں اللہ کیا فرماتا ہے؟ پہلی بات تو اللہ یہ فرماتا ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ٥

اللہ فاسقوں اور بدکاروں کی ہدایت نہیں کرتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں بدکاری ہوگی، جہاں فسق و فجور ہوگا وہاں اللہ کی طرف سے ہدایت ملنے کا اور اس کی طرف سے رہنمائی ملنے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اور جب اللہ کی طرف سے رہنمائی نہ ملے تو پھر اللہ کو چھوڑ کر ہماری رہنمائی اور ہماری ہدایت کون کر سکتا ہے اور ہمیں راستہ کون بتا سکتا ہے۔ دوسری آیت سورہ جمعہ میں ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥

اللہ ظلم کرنے والوں کی ہدایت نہیں کرتا۔ تو اب آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ ہدایت یافتہ ہیں یا خدانخواستہ گمراہ ہیں یا آپ کے کردار میں ظلم تو نہیں پایا جاتا۔ ظلم دو طرح کا ہوتا ہے، انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، انسان اپنی اولاد پر ظلم کرتا ہے، انسان اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے، انسان اپنے دوستوں پر ظلم کرتا ہے، انسان اپنے دشمنوں پر ظلم کرتا ہے۔

ظلم ایک ایسی شے ہے کہ جس کو اسلام برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلام کہتا ہے کہ تم تو تم، تمہارے دوست اور تمہارے بیوی بچے تو اپنے ہیں، تم کو دشمنوں پر بھی ظلم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن آج آپ ملاحظہ کریں کہ ہماری پوری زندگی ظلم سے بھری ہے کہ نہیں۔ پھر میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے تو یہاں خطبہ دینا چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ مجھے

معلوم ہوا ہے کہ آپ حضرات ناراض ہوتے ہیں تو میں آپ کو کیوں ناراض کروں؟

آپ خوش رہیں، اللہ آپ کو خوش رکھے، میں تو مجبوراً آتا ہوں۔ مولانا جعفر صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے اور انھوں نے مجھے حکم دیا کہ تم جاؤ تو میں آپ کے سامنے آگیا۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ قوم کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے، دس دس گیارہ گیارہ برس کے بچے، یہ اس لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں قلم رہیں لکھنے کے لیے یا اس لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں آری زردوزی کے چھوٹے چھوٹے آلات جو ہوتے ہیں وہ رہیں؟ یہ قوم کا ظلم ہے بچوں پر کہ جن بچوں کو پڑھنا چاہیے، جن بچوں کو تعلیم حاصل کرنا چاہیے، آپ ان کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے چاہے خفا ہو جائیں لیکن آپ کو حشر کے میدان میں جواب دہ ہونا پڑے گا، آپ کا گریبان ہوگا اور اللہ کا ہاتھ ہوگا کہ تم نے اپنے بچوں کو اس طرح سے کیوں برباد کیا؟

بچوں کو تعلیم سے دور کر دیا، بچوں پر آپ ظلم کر رہے ہیں اور آپ سمجھ رہے ہیں کہ آپ ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ نام ہمارا محمد حسین اور نام ہے ہمارا صادق علی اور نام ہے ہمارا زین العابدین۔ مگر کردار ہمارا بھگوان داس، کردار ہے ہمارا آتما رام!!

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں جہیز کا تصور کہاں ہے؟ آج ہماری کتنی بچیاں ہیں جو شادی سے محروم ہیں، صرف اس لیے کہ ان کے والدین شادی کے اخراجات نہیں اٹھا سکتے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بچوں پر ظلم کر رہے ہے اور ان سے بڑھ کر آپ اپنی بچیوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ کتنا بڑا ظلم ہے یہ۔ ذرا آپ غور کیجیے کہ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو قدرت کی طرف سے فطری Demand ہے کیا کوئی اسے دنیا میں دبا سکتا ہے؟ کیا ایک لڑکی کا دل نہیں چاہتا کہ اس کا گھر بسے؟ کیا ایک لڑکی کا دل نہیں چاہتا کہ وہ بچوں کی ماں بنے؟ اور اگر آپ اپنے غلط رسم و رواج کی بنا پر اس کے جذبات کو گھونٹ رہے ہیں

تو اس پر ظلم کر رہے ہیں۔ یا خدانخواستہ وہ بچی بہکی جاتی ہے، وہ کسی کے ساتھ بھاگی جاتی ہے تو کیا آپ اس کو ڈنڈا لے کر دوڑائیں گے؟ میں کہتا ہوں کہ ڈنڈا لے کر اس کے پیچھے کیوں بھاگتے ہیں بلکہ وہ ڈنڈا اپنے ہی سر پر ماریے۔ اس لیے کہ آپ حالات ہی ایسے پیدا کرتے ہیں کہ بچی جرم کرے۔

خدارا آپ اپنے کو سنبھالیے، آپ کدھر جا رہے ہیں؟ تو ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ جو ظلم کرنے والا ہے .... اپنے اوپر ظلم کرو، اپنے بچے پر ظلم کرو، اپنی بچیوں پر ظلم کرو، اپنی بیوی پر ظلم کرو۔ تو یاد رکھو، اگر تم اللہ کی ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے ہر طرح کے ظلم کے رجحان کو اپنے دل و دماغ سے نکال کر پھینک دو۔ یا لوگوں کے ساتھ انصاف کرو یا لوگوں سے محبت کرو، اس لیے کہ معصوم نے ارشاد فرمایا هَلِ الدِّيْنُ اِلَّا الْحُبُّ دین محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرو، یہی دین ہے۔

ہمارے یہاں کی صورت حال کیا ہے کہ ہم اپنے کو شیعان حیدر کرار بھی کہتے ہیں اور ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں کہ نہیں؟ آپ انصاف سے بتائیے، چہروں سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ دوسروں سے کتنی نفرت ہے، چہروں سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایک دوسرے سے کتنا بغض ہے جو دلوں میں سمایا ہوا ہے۔ اگر یہ بغض آپ کے دلوں میں سمایا ہوا ہے تو آپ ظالم ہیں۔ اور آپ ظالم ہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اللہ کبھی ظالم کی ہدایت نہیں کرتا۔ اور بس ایک آیت آپ کے سامنے اور پیش کر دوں

آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا ایمان درست ہے؟ جھوٹ اسی کی زبان پر آئے گا جس کے دل میں ایمان نہ ہو۔ جب قرآن کہے کہ آپ کا ایمان درست ہے تو میں سمجھوں کہ آپ کا ایمان واقعی درست ہے۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

جھوٹ کا زبان پر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے، تو

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ایمان کے یہ علامات، ایمان کا یہ معیار قرآن کریم پیش کر رہا ہے تو ایمان کے بارے میں آپ کو میری بات ماننا چاہیے یا اس کی بات ماننا چاہیے جس نے ایمان کو آپ کے لیے نازل کیا ہے، ایمان کو آپ کے لیے بنایا ہے اور قرآن میں صراحت کے ساتھ اس کی وضاحت موجود ہے۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞

قُل لَّآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا ٱلْمَوَدَّةَ فِى ٱلْقُرْبَىٰ

برادران عزیز! جس آیۂ کریمہ کو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس آیت کا نام ہے آیۂ مودت۔ اور جس کے ذریعہ سے اہل بیتؑ رسولؐ کی محبت اور اس کی مودت وہ محبت اور وہ مودت کہ جو ہم کو ہمارے بیٹوں سے ہے اس سے زیادہ ہونا چاہیے جتنا کہ ہم اپنی اولاد کو چاہتے ہیں اس سے زیادہ ہم کو اپنے اہل بیتؑ کو چاہنا چاہیے، جتنا ہم اپنی جائداد کو چاہتے ہیں اس سے بہت زیادہ ہم کو اہل بیتؑ کو چاہنا چاہیے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ کی عظمت جو کچھ بھی ہے اور جو کچھ بھی اجر دیا گیا ہے اللہ کی طرف سے یہ ان کی خدمتوں کی بنا پر ہے اور ان کی قربانیوں کی بنا پر ہے۔ اس لیے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل بیتؑ کی مخلصانہ اور اتنی عظیم قربانیاں ہیں کہ انبیاء و مرسلین نے چاہے قربانیاں بے شک پیش کی ہوں لیکن کسی نبی نے دین اور اسلام کے لیے اتنی بڑی قربانیاں پیش نہیں کیں جتنی بڑی قربانیاں اہل بیتؑ رسولؐ نے پیش کی ہیں۔ اس لیے ان کی عظمت بھی مسلم ہے، ان کی امامت بھی مسلم ہے، ان کی طہارت بھی مسلم ہے اور ان کا ہر نجاست سے دور ہونا بھی مسلم ہے اور جس شخص کے دل میں ان کی طرف سے عداوت کا ادنیٰ سے شائبہ بھی ہو اس کا آخرت اور نجات سے محروم رہنا بھی مسلم ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور نہ یہ کوئی اختلافی بات ہے۔

بڑے بڑے علمائے اہل سنت نے بھی اس بات کو اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے سوائے ان کے جن کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں اور ان کی بات میں یہاں کرنا نہیں چاہتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت تو ان کی اجر رسالت ہے اور محبت ان کی مسلم ہے، اس سے تو کوئی شخص انکار کر نہیں سکتا ہے۔ لیکن کیا واقعی ہم ان کی محبت کے تقاضے کو پورا کر رہے ہیں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے بڑی محنت سے پیسہ کمایا ہو اور جب آپ گھر پلٹ کر آئیں تو آپ دیکھیں کہ آپ کا بچہ بیمار ہے اور اس کو ۱۰۴ ڈگری بخار ہے تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے بچہ کا علاج کریں گے یا پیسہ کو بچائیں گے۔ دیکھیے یہاں زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچہ کو میں بہت چاہتا ہوں، زبان سے آپ کچھ نہیں کہیں گے مگر آپ کا عمل بتائے گا کہ آپ کسے چاہتے ہیں پیسہ کو چاہتے ہیں یا بچہ کو چاہتے ہیں؟ نہیں، جب بچہ اور پیسہ میں سوال پیدا ہو گا تو جتنا پیسہ بھی ہو گا اسے آپ خوشی خوشی قربان کر دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے کہ ہمارا بچہ صحت یاب ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کا حق ہے دوا، اور آپ کی جیب میں پیسہ ہے مگر آپ بچہ کا حق ادا کر دیتے ہیں اور پیسہ کو قربان کر دیتے ہیں۔ تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بچہ کا حق ہے تو کیا اہل بیتؑ کا حق نہیں ہے۔ اہل بیتؑ کا بھی حق ہے، یہ خمس جو آپ سے مانگا جاتا ہے۔ میں آپ کے سامنے بالکل وضاحت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ بہر حال خمس کا جو نظام ہونا چاہیے ہے وہ جیسے ہونا چاہیے ہے ویسا تو نہیں ہے، بہت افسوس کی بات ہے۔ لیکن یہ خمس کیا ہے؟ یہ اہل بیتؑ کا حق ہے اور اگر آپ نے حق کو بچایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنا پیسہ زیادہ پیارا ہے اہل بیت پیارے نہیں ہیں۔ اس کے بعد میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کسی بھی چیز کی مثال دیں۔ جو شے بھی آپ کو پیاری ہوتی ہے آپ اسے بچانا چاہتے ہیں کہ نہیں بچانا چاہتے ہیں۔ میں تو جب مانوں کہ آپ کا اپنا مکان ہو یا آپ اپنی کوئی پیاری

بنالیں یا کوئی چمن لگالیں اور کوئی آدمی آکر اسے پامال کرنے لگے تو کیا آپ اسے برداشت کریں گے؟ آپ اسے برداشت نہیں کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو چمن لگایا ہے اسے آپ کاہے سے سینچتے ہیں؟ اسے آپ پانی سے سینچتے ہیں اور اسلام اور دین کا چمن وہ ہے جسے اہل بیتؑ نے اپنے خون سے سینچا ہے۔ تو پانی سے جو چمن سینچا جائے اس کو بچانے کی آپ کو اتنی فکر ہو اور خون سے جو چمن سینچا جائے اس کو بچانے کی آپ کو فکر نہ ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیتؑ کی محبت کا دعویٰ وہ ہے کہ جو امتحان کی کسوٹی اور امتحان کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

ایک بات میں اور آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور آپ کی زحمتوں کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نے جیسا کہ عرض کیا تھا کہ آپ بے عمل نہیں ہیں بلکہ آپ بے خبر ہیں۔ آپ کو بتایا نہیں گیا ہے، آپ کی غلطی اور قصور نہیں ہے۔ آپ اہل بیتؑ سے بہر حال محبت کرتے ہیں اتنی معرفت نہیں ہے۔ وہ اچھائی ہے اور یہ برائی ہے لیکن میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر لکھنؤ کے ہر گھر میں ایک چھوٹا سا عزاخانہ موجود ہے۔ آپ سے اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کیا یہ ممکن ہے کہ آپ عزاخانہ میں لے جاکر غزل کی کوئی کتاب رکھ دیں۔ آپ کے گھر میں کتاب ہو چاہے نہ ہو لیکن گناہگار سے گناہگار شیعہ بھی یہ نہیں کر سکتا کہ وہ غزل کی کتاب لے جاکر امام باڑہ کے اندر رکھ دے۔ رکھ سکتے ہیں؟ نہیں رکھ سکتے۔ یا خدا نخواستہ کوئی نجس شے گھر میں آجائے، نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی بچہ بھی بھولے سے نجس شے کو لے کر امام باڑہ کی طرف جاتا ہے تو آپ اس کو روکتے ہیں کہ ادھر نہ جا، ادھر شہ نشین ہے، امام باڑہ ہے، یہ نجس ہے ادھر نہ جانے پائے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اہل بیتؑ کا مسکن ہو وہاں نجاستوں کو نہیں آنا چاہیے۔

دیکھیے امام باڑہ میں اہل بیتؑ تھوڑی دیر کے لیے آتے ہیں، عزاخانہ میں اہل بیتؑ چند مہینے کے لیے ہیں لیکن مومنین کے دل میں اہل بیتؑ ہمیشہ رہتے ہیں۔ کیا آپ کا دل

اہل بیتؑ سے خالی ہے؟ اگر آپ کا دل اہل بیتؑ سے خالی ہے تو پھر آپ شیعہ بھی نہیں ہیں؛ پھر آپ محب اہل بیتؑ نہیں تو اس عزاخانہ اور شہ نشین کے لیے جہاں حسین کی شبیہ چند مہینوں کے لیے آجاتی ہے آپ گوارا نہیں کرتے کہ سال بھر اس میں کوئی نجاست جائے تو آپ یہ کیسے گوارہ کر سکتے ہیں کہ اس دل کے اندر نجاستیں آجائیں جو اہل بیتؑ کی محبت کا مرکز ہے۔ بس خالی بصیرت کی بات ہے۔

میں آپ کے سامنے ابھی چند روز پہلے کا واقعہ عرض کر کے آپ کی زحمتوں کو ختم کرنا چاہتا ہوں کہ دیکھیے، بڑی مشکل ہوتی ہے کہ جب انسان کے پاس عقیدت ہو، جب انسان کے پاس محبت ہو مگر عقل نہ ہو اور بصیرت نہ ہو۔

دیکھیے! میں اسی مسجد اور امام باڑے کا واقعہ بیان کر رہا ہوں جو سات آٹھ دن پہلے کی بات ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جب رفسنجانی صاحب یہاں پر آئے تھے اور آنے کے بعد انھوں نے کہا تھا کہ میں ایک کروڑ روپیہ دے رہا ہوں امام باڑہ اور مسجد کی مرمت کے لیے۔ اس کے بعد ہمارے پاس ٹیلی فون آیا کہ آپ انجینیر کو دکھا کر کہ کیا کیا ضرورت ہے، اسٹیمیٹ روانہ کریں۔ بہرحال یہ کام ہوگیا اور اسٹیمیٹ یہاں سے چلا گیا۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سامنے جو بڑا امام باڑہ موجود ہے۔ دیکھیے محبت ہے مگر معرفت نہیں ہے، محبت ہے مگر بصیرت نہیں ہے، محبت ہے مگر عقل نہیں ہے۔ میرے دوست یہاں ہوں گے برا نہ مانیں، میں مجبور ہوں یہ بات کہنے کے لیے۔ اب یہاں پر قانون کیا بنایا گیا ہے کہ جو لوگ باہر سے آتے ہیں امام باڑہ کی زیارت کے لیے وہ اوپر چھتوں پر بھول بھلیوں میں جاتے ہیں تو جوتے اتار کر جائیں، اس لیے کہ جوتے پہن کر جاتے ہیں تو اس سے توہین ہوتی ہے۔ مگر اب مصیبت دیکھیے کہ وہ زائرین، زائرین کیا بلکہ NON- MUSLIM VISITORS (غیر مسلم سیاح) جوتا پہن کر جاتے، چپل پہن کر جاتے جیسے کہ ہمیشہ جایا کرتے تھے تو زیادہ سے زیادہ امام باڑہ کی توہین ہوتی، لیکن اب کیا ہوتا ہے

کہ جب وہ ننگے پیر جاتے ہیں تو پسینہ پیروں سے نکلتا ہے، جہاں جہاں سے گزرتے ہیں ساری گندگی پہنچتی جاتی ہے، غور کیا آپ نے۔ اے بھائی! آپ نے ان کے جوتے اتروائے تھے تو کوئی انتظام کر دیا ہوتا، کوئی متبادل انتظام کر دیا ہوتا، توہین کا پہلو بھی نہ نکلتا اور اس کے ساتھ ساتھ امام باڑہ کا سارا فرش نجس بھی نہ ہوتا۔ اب آپ دیکھ رہے ہیں، محبت ہے مگر عقل نہیں ہے۔

اس کے بعد میں ایک عرصہ کے بعد گیا، کچھ لوگوں کے ساتھ گیا بھول بھلیوں پر اے بھائی! جوتے تو یہاں اتار دیے جاتے ہیں، برا نہ مانیے گا، اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو آپ جا کر دیکھ آئیے۔ لیکن جب آپ گیلری میں جائیں گے بھول بھلیوں کی تو آپ کو ایک انچ جگہ ایسی نہیں ملے گی جہاں پان کی پیک نہ ہو، جا کر دیکھ آئیے۔ یہ پان کی پیک کون تھوکتا ہے؟ ہندو، یہ پان کی پیک کون تھوکتا ہے؟ غیر مسلم۔ تو جوتوں سے تو آپ نے بچا لیا مگر پیک سے امام باڑہ کو نہیں بچا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پوری زمین نجس ہے، پوری دیواریں نجس ہیں۔ اب بتائیے اسے پاک کیسے کیا جائے؟ تو اب FIRE-BRIGADE (فائر بریگیڈ) بلایا جائے تو پاک ہو سکتا ہے۔ اور تو کوئی صورت ہے نہیں کہ اتنے بڑے امام باڑہ کو اور گیلری کو پاک کیا جائے۔

تو یہ صورت حال وہاں پر ہوتی ہے جہاں انسان میں محبت ہوتی ہے۔ نادان دوستی۔ کہ انسان محبت کرتا ہے معرفت نہیں رکھتا تو پہنچانا چاہتا ہے نفع مگر پہنچ جاتا ہے نقصان۔ بس اسی چیز سے میں آپ کو بچانا چاہتا ہوں۔ ابھی آپ نہیں سمجھ پاتے۔ میں معاذ اللہ کبھی نہیں کہتا اہلِ بیتؑ سے محبت نہیں کرتے، استغفر اللہ، زبان پر میری فالج گر جائے جس دن معاذ اللہ میں آپ کو اہلِ بیتؑ سے منحرف کروں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اہلِ بیتؑ سے محبت کرتے ہیں تو اہلِ بیت کے تقاضوں کو آپ پورا کیجیے۔ (۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۵ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے موت اور زندگی کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہم تمھارا امتحان لیں اور یہ دیکھیں کہ تم میں سب سے زیادہ حسین عمل سب سے زیادہ خوبصورت اور آج کی بھاشا میں یہ کہوں کہ سب سے زیادہ سُندر عمل کرنے والا کون ہے؟

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے کسی بھی عمل میں، کسی بھی کام میں، کسی بھی عبادت میں اس کا مطالبہ نہیں کیا کہ ہم اس میں کثرت پر زور دیں، بلکہ جو مطالبہ کر رہا ہے اس بات کا کہ جو بھی عمل پیش کرو وہ خوبصورت ہو، حسین ہو، اس لیے جتنے بھی اعمالِ خیر ہیں اس کو آپ اعمال حسنہ کہتے ہیں۔ تو حُسن کا ہے سے بنا ہے "حُسن" سے اور آپ جانتے ہیں کہ حُسن کی جان ہے تناسب وتوازن۔ اگر آپ تناسب وتوازن کو درمیان سے ہٹا دیں تو خوبصورت سے خوبصورت چیز بھی بدشکل ہو جائے گی۔

یہ آصفی مسجد آپ کے سامنے ہے، بڑی خوبصورت مسجد ہے۔ باہر سے دیکھنے میں بھی بڑی خوبصورت ہے تو آپ فقط اتنا کریں کہ مسجد کے ایک مینار کو اونچا رکھیں اور ایک مینار کو چھوٹا کر دیں تو حسن رہے گا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تناسب اور توازن اور PROPORTION عبادتوں کی جان ہے۔ جو اس بات کا مطالبہ کر رہا ہے کہ ہمیشہ عبادتوں میں تناسب کا لحاظ رکھو یہ نہ ہو کہ ایک عبادت پر اتنا زور دے دیا جائے کہ دوسری

عبادت کا حق چھین جائے۔ میں کوشش کر رہا ہوں دھیرے دھیرے آپ کو سمجھاؤں
میں آپ کے سامنے یہ کہہ رہا ہوں کہ کسی عبادت پر اتنا زور نہ دیا جائے کہ ...... تو اس
کا مطلب آپ یہ نہ نکال لیں کہ میں عبادت کی مخالفت کر رہا ہوں۔ تو مجھے آپ سے کوئی
شکایت نہیں ہوگا۔ اس لیے شکوہ نہ ہوگا کہ جو صاحبانِ عقل ہیں ان سے شکوہ کیا جا سکتا ہے
بے عقل ہیں ان سے کیسے شکوہ کیا جا سکتا ہے ؟ تو جو میری اس بات کو سمجھ ہی نہ سکے
ان سے کیا شکوہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر میں آپ سے یہ کہوں، مثلاً نماز کے بارے
کہوں یا روزہ کے بارے میں اور تلاوتِ قرآن کے بارے میں کہوں کہ آپ اس میں اتنا غرق
نہ ہو جائیے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تلاوت قرآن میں معاذاللہ کوئی خرابی ہے
پڑھنے میں کوئی خرابی ہے یا روزہ رکھنے میں کوئی خرابی ہے۔ کوئی خرابی نہیں ہے
عبادت ہے، اس کا عبادت ہونا مسلم ہے۔ خرابی اس میں ہے کہ ایک عبادت کی
سے دوسری عبادت کا حق آپ لیے لے رہے ہیں۔ اس کو مولا علیؑ نے بہت ہی اچھے
پیرائے سے ایک دوسرے کے سیاق و سباق سے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا ہے
کسی کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ کوئی اللہ کی نعمت ہو مگر یہ کہ فوراً یہ خیال
ہے کہ یہ زیادتی یہاں ہے تو کسی کا حق کٹا ہے۔ تو جو بات دولت و نعمت کے سلسلے میں
ہے وہی بات میرے عزیزوں عبادت کے سلسلے میں آتی ہے۔ یہ آپ حضرات کے سامنے
مختلف باتیں پیش کی جاتی ہیں، آپ خود ہی دیکھیے کہ یہ کیسا ہے وہ کیسا ہے۔

اللہ نے کہا ہے کہ جب مختلف باتیں تم تک پہنچیں تو فیصلہ کا حق تم کو ہے کہ
خود دیکھو کہ اس میں کون سی بات زیادہ اچھی ہے اور کون سی بات مناسب ہے اور کون
سی بات دین کے مزاج سے میل کھاتی ہے اور کون سی بات میل نہیں کھاتی ہے خود
کرو۔ تو اب آپ جب ایک عبادت پر زور دیتے ہیں وہ عبادت کتنی ہی اچھی کیوں نہ
رسولؐ نے جب راتوں کو بہت زیادہ نمازیں پڑھنا شروع کیں تو جس کی عبادت کی

خوش ہوا یا رسولؐ کو روکا۔ یہ روایت نہیں ہے بھائی صاحب آیت ہے مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اے رسولؐ یہ قرآن ہم نے اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ اتنی عبادت کریں۔ اب ہمارے یہاں کی جو بہت معزز ترین کتاب اصول کافی ہے، اس میں یہ روایت موجود ہے ملاحظہ فرمالیں۔ خود امام جعفر صادق (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی نوجوانی کے دور میں بہت زیادہ، بہت زیادہ نمازیں پڑھنا شروع کیں تو ایک دن میرے بابا، یہ بھی معصوم، بیٹا بھی معصوم باپ بھی معصوم۔ معصوم باپ نے معصوم بیٹے سے کہا، بیٹا! ایک بات کا خیال رکھو کہ جب اللہ اپنے کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس کی تھوڑی سی عبادت کو کافی سمجھ لیتا ہے، اتنی زیادہ عبادت نہ کرو۔ اُدھر اللہ روک رہا ہے اپنے رسولؐ کو کہ اتنی نمازیں نہ پڑھو، اِدھر امام محمد باقر (ع) امام جعفر صادق (ع) سے فرماتے ہیں۔

یہ سب آپ کے سمجھانے کے لیے تھا۔ ورنہ جہاں عصمتیں ہوں وہاں تعلیم، تربیت، ہدایت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ سب آپ کو بتانے کے لیے تھا، قرآن نے بھی آپ کو بتایا، امام نے بھی آپ کو بتایا۔ اب اس مختصر سے خطبہ میں آپ کے سامنے مثال دوں۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کون سی عبادت کتنی اہم ہے اور کتنی غیر اہم ہے۔ اول تو سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ نہ کوئی بھی عبادت اپنی جگہ اہم ہے نہ کوئی عبادت اپنی جگہ پر غیر اہم ہے۔ جو عبادت زمانہ کا تقاضا ہو وہی عبادت، وہی عبادت سب سے اہم ہے جس کا تقاضا ہو وہی عبادت اس وقت سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ بات آپ سمجھ لیں کہ جس کا تقاضا ہو وہی عبادت اس وقت سب سے زیادہ اہم ہے اور مجھے یہاں پر آپ کو بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تو شیعانِ حیدرِ کرار ہیں، آپ کو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔

میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بھائی اگر مولا علیؑ کا کردار ہمارے سامنے

نہ ہوتا تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا جواب ہم دے ہی نہیں سکتے تھے۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے معنی کیا ہیں؟ نماز سونے سے بہتر ہے۔ کوئی جواب چاہے اس آپ کہہ سکتے ہیں کس میں ہمت ہے۔ مگر یہ مولا علیؑ کا صدقہ ہے جو انھوں نے سو کر دکھایا، شبِ ہجرت انھوں نے سو کر دکھایا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے سونا نماز سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لیے وہاں پر وقت کا تقاضا تھا کہ سویا جائے۔ اگر مولا علیؑ را بھر نماز پڑھتے اور عبادت کرتے رہتے تو نمازیں بچتیں لیکن رسولؐ نہ بچتے۔ رسولؐ اسی وقت بچ سکتے تھے جب نمازوں کو چھوڑا جائے اور رسولؐ کے بستر پہ سویا جائے یہ سب باتیں آپ کے پیش نظر ہیں اور ظاہر ہے کہ بہت سی عبادتیں بجائے خو بہت اہم ہیں اور بعض اتنی اہم نہیں ہیں۔ تو یہ عبادتیں جو آپ انجام دیتے ہیں کس لیے انجام دیتے ہیں۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ یہ ساری عبادت آپ یہ سمجھ لیجیے کہ ایک میز پہ یا ایک دسترخوان پر سجا کر اللہ کی بارگاہ میں اونچا کر کے پیش کرتے ہیں۔

یہاں پر ایک پلاسٹک کا دسترخوان بچھا ہوا ہے اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو بازار میں بہت زیادہ قیمتی ہیں، کچھ ایسی ہیں جو قیمتی نہیں ہیں۔ اس پر کیلے رکھے ہوئے ہیں، اس پر انار رکھے ہوئے ہیں، غور کیا آپ نے اس پر امرود بھی رکھے ہوئے ہیں اور کچھ ترکاری اور پھل اور بھی رکھے ہیں۔ سب یہاں پر سجا ہوا ہے اور یہ سب یہاں پر اس لیے سجا ہوا ہے کہ میں جب یہاں کھڑا ہوا ہوں تو آپ اٹھا کر ہم کو پیش کریں........ تو آپ کیسے اٹھائیں گے۔ جہاں پہ انار رکھا ہوا ہے جو بھی پھل ہو آپ نے اگر دسترخوان کا وہ کونہ اٹھایا تو ایک کونہ اٹھے گا اور باقی کونے نہیں اٹھیں گے تو جتنے کونے ہیں وہ گر جائیں گے، اگر دو کونے اٹھائے، اگر تین کونے اٹھائے تب بھی یہی صورت ہوگی، جب برابر سے سب کونے اٹھیں گے تب ہی وہ بلند ہوگا۔ اگر

ایک کونہ اٹھایا اور اس کو اونچا کرنا شروع کیا تو نتیجہ کیا ہوگا ایک کونہ اٹھے گا اور باقی کونے نہیں اٹھیں گے تو جتنے پھل ہیں وہ سب لڑھکتے ہوئے گر جائیں گے۔ غور کیا آپ نے۔ اگر آپ نے دو کونے اٹھائے جب بھی یہی صورت ہوگی، تین کونے اٹھائے جب بھی یہی صورت ہوگی۔

جب چادر یا دسترخوان کے ہر سرے کو آپ برابر سے اٹھائیں تب وہ نعمتیں بلند ہوں گی۔ تو آپ کی زندگی ایک دسترخوان ہے، دسترخوان پر عبادتیں سجی ہوئی ہیں اگر آپ نے ایک کونے کو ہٹایا، اٹھایا، دوسرے کو نظرانداز کر دیا تو عبادتیں لڑھک کر زمین پر گر جائیں گی، خالی ہاتھ آپ اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں گے۔ زیادہ اٹھائیے ساری نعمتوں کو ایک ساتھ اٹھائیے، ساری عبادتوں کو ایک ساتھ اٹھائیے تاکہ تناسب برقرار رہے، اللہ کی بارگاہ میں ساری عبادتیں ہماری ایک ساتھ پہنچیں گی۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝

آیت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے یہ آیت ولایت آپ نے برابر سماعت فرمایا ہوگا۔ اس میں اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ تمھارا ولی اور تمھارا مولا اللہ ہے۔ اللہ کے بعد تمھارا ولی و مولا رسولؐ اور رسولؐ کے بعد تمھارا ولی و مولا وہ ہے جس نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی۔

برادران عزیز! اللہ کو آپ پہچانتے ہیں رسولؐ کو ہم پہچانتے ہیں۔ اب یہاں پر معاملہ گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ اللہ نام نہیں لیتا کہ حالتِ رکوع میں زکوٰۃ کس نے دی۔ دیکھیے میں ایسی باتیں نہیں کہتا جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

ایک بات جو تمام دنیائے اسلام میں مسلم ہے وہ یہ ہے کہ تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے۔ شیعوں سے پوچھیے وہ بھی یہی کہیں گے۔ سنیوں سے پوچھیے وہ بھی یہی کہیں گے وہابیوں سے پوچھیے وہ بھی یہی کہیں گے۔ بریلیوں سے پوچھیے وہ بھی یہی کہیں گے حنفیوں سے پوچھیے وہ بھی یہی کہیں گے کہ تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے۔ کون کون؟ ایک مشرک جنت میں نہیں جائے گا جو اللہ کی ذات میں، اللہ کی صفات میں، اللہ کی عبادت میں شریک قرار دے جنت میں نہیں جاسکتا۔ اب اگر کوئی اللہ کو مانتا ہے اور رسول کو نہیں مانتا تو وہ کافر ہے۔ مشرک جنت میں نہیں جائے گا، کافر جنت میں نہیں جائے گا۔ اور ایک اور ہے جس کے لیے تمام عالم اسلام کے ۷۲ فرقے متفق علیہ ہیں کہ یہ مشرک، کافر اور منافق، یہ تین جنت میں نہیں جائیں گے۔ بلکہ منافق کے لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ منافق کا تو بیڑہ ہی غرق ہو چکا ہے سب سے نچلا طبقہ جو جہنم میں ہوگا۔ کافر اور مشرک تو مزے لے رہے ہوں گے سب سے نیچے پس رہے ہوں گے منافق۔ تو یہ متفق بات ہے، کافر، مشرک اور منافق یہ تین جنت میں نہیں جائیں گے۔

جن میں شرک پائی جاتی ہے جنت میں نہیں جائیں گے، جن میں کفر کے جراثیم پائے جاتے ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گے، جس میں نفاق کی علامتیں پائی جاتی ہیں وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

مشرک کا پہچاننا بہت آسان ہے جو کرشن جی کی مورتی کے پاس دودھ لے کر پہنچ گیا، اس نے جنت میں نہر لبن سے اپنا حصہ کٹوا دیا۔ ان کو دودھ پلایا تھا وہاں اس کا دودھ ختم ہو گیا۔ تو مشرک جنت میں نہیں جائے گا بہت آسان ہے پہچاننا۔ رسول کو جو نہ مانے وہ کافر ہے، اس کا پہچاننا آسان ہے، مگر منافق کا پہچاننا بہت مشکل ہے۔ اس لیے کہ منافق کے دل میں کچھ زبان پر کچھ۔ مشرک کا دل اس کا ظاہر کفر، کافر اس کا کفر

ظاہر، منافق کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اس کا نفاق دل میں چھپا ہوا ہے۔ دیکھیے تمام کتبِ احادیث کو آپ دیکھ سکتے ہیں سُنّی حضرات کی۔ وہ سب لکھتے ہیں کہ منافق کو کیسے پہچانیں؟ منافقوں کے پہچاننے کے لیے صحابہ کرام یہ ارشاد فرماتے ہیں، جس کو برادرانِ اہلِ سنت نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہم حضورؐ کے زمانہ میں علیؑ کی دوستی سے اور دشمنی سے منافق کو پہچان لیا کرتے تھے۔ یہ علامت کون بتا رہا ہے؟ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔

وہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم رسولؐ کے زمانہ میں علیؑ کی دوستی اور دشمنی سے منافق اور مومن کو پہچان لیا کرتے تھے۔ وہ جو علیؑ کا دوست ہوتا تھا ہم سمجھ لیتے تھے کہ وہ مومن ہے اور جو علیؑ کا دشمن ہوتا تھا وہ چاہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ رہا ہو، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ رہا ہو، ہم سمجھ لیتے تھے کہ وہ منافق ہے

ایک بات یاد رکھیے۔ امامت میں اختلاف ہو سکتا ہے، ولایت علیؑ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میرے عزیزو! کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے ساتھ شریک قرار دے وہ مشرک، جو رسول اللہ کی رسالت میں شک کرے وہ کافر ہے اور جو ولایت علیؑ میں شک کرے وہ منافق ہے۔

میرے عزیزو! جانا تو جنت میں ہم سب کو ہے، ہم سب کو جنت میں جانا ہے یہ نمازیں ہم کیوں پڑھ رہے ہیں، یہ روزہ ہم کیوں رکھ رہے ہیں، یہ حج ہم کیوں کر رہے ہیں، یہ زکوٰۃ ہم کیوں دے رہے ہیں، یہ تلاوتِ قرآن ہم کیوں کر رہے ہیں؟ صرف اسی لیے تو کہ جنت میں جائیں۔ تو جنت میں جائیں گے قیامت آئے گی، قیامت کے بعد مسلمان لپکے جنت کی طرف۔ تو جنت کی طرف لپکیں گے تو رسول اللہ ان سے فرمائیں گے کہ جنت میں تم جا رہے ہو مگر وہاں تین دیو کھڑے ہیں۔ ایک شرک کا دیو کھڑا ہوا ہے راستہ روکے ہوئے، ایک کفر کا دیو کھڑا ہوا ہے راستہ روکے ہوئے، ایک نفاق کا دیو

کھڑا ہوا ہے راستہ روکے ہوئے۔ تم کیسے جاؤ گے اتنے بڑے بڑے دیو کھڑے ہوئے ہیں تو میں تم کو پستول دے رہا ہوں۔ تم نے ریوالور لے لیا، ہمارے دوست نے بھی ریوالور دے دیا کہا کہ دیکھو جس وقت تم کو دکھائی دے فائر کر دینا گرے گا چلے جانا۔ چنانچہ ہمارا دوست بھی ریوالور لے کر چلا، میرے پاس بھی ایک ریوالور اور میرے دوست کے پاس بھی ایک ریوالور۔ جنت کے دروازے کے پاس جیسے ہی پہنچے ویسے ہی شرک کا دیو آگے بڑھا اور اس نے کہا کہ ہم تم کو جنت میں نہیں جانے دیں گے۔ جنت کا راستہ روکے ہوئے کھڑا ہوا ہے، ہم نے ایک پستول سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا فائر کیا اور شرک کا دیو گرا۔ مگر جیسے ہی شرک کا دیو گرا کفر کا دیو آگے بڑھا اس نے کہا وہ مر گیا تو میں تو موجود ہوں، میں نے کہا تمھارا بھی سامان میرے پاس موجود ہے۔ دوسرا فائر کیا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وہ بھی گرا اور اس نے کہا وہ گر گیا میں موجود ہوں میں تم کو جانے نہیں دوں گا۔ اب سمجھائیو! یہ اپنا اپنا مقدر ہے کہ کس کے پستول میں دو ہی گولیاں تھیں، کس کے مقدر میں تین گولیاں تھیں۔ جس کے پستول میں دو گولیاں تھیں وہ نفاق کے بت کو نہیں گرا سکا۔ جس کے پاس عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ کا فائر موجود ہوگا وہ نفاق کو گرا دے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(جمعہ ۲۳ فروری ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللہ

برادران عزیز! جس آیت کا ٹکڑا میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس میں ارشاد اقدس الٰہی ہے وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللہ اللہ کے علاوہ دوسری کوئی بھی ذات و شخصیت ایسی نہیں کہ جو تمھارے گناہوں کو معاف کردے۔

شفاعت کا عقیدہ صحیح ہے اور ہم اس کو مانتے ہیں اور قرآن و اہل بیت نے ہمیں بتایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے مگر اس نے 'باذنہ' کی قید لگادی۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو مشیت الٰہی کے پابند ہوں گے اور جب ادھر سے اشارہ ہوگا تو یہ شفاعت کریں گے اور جب یہ شفاعت کریں گے تو یقیناً یہ شفاعت اللہ کے اذن سے ہوگی لہٰذا اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگی لیکن آخرکار گناہوں کا معاف کرنا صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اگر اس بات کو ذرا اور گہرائی سے دیکھیں تو یہ گہرائی آپ کو سو برس پہلے نہیں دکھائی دے گی۔ میں برابر آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ دوست کو دشمن مت سمجھیے۔ سائنس اور ٹکنالوجی اسلام کے ساتھی ہیں، اسلام کے دشمن

نہیں ہیں۔ اب آپ ملاحظہ کیجیے کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ گناہوں کی مغفرت کا کام صرف ہمارا ہے۔ ہمارے علاوہ کوئی طاقت دنیا میں موجود نہیں جو گناہوں کو معاف کر دے۔ آج جب سائنس آگے بڑھی ہے، ہم کو یہ بتایا گیا ہے کہ جب بھی ہم زبان سے کوئی بات کہتے ہیں' وہ بات ختم نہیں ہوتی۔ اگر وہ بات ختم ہو جائے تو پہلی صف والے سنتے دوسری صف والے نہیں سن پاتے۔ پہلی صف والوں نے سنا تو کہا یہ بات گزر گئی، گزر نہیں گئی اس کے بعد دوسری صف کے پاس' اس کے بعد تیسری صف کے پاس پہنچی۔ تو آواز کا یہ سفر جاری رہتا ہے یہاں تک کہ جب ہمارے سرحد ادراک سے نکل جاتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ آواز ختم ہو گئی۔ لیکن سائنس بتاتی ہے کہ آواز ختم نہیں ہوتی ہے۔ یہ جو تم نے ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ قیامت تک فضا کے دامن میں محفوظ ہو گیا جیسے آواز ٹیپ میں ریکارڈ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ہمارا ہر گناہ چاہے جتنی تاریکی میں کیا ہو، چاہے اندھیرے میں کیا ہو، چاہے سب کے سامنے کیا ہو وہ بھی ریکارڈ ہو گیا ہے قیامت تک کے لیے فضا کے دامن میں محفوظ ہو گیا۔ فضا میں ریکارڈر پھیلے ہوئے ہیں اور ہماری ہر بات ٹیپ ہو رہی ہے۔ آڈیو ٹیپ بھی ہے ویڈیو ٹیپ بھی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ جو کچھ ہم کہیں وہ ٹیپ ہو رہا ہے بلکہ جو ہم کر رہے ہیں وہ بھی۔ ہمارا ویڈیو ریکارڈر اندھیرے میں کام نہیں کر سکتا مگر اللہ کا ویڈیو ریکارڈر اندھیرے میں بھی کام کرتا ہے۔ تاریکی ہو، گھپ گھپ اندھیرا ہو مگر ویڈیو کام کر رہا ہے۔

آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو کام ہم انجام دے رہے ہیں اور جو کچھ ہم زبان سے کہہ رہے ہیں' جب وہ نظام قدرت کے تحت فضا میں ٹیپ ہو رہے ہیں اور ریکارڈ ہو رہے ہیں اور اس ریکارڈ کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں سن سکتا، اس ریکارڈ کو سوائے اللہ کے دنیا میں کوئی طاقت نہیں جو سن سکے اس لیے کہ یہ نظام کائنات

ہے۔ ہمارے اقوال، ہماری باتوں، ہمارے کاموں کا ریکارڈ ہونا نظام کائنات ہے۔ اللہ تو مداخلت کر سکتا ہے، وہی چاہے تو اسے مٹا سکتا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ دنیا کے نظام میں اور اس کے نظام میں، وہ غفور رحیم ہے، وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے مگر ہم میں اور اس میں گناہوں کی بخشش کا جو مسئلہ ہے وہ الگ ہے۔

آپ حضرات کو بہت ہی زیادہ اس کی رحمت کا سہارا ہوگیا ہے اور یہ سہارا اچھا بھی ہے۔ اس لیے کہ اس کے رحم وکرم اور اس کی غفاریت کے معنی یہ ہیں کہ تم بڑے سے بڑا گناہ کرو لیکن توبہ کر لوگے تو صرف یہ نہیں ہے کہ وہ تمھارا گناہ معاف کر دے بلکہ ارشاد الٰہی ہوتا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔

دنیا میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ تم نے بڑا سے بڑا گناہ کیا، اگر تم نے سچے دل سے توبہ کی ہے تو معاف کرنے والے تم لوگ ہو۔ ہم خالی معاف نہیں کریں گے بلکہ اگر تم نے سچے دل سے توبہ کی ہے تو جتنا بڑا گناہ تم نے کیا ہے اتنی بڑی نیکی ہم تمھارے نامۂ اعمال میں لکھ دیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہو رہا ہے، توبہ تو کر کے دیکھو، جتنا بڑا تمھارا گناہ ہے اگر تم نے توبہ کر لی ہے سچے دل سے تو اسی وزن کی، اسی کی ہم پلہ نیکی۔ یہ نہیں کہ سب سے بڑا گناہ مٹا دیا، بلکہ اسی وزن کی نیکی تمھارے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائے گی۔ اگر آپ اس کی مثال دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ کربلا کے میدان میں موجود ہے۔ صبح عاشور سے پہلے حر کیا تھا اور صبح عاشور کے بعد حر کیا ہوگیا۔

جسارت ہے، لیکن میں آپ کے سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ حر صبح عاشور سے پہلے حر ہی رہتا جو تھا تو لعنۃ اللہ علیہ ہوتا کہ نہیں ہوتا، ملعون ہوتا کہ نہ ہوتا؟ لیکن جب توبہ کر لی تو توبہ کا زور یہ ہے کہ لعنۃ اللہ علیہ کو علیہ السلام سے بدل دیا۔ وہ حر جسے ہم لعنۃ اللہ علیہ کہتے لیکن جب توبہ کر لی تو اب نہ کہیں، نہیں اب وہ علیہ السلام ہوگیا۔ اب وہ بھی نہیں بلکہ امام کہتے ہیں، میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں، وہ

زمین پاک و پاکیزہ ہوگی جہاں تم دفن ہو گے۔ پاک ہو گئی، مطہر ہو گئی وہ زمین۔

میرے عزیزو! گناہ تو ہم سے ہوگا لیکن وہ گناہ کو معاف کرنے کے لیے تیار ہے اور معاف ہی نہیں کرتا بلکہ معافی کی جگہ پر جہاں گناہ ہوتا ہے معاف ہونے کے ساتھ وہاں پر وہ نیکی لکھ دیتا ہے بشرطیکہ توبہ کی ہو۔

توبہ کے معنی کیا ہیں؟ کہ آدمی سچے دل سے اپنے حقیر ہونے کا احساس پیدا کرے کہ وہ بہت عظیم ہے، ہم پست و ذلیل ہیں اور اس کے بعد اس کی بارگاہ میں یہ سچا عہد کرے شرمندہ ہو کر کہ آئندہ ایسی بات نہ ہوگی۔

میرے عزیزو! آپ یاد رکھیے کہ اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ اس دنیا میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ تو میں کیوں بتاؤں آپ کو، اس لیے کہ قرآن مجید آپ کو بتانے کے لیے تیار ہے۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے تو یہ دیکھیے کہ وہ کون سا گناہ ہے جس نے اعلیٰ معیار کی لاکھوں برس کی عبادت کو ایک منٹ میں ختم کر دیا۔ لاکھوں برس کی عبادت کو ایک سکنڈ میں ختم کرنے والا کون؟ وہ ہے انسان کا تکبر۔ شیطان جو ملائکہ کی صفوں میں شامل ہو کر اتنی عبادت کر رہا تھا کہ ملائکہ میں سب سے آگے بڑھ گیا تھا، جب اس نے سجدۂ آدم سے انکار کیا تو ارشادِ الٰہی کیا ہوا؟ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ اس نے سجدۂ آدم سے انکار کیا اور تکبر کیا۔ یہ ایک تکبر تھا جس نے لاکھوں برس کی عبادت پر پانی پھیر دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ توبہ وہ ہے کہ جو سیئات کو حسنات میں تبدیل کر دیتی ہے اور تکبر وہ ہے کہ جو حسنات کو سیئات میں بدل دیتا ہے۔ فرض کیجیے، میں کہتا ہوں کہ اگر عزازیل تکبر نہ کرتا اور سجدہ کرتا آدمؑ کو، تو آج جس طرح جبرئیل کو علیہ السلام کہتے ہیں، میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں اسی طرح آپ عزازیل علیہ السلام کہتے ہوتے لیکن ایک مرتبہ کے تکبر نے علیہ السلام کو ملعون بنا دیا۔

میرے عزیزو! تکبر سے بچیے۔ یہ وہ گناہ ہے جو ساری عبادتوں پر پانی پھیر دیا کرتا ہے۔ اللہ کے معاملے میں اپنے کو بہت حقیر سمجھنا چاہیے، اللہ کے معاملے میں اپنے کو بہت ذلیل سمجھنا چاہیے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے۔ یہ کپڑے اسی کے دیے ہوئے ہیں، یہ ردا جو میرے پاس ہے اسی کی دی ہوئی ہے، یہ ہوا جس میں ہم سانس لے رہے ہیں اگر وہ ہم سے یہ نعمت سلب کر لے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہے جو یہ نعمت ہم کو دے سکے۔ اس کے معاملے میں ہم کو ہرگز تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں بندگانِ خدا میں کبھی کسی کو حقیر اور ذلیل نہیں سمجھنا چاہیے۔ سوائے ان لوگوں کے جو اپنے کردار اور برتاؤ سے اسلام کو ذلیل کر رہے ہوں، ایسے لوگوں کو ذلیل کرنا جائز ہے اور اسلام میں شامل ہے۔ جو لوگ اسلام کی ذلت کا سبب بن رہے ہوں، جو دین کو ذلیل کرنے کا سبب بن رہے ہوں انھیں بے جھجک آپ ذلیل کریں۔ لیکن اگر آپ کسی کو اس کی غربت کی وجہ سے، پیسے کی وجہ سے ذلیل سمجھتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے۔

مجھے اطلاع ملی ہے، دیکھیے جو اطلاع مجھ تک پہنچی ہے وہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، چاہے وہ صحیح ہو، چاہے غلط۔ غلط ساری بات راوی پر آتی ہے، سچی ہے تو سچی۔ دو تین دن پہلے ایک بے چاری عورت جو سوئیپر کا کام کرتی ہے، وہ شیعہ ہے جیسا کہ مجھ سے بتایا گیا، عبادت گزار ہے، نماز روزہ کی پابند ہے، محب اہل بیت ہے، درگاہ میر آتی ہے، کربلا میں جاتی ہے۔ تو ابھی دو تین دن پہلے جب وہ روضہ میں گئی، اس نے ضریح کو چومنا چاہا، تو لوگوں نے اس کے دل میں چھپی ہوئی محبت اہل بیت کو نہیں بلکہ اس کے ظاہری پیشہ کو دیکھا اور اس کی توہین کی اور اس کو وہاں سے نکال دیا۔ ایسے لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنا چاہیے۔ اگر ایک انسان پاک و پاکیزہ ہو کر، طیب و طاہر ہو کر، نہا دھو کر آ رہا ہے عبادت کرنے کیلیے

اور جب اللہ اسے اپنی مسجد سے نہیں نکال رہا ہے تو آپ اس کو امام باڑہ سے نہیں نکال سکتے۔

میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ کام کرنے والے صرف ہندوستانی ہیں؟ ایران میں نہیں ہیں؟ ایران میں بھی ہیں۔ عراق میں نہیں ہیں؟ عراق میں بھی ہیں۔ لیکن وہاں یہ منظر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ لوگ بھی یہ کام انجام دیتے ہیں۔ نہائے، دھوئے، پاک ہوئے، طیب وطاہر ہوئے اور خود روضۂ حسینؑ میں آگئے، اصلی روضۂ امام رضاؑ میں آگئے۔ کوئی ان کو روک نہیں سکتا، کوئی ان کو منع نہیں کرسکتا۔ تو عزیزو! جب اصلی روضوں میں ان کو جانے سے منع نہیں کیا جاسکتا ہے تو شبیہوں کو بوسہ دینے سے ان کو کیسے روکا جاسکتا ہے؟ یہ ساری مصیبت اس وقت آتی ہے جب ہمارے پاس عقیدت ہوتی ہے اور معرفت نہیں ہوتی۔ معرفت کا نہ ہونا، دین کے مسائل سے ناواقف ہونا۔

میں آپ کے سامنے صرف ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں، میرے بچپنے کا واقعہ ہے۔ میں پہلی مرتبہ کربلائے معلیٰ گیا، میری عمر اس وقت پندرہ یا سولہ سال کی تھی، یہ واقعہ مجھے آج تک یاد ہے۔ مجھے یاد ہے راجہ صاحب محمودآباد، جو موجودہ راجہ صاحب ہیں ان کے والد مرحوم، کربلائے معلیٰ میں تھے۔ میں نے دیکھا کہ یہی سوئپر کا کام کرنے والا جس کو آپ مہتر کہتے ہیں وہ آیا اور اس کے بعد اس نے پاخانوں کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور صاف کرنے کے بعد بہ اطمینان واش بیسن پر صابن سے ہاتھ دھویا اور ہاتھ دھونے کے بعد میرے اور راجہ صاحب کے درمیان بیٹھ کر فنجان اٹھا کر چائے پینا شروع کردی۔ نہ راجہ صاحب روک سکے اور نہ میں روک سکا۔

غور کیا آپ نے۔ تو جہاں اسلامی تعلیمات کی ہلکی سی بھی جھلک ہوتی ہے وہاں یہ بات نہیں ہوتی۔ اگر کسی انسان کے دل میں ایمان پایا جاتا ہے اور محبت اہل بیتؑ

پائی جاتی ہے اور وہ انسان پاک و پاکیزہ ہو کر خلوص و احترام کے ساتھ آ رہا ہے بارگاہ اہل بیتؑ میں تو آپ کو اسے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ؕ

ارشاد الٰہی ہے کہ اے صاحبانِ ایمان! اللہ کے عتاب سے ڈرو اور جو سچے ہیں ان کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔

اس آیت کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ یہاں پر صادقین سے مراد اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ منبر پر آنے کے بعد میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کیا عرض کروں اور کیا عرض نہ کروں۔ جہاں میں کھڑا ہوں، جھوٹ تو کہیں نہ بولنا چاہیے لیکن جہاں میں کھڑا ہوں وہاں تو بالکل نہ بولنا چاہیے۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آپ اہل بیتؑ سے محبت نہیں کرتے۔ یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ اہل بیتؑ سے محبت کرتے ہیں مگر اہل بیتؑ جن چیزوں سے محبت کرتے ہیں ان سے آپ محبت نہیں کرتے۔ خلاصہ جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ اہل بیتؑ سے محبت کرتے ہیں مگر اہل بیت جن چیزوں سے محبت کرتے ہیں ان چیزوں سے آپ کو کوئی رغبت نہیں ہے۔ اہل بیت کو سچ سے محبت ہے آپ کو جھوٹ سے محبت ہے، اہل بیتؑ کو ایمانداری سے محبت ہے ہمیں بے ایمانی سے محبت ہے، اہل بیتؑ کو اتحاد سے محبت ہے ہم کو افتراق و انتشار سے محبت ہے، اہل بیت کو علم سے محبت ہے ہم کو جہالت سے محبت ہے، اہل بیت کو پاکیزگی سے محبت ہے ہم کو بدکرداری سے محبت ہے اور اگر بات کو میں ذرا سا آگے بڑھانا چاہوں تو کبھی کبھی تو ہمیں آپ کی اور اپنی محبت میں بھی شک ہونے لگتا ہے۔ اس لیے کہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ اگر میری جیب سے دس روپئے

کا ایک نوٹ گر جائے اور کوئی جھپٹ کر اسے اٹھانا چاہے تو میں اس سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دوں گا۔ اس لیے کہ اس دس روپئے کے نوٹ سے مجھے محبت ہے مگر اہل بیتؑ کی اتنی جائداد ہے کہ جس پر روز بہ روز غنڈوں کا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور آپ ایک چپ سادھے ہوئے بیٹھے ہیں، بولتے ہی نہیں۔ آپ کا چپ رہنا دوسروں کی ہمت افزائی کر رہا ہے۔ ان کو تو خدا کا خوف ہے ہی نہیں۔ ان کو تو معلوم ہے کہ امام حسینؑ تو آئیں گے نہیں، قیامت میں آئیں گے، آج کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ آکر گریبان پکڑیں گے۔ اب ان کے دلوں سے تو حضرت عباسؑ کا ڈر بھی نکل گیا، لہٰذا روضوں کی زمینیں بک رہی ہیں، عمارتیں فروخت ہو رہی ہیں، زمینیں پٹوں پر دی جا رہی ہیں۔ آپ چپکے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کا ذاتی معاملہ ہوتا تو آپ چپکے بیٹھتے؟ آپ چپکے نہ بیٹھتے، آپ ڈنڈا لے کر شروع ہو جاتے مارنے کے لیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنی ذات سے محبت ہے، اہل بیت سے محبت نہیں ہے۔

یہ نکتہ غور و فکر مانگتا ہے کہ واقعی ہم کو اہل بیتؑ سے محبت ہے؟ یا اہل بیتؑ سے محبت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اہل بیتؑ سے محبت تو ہے تربیت آپ کی صحیح نہیں ہے۔

مجھ سے کل بتایا گیا، اس لیے میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں۔ اب آپ دیکھیے اس لکھنؤ میں جہاں اتنے شان و شوکت کے ساتھ عزاداری ہوتی تھی اور عزاداری کے جلوس نکلتے تھے، ۱۹۷۷ء سے یہ پابندی ہم پر لگا دی گئی کہ ہم مولا کا نام سڑکوں پر لے کر نہیں نکل سکتے، ہم جلوسہائے عزا لے کر سڑکوں پر نہیں لا سکتے۔ کوئی تدبیر اس کو بچانے کی ہم نہیں کرتے، ہم اس پر صبر کیے ہوئے بیٹھے ہیں۔ دیکھیے اب تو نوبت یہ آگئی ہے کہ جہاں ہم ماتم کرتے تھے وہاں بھی شاید

ہم کو ماتم کرنے کی اجازت دھیرے دھیرے مختلف بہانوں کے ذریعہ نہ دی جائے گی یا حالات ایسے پیدا کر دیے جائیں گے کہ ہم وہاں بھی ماتم نہیں کر سکتے اور وہاں بھی عزاداری نہیں کر سکتے۔ آپ کے اطلاع میں ہوگی، یہاں سے بہت قریب ہے دریا والی مسجد، اس دریا والی مسجد کے ایک بہت بڑے پلاٹ کے اوپر ایک صاحب کو پٹرول پمپ بنانے کی اجازت دے دی گئی اور انھوں نے بہت تیزی کے ساتھ وہاں پر پٹرول پمپ کو بڑی حد تک بنا بھی لیا اور تیار بھی کر لیا۔ کل ایک جگہ میری کنٹرولر صاحب سے بات ہوئی۔ جو کچھ انھوں نے مجھ سے بتایا وہ میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں مختصر طور پر، بات بہت تفصیل سے ہوئی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ اس مسجد کے جو متولی تھے، اگرچہ انھیں تولیت سے ہٹایا جا چکا تھا، مگر اس کے بعد بھی انھوں نے، ایک صاحب ہیں ندیم اشرف صاحب، ان کے ہاتھ، باوجودیکہ ان کو کوئی حق نہیں تھا تولیت کا، مگر پھر بھی انھوں نے کسی وجہ سے ان کے نام اس زمین کا پٹہ لکھ دیا۔ غور کیا آپ نے! اور پھر کربلا کے بارے میں کہا جاتا ہے جو اصل کربلا ہے، کربلائے معلیٰ، صحیح کہا جاتا ہے کہ اس کربلائے معلیٰ کی زمین کو حشر کے میدان میں کاٹ کر بغیر کسی اور منزل کے گزرے ہوئے سیدھے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ بات بالکل صحیح ہے اور یہ پورا طبقہ کاٹ کر کربلائے معلیٰ کا سیدھا جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ مگر اس کا جواب لکھنؤ میں موجود ہے۔ اس کا جواب یہ موجود ہے کہ جس طرح کربلائے معلیٰ کا پورا طبقہ کاٹ کر جنت میں پہنچا دیا جائے گا، اسی طرح سے وقف بورڈ کی بلڈنگ کا پورا طبقہ کاٹ کر یوں ہی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ میرا یقین ہے۔ میرا اس بات پر یقین ہے کہ پورا ٹکڑا کاٹ کر سیدھا جہنم میں بغیر کسی حساب کتاب کے داخل کر دیا جائے گا۔

مجھے یہ معلوم ہوا کہ جب وقف بورڈ نے اس پر آبجکشن کیا تو وقف بورڈ

کے کارندے اس شخص سے جا کر مل گئے اور جانے کے بعد اس کو وہ ترکیبیں بتائیں کہ جس کے ذریعہ STAY نہ ہو۔ چنانچہ راتوں رات اسی جگہ پر پٹرول پمپ کسی حد تک تعمیر ہو چکا ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس جامع میں سی۔آئی۔ڈی کے لوگ آتے ہیں، باہر کھڑے ہوں گے U.I.O کے لوگ۔ میں ان کا استقبال کرتا ہوں اور ان کے ذریعہ سے حکومت تک یہ بات پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ یہ خالی قانون کا مسئلہ نہیں ہے، یہ LAW AND ORDER کا مسئلہ ہے، یہ شہر کے امن کا مسئلہ ہے۔ وہ بھی اچھی طرح جانتے ہوں گے اور میں بھی اپنی قوم کو اچھی طرح سے پہچانتا ہوں کہ محرم کے دس دنوں میں ہمارے جذبات اتنے شدید ہوتے ہیں کہ اس وقت ہم کسی بات کو سننے پر تیار نہیں ہوتے۔ جناب! یہ پٹرول پمپ جس جگہ پر بنایا جا رہا ہے یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں سے ۸ر محرم کو فاتح فرات کا علم اٹھتا تھا، اور آج اگر ہم فاتح فرات کا علم اپنی بدنصیبی سے نہیں اٹھا پاتے ہیں لیکن کم سے کم ساٹھ ستّر ہزار شیعہ وہاں جمع ہو کر پورے جوش و ولولہ کے ساتھ مشعلوں کی روشنی میں ماتم کرتے ہیں۔ میں آپ سے کبھی یہ بات نہیں کہوں گا اور کوئی لیڈر کبھی آپ سے یہ بات نہیں کہے گا لیکن میں گورنمنٹ کو اور ندیم اشرف صاحب کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور جن کی ان تک جان پہچان ہے وہ ان تک پہنچا دیں کہ شہر کے ہمارے دو چار نوجوانوں نے بھی وہ مشعلیں جس کی روشنی میں وہ ماتم کیا کرتے ہیں، اگر پٹرول پمپ کی طرف اچھال دی تو کیا ہوگا؟ غور کیا آپ نے، پانچ سو مشعلیں ادھر جل رہی ہوں گی اور ایک بہت بڑا مشعل ادھر جل رہا ہوگا۔ میں بتا دینا چاہتا ہوں گورنمنٹ کو بھی اور ندیم اشرف صاحب کو بھی کہ اگر پٹرول پمپ کو یہاں سے نہیں ہٹایا گیا تو ۸ر محرم کو یہاں سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے، یہ پٹرول پمپ مٹ چکا ہوگا۔

میں بہت سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ میں اپنی قوم کو پہچانتا ہوں، میں

جانتا ہوں کہ یہ دس دن محرم کے ایسے ہوتے ہیں جس میں آپ کسی کی بات نہیں سنیں گے، میں تو معمولی آدمی ہوں، میری بات آپ کیا سنیں گے۔ خود وہاں پر موجود ہر آدمی قابو سے باہر ہوتا ہے۔ تو اتنا نہ دبائیے کہ ہم تڑپنے پر مجبور ہو جائیں، اتنا نہ دبائیے کہ ہم قانون شکنی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ یہ خالی قانون کا مسئلہ نہیں ہے یہ لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے، یہ شہر کے امن کا مسئلہ ہے۔ میں ندیم اشرف صاحب کو بھی آگاہ کرتا ہوں کہ وہ وہاں سے جلدی پٹرول پمپ کو ہٹالیں ورنہ اس کا انجام مجھے معلوم ہے کہ محرم آتے آتے اچھا نہیں ہوگا۔ بہرحال اسی کے ساتھ ساتھ مجھے آپ سے یہ بھی کہنا ہے، ندیم اشرف صاحب سے میں نے کہہ دیا، میں ان کا ٹیلی فون نمبر ڈھونڈ رہا ہوں، جب مجھے مل جائے گا تو میں فون سے بھی ان کو بتادوں گا کہ وہ ہٹالیں وہاں پر سے، اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ پٹرول پمپ پٹہ پر وہاں جہاں ہمارا اتنا بڑا مجلس ۔۔ ہوتا ہے اور خلوص وعقیدت کے ساتھ لوگ وہاں پر ماتم کرتے ہیں، یہ کیوں دے دیا؟ جس کسی نے بھی دیا آپ کو اس کا بھی گریبان پکڑنا چاہیے۔ آپ کب تک چپکے بیٹھے رہیے گا؟ کب تک چپکے بیٹھے رہیں گے آپ؟ آپ چپکے بیٹھے رہیں گے، یوں ہی پٹے لکھے جاتے رہیں گے، اسی طرح مولا کی زمین دوسروں کو ملتی رہے گی۔ اور میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ حشر کے میدان میں متولیان، متولیان کو تو ہمیشہ متولیان عالی شان کہا جاتا تھا، آج سے میں ان کا لقب بدلے دیتا ہوں، یاد کر لیجیے اور یہی کہیے گا کہ کل تک تھے متولیان عالی شان آج سے میں کہتا ہوں متولیان جعلی شان۔ یہ متولیان جعلی شان جو ہیں جب تک آپ ان کا گریبان نہیں پکڑیں گے اس وقت تک معاملات حل ہونے والے نہیں ہیں۔

اپنے کو مضبوط بنائیے، اپنے کو منظم کیجیے۔ بادیانت افراد کی ایسی کمیٹی بنائیے کہ

جس کا اور کوئی کام ہو ہی نہیں جو صرف اوقاف کو دیکھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ پھاند پڑیے۔ پہلے آپ اچھی طرح محنت کیجیے، مشقت کیجیے، فائلوں کو دیکھیے۔ اس کے بعد دیکھیے کہ مجرم کون ہے اور جو مجرم ملے تو پھر کم از کم اس کو اتنا ذلیل ضرور کر دیں کہ وہ صورت دکھانے کے لائق نہ رہے۔ اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکے تو یاد رکھیے کہ آج دریا والی مسجد ہے کل غفرانمآب کا امام باڑہ بھی ہو سکتا ہے اور اس کے بعد اس بڑے امام باڑے کی نوبت بھی آ سکتی ہے۔ یہاں پر ایسی بات کئی مرتبہ ہو چکی ہے۔ میں کہنا نہیں چاہتا، کوئی بھی مقدس مقام ہمارا محفوظ نہیں رہے گا جب تک یہ قوم بیدار نہ ہو جائے۔

(جمعہ ۲۹ مارچ ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تَكُونُوا مُلُوكًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

برادران عزیز! جہاں تک میرا حافظہ ساتھ دے رہا ہے، آپ حضرات نے تقاریر میں اور مجلسوں میں شاید اس حدیث کو بطور سرنامۂ کلام سماعت نہ فرمایا ہوگا۔ یہ جملے پیغمبرؐ نے اس وقت ارشاد فرمائے کہ جب مکہ کے کچھ پونجی پت اور سرمایہ دار سونا چاندی اور دنیا کی دولت لے کر رسولؐ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ سب آپ لے لیجیے اور اسلام کا پیغام چھوڑ دیجیے۔ لاالٰہ الا اللہ ہم سے نہ کہلوائیے۔ اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس تھوڑی سی دولت لے کر آئے ہو، یہ تھوڑا سا سونا اور چاندی ہے تم میرے پاس لے کر آئے ہو مگر میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کو ایک مانو اور میرے اوپر سچے دل سے ایمان لاؤ۔ ایمان لانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں جہان کی شاہی تمھارے قدموں میں آجائے گی۔ دنیا کا اختیار بھی تمھارے پاس آجائے گا اور آخرت کا اقتدار بھی تمھارے پاس آجائے گا۔ تم ذلیل بن کر نہیں رہو گے بلکہ تم تاجدار بن کر رہو گے، تم صاحبِ اقتدار بن کر رہو گے یہاں بھی اور آخرت میں بھی۔

یہ رسولؐ کے گویا ابتدائی زمانۂ دعوت کے جملے ہیں جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہم کو جس طرح سے آخرت میں جنت کا

مالک دیکھنا چاہتا ہے اسی طرح اس دنیا میں دنیا کا مالک دیکھنا چاہتا ہے۔ اور میرے عزیزو! میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس یہاں اسلام کی وہ قسم ہے کہ جس کی بنا پر ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ اس سے ہم آخرت کا انجام بھی سمجھ سکتے ہیں۔

ایمان لانے کے معنی کیا ہیں؟ ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ جو پیغمبرؐ نے فرمایا ہے نہ صرف یہ کہ اسے مانا جائے بلکہ اس پر عمل کیا جائے۔ میں اِدھر تین سال سے ایران نہیں گیا تھا لیکن ایسا ہوا کہ شعبان میں اور شوال میں دو مرتبہ مجھے ایران جانا ہوا۔ وہاں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو نہیں ہونا چاہیے۔ دفتروں میں کہیں کہیں رشوت بھی آگئی ہے۔ کچھ علماء مادیت پرستی کا بھی شکار ہو گئے ہیں۔ اور بھی خرابیاں ہیں لیکن قرآن کو تو پڑھتے ہی نہیں، قرآن کو آپ پڑھیں تو قرآن میں بعض کافروں تک کے لیے یہ بات کہی گئی ہے کہ کافروں میں بھی اگر کوئی اچھی بات پائی گئی ہے تو قرآن نے بتایا ہے کہ ان میں یہ برائی ہے مگر ان میں یہ اچھائی بھی ہے۔

آپ مجھ پر اعتبار کریں۔ قرآن انصاف کی کتاب ہے۔ کافروں میں اور صاحبانِ کتابؔ میں جو بھی اچھی بات پائی جاتی ہے تو قرآن نے کہا یہ برائی ہے اور یہ اچھائی ہے۔ اس لیے جو برائی پائی جاتی اسے بھی آپ کے سامنے عرض کر دیا۔ اور دنیا میں وہ کون سا معاشرہ ہے جہاں خالی اچھائیاں پائی جاتی ہوں، برائیاں نہ پائی جاتی ہوں۔ خود رسولؐ کے زمانے میں کیا تھا؟ سب اچھے ہی اچھے تھے کوئی برا نہ تھا۔ رسولؐ جو اسلام لے کے آئے تو اس کی پیداوار بدترین بھی اور بہترین بھی تھی۔ بہترین کو دیکھنا چاہیں تو کربلا کے شہید مل جائیں گے۔ بدترین کو دیکھنا چاہیں تو خوارج ملیں گے ... خارجی۔ تو وہاں جب یہ صورت حال تھی تو خمینی معاذ اللہ رسول اللہؐ سے بڑھ کر نہیں تھے۔ تو وہاں بھی کچھ باتیں گڑبڑ ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ اچھائیاں ہیں۔ آپ کو

اگر ٹی وی پر کوئی پروگرام آرہا ہو تو مجلس پڑھنے کے لیے ایڈجسٹ کرنا پڑتا ہے ٹی وی کے پروگرام کے ساتھ کہ جس وقت وہ ڈرامہ ختم ہو رہا ہو اسی حساب سے مجلس رکھی جائے۔ یعنی مومنین کو ٹی وی پروگراموں سے زیادہ دلچسپی ہے مجلس حسینؑ سے کم دلچسپی ہے۔ اُس کو تو چھوڑیں گے نہیں تو مجلس کا وقت ایسا رکھا جائے کہ اس کارِخیر کو انجام دینے کے بعد تبرک کے لیے یہاں آجائیں۔

غور کیا آپ نے۔ لیکن ایران میں کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ وقت بہت مختصر ہے، مجھے یاد نہیں کہ یہ واقعہ میں نے بیان کیا یا نہیں بیان کیا بہرحال لکھا تو ہے ہی، تمام اخباروں میں چھپا بھی ہے۔ میں گزشتہ مرتبہ شعبان میں جب ایران گیا، میرے اعزا وہیں رہتے ہیں تو جب میں وہاں ملنے گیا تو وہاں ایک پانچ برس کی بچی تھی میرے پاس آئی۔ میں نے کہا آؤ کھیلیں۔ آپ کو معلوم ہے اس نے کیا جواب دیا۔ عمو! ماحوصلہ بازی کردن ندا ریم، ماحوصلہ قرآن خواندن می داریم۔ یہ پانچ برس کی بچی کا جواب منبر پر آپ کے سامنے دہرا رہا ہوں۔ الفاظ مجھے یاد ہیں۔ یعنی عمو! میرے پاس کھیلنے کا وقت نہیں ہے ہاں قرآن پڑھنے کا وقت ہے، آپ کہیں تو میں آپ کو قرآن سنا سکتی ہوں۔ جب میں نے پوچھا، قرآن کتنا یاد ہے تو اس نے کہا ساٹھ آیتیں مجھے سورہ بقرہ کی یاد ہیں چھوٹے چھوٹے سوروں کے علاوہ۔ اور اس نے جس صحیح تجوید کے ساتھ اور بہترین لحن کے ساتھ قرآن سنایا اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں کے پانچ برس کے بچوں کو بھی قرآن حفظ ہے تو یہاں کے بڑوں کا عالم کیا ہوگا؟ آپ حضرات قرآن پڑھیں، آپ حضرات کو قرآن پڑھنا چاہیے۔ آپ کو کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو تو مجھ سے پوچھ لیجیے اور میں دیکھوں گا کہ میں نے قرآن کے مطابق کہی ہے تو کہہ دوں گا کہ میں نے اس بنا پر کہی ہے۔ اگر غلط کہی ہے تو آپ سے معذرت کرلوں گا۔

ایک حدیث میں نے دیکھی امام محمد باقرؑ نے فرمایا، آپ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ دیکھو جب ہم تم سے کوئی بات کہیں، جو قرآن ناطق ہے کہہ رہا ہے، ہم جب تم سے کوئی بات کہیں تو ہم سے پوچھو کہ آپ یہ بات فرما رہے ہیں تو قرآن میں کس آیت میں اس کی شہادت اور گواہی ہے؟ اور قرآن کی کون سی آیت ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اسی طرح ہمارے یہاں احادیث میں ہے کہ ہماری طرف منسوب بات تم تک پہنچے اور قرآن کے خلاف ہو تو اس کو دیوار پر دے مارو، وہ بات ہم نے کہی ہی نہیں۔ غور فرمایا آپ نے۔ اب آپ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ تو میں نے وہاں جا کر یہ دیکھا کہ ایک طرف دین کی تعلیم ہے، قرآن کی تعلیم ہے، یہ لگن ہے، یہ لگاؤ ہے اور آج کی بھاشا میں یہ چاؤ ہے۔ اور دوسری طرف دنیاوی تعلیم کا یہ عالم ہے ایران میں کہ اس نے ایک غلط فہمی کو توڑ دیا اپنے عمل سے۔ اور غلط فہمی یہ ہے کہ مغرب نے اس بات کا پروپیگنڈہ کیا کہ عورتوں کا حجاب مانع تعلیم ہے یعنی عورتیں پردہ میں رہ کر تعلیم حاصل نہیں کر سکتیں۔

اس لیے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، کیونکہ مغربی میڈیا ایسی باتیں نہیں بیان کرتے۔ چین میں ہمیشہ ایک بین الاقوامی مقابلہ ہوتا ہے فزکس، میتھ اور کیمسٹری کا، جو بین الاقوامی اور انٹرنیشنل ہے۔ ساری دنیا کے ملکوں کے نمائندے شرکت کرتے ہیں۔ اس میتھ، فزکس اور کیمسٹری کے مقابلہ میں ایران کی بچیاں آئی تھیں۔ جو باحجاب گئیں اور فرسٹ پرائز لے کر آئیں۔ غور کیا آپ نے۔ اس سے بڑی منزل جو مجھے بتائی گئی وہ یہ کہ صرف یہی نہیں بلکہ کشتی رانی کا مقابلہ ہوا جاپان میں اور کشتی رانی کے مقابلہ میں بھی جو جاپان میں منعقد ہوا بین الاقوامی، ہماری یہ بچیاں اسی حجاب اسلامی کے اندر گئیں اور فرسٹ پرائز لے کر آگئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حجاب عورتوں کو ان کی ترقی سے، ان کی تعلیم سے ہرگز نہیں روکتا بلکہ اسلام جس طرح سے

مردوں کو ترقی کی راہ میں گامزن دیکھنا چاہتا ہے اسی طرح اسلامی اصولوں کے اندر اندر عورتوں کو بھی پوری طرح سے ترقی کی منزلوں پہ فائز دیکھنا چاہتا ہے صرف اس لیے کہ عورتوں سے ہی اگلی نسلیں ہیں۔ جیسی عورتیں ہوں گی ویسی ہی نسلیں ہوں گی۔

میرے عزیزو! کل غم کی تاریخ تھی اور دہرے غم کی تاریخ تھی، جیسا کہ مولانا علی عباس صاحب فرما رہے تھے کہ کل ہمارے نویں امام کی شہادت تھی۔ اور کل ہی کی تاریخ وہ تاریخ تھی جب نویں امامؑ کے ماننے والوں پر اسرائیل کی طرف سے زبردست بمباری ہوئی جس کی خبریں آج اخباروں میں آئی ہیں۔ آپ ملاحظہ کریں، اپنی کمزوری و ناتوانی کو دیکھیں۔ لبنان میں بھی تو شیعہ ہی تھے۔ اسرائیل کے خوف سے شیخ سب بھاگ گئے۔ اسرائیل کی دہشت سے شیخوں نے میدان چھوڑ دیا۔ اور جمی اگر تو اولاد علیؑ و فاطمہؑ۔ انھوں نے اپنی تاریخ کو دہرایا اور اولاد علیؑ و فاطمہؑ آج بھی اپنی تاریخ کو دہرا رہی ہے۔ وہ بک گئے، وہ بھاگ گئے، وہ ڈر گئے۔ لیکن اولاد علیؑ و فاطمہؑ آج بھی اپنی شہادت کی تاریخ کو برقرار رکھے ہے اور اسرائیل اگر ڈر رہا ہے تو آپ سے ڈر رہا ہے بشرطیکہ آپ اپنے کو پہچانتے ہوں۔

ہمارے لیے تو سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ امریکہ شیعوں کو خوب پہچانتا ہے۔ یورپ شیعوں کو خوب پہچانتا ہے۔ مغرب شیعوں کو خوب پہچانتا ہے لیکن آپ خود اپنے آپ کو نہیں پہچانتے کہ آپ واقعی صاحب ایمان ہو جائیں تو آپ میں کتنی طاقت پیدا ہو جائے، کتنی قوت پیدا ہو جائے اور کس طرح سے دنیا آپ سے دہلنے لگے، آپ سے ڈرنے لگے۔ جس کا نمونہ آج ہم کو لبنان میں دکھائی دیتا ہے کل بھی ٹی وی پر تھوڑی سی جھلک آئی تھی۔ آپ نے دیکھا ہوگا، حزب اللہ کو لیڈ کون کر رہا ہے؟ میں آپ سے بہت معذرت چاہتا ہوں۔ ہمارے یہاں تو

سارا معاملہ ہی تہس نہس ہے۔ ہمارے یہاں تقویٰ کے معنیٰ یہ ہیں کہ آدمی کی کمر جھکی ہوئی ہو، پیر لڑکھڑاتے ہوں، زبان سے بولا نہ جاتا ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا متقی اور پرہیزگار ہے۔ ہمارے یہاں کے مولوی، ہمارے متقی و پرہیزگار جو اتنے کمزور ہیں کہ اٹھ بھی نہیں پاتے۔ لیکن کل اگر آپ نے ٹی وی پر خبریں دیکھی ہوں گی تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب وہاں کے تباہی و بربادی کے مناظر دکھا رہے تھے تو ایک آدمی کو تقریر کرتے ہوئے دکھایا تھا۔ آپ نے دیکھا وہ آدمی کون تھا؟ وہ وہی آدمی تھا کہ عمامہ پہنے ہوئے، عبا پہنے ہوئے جسے دیکھتے ہی آپ نے پہچان لیا ہوگا کہ یہ شیعہ عالم ہے جو اس عالم میں بھی پر جوش تقریر کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ بمباری ہم کو شکست نہیں دے سکتی۔

غور کیا آپ نے میرے بھائیوں آپ اپنے میں قوت پیدا کیجیے، اپنے میں طاقت پیدا کیجیے اور پیغمبرؐ کی حدیث کو یاد رکھیے کہ اسلام آپ کو دنیا و آخرت دونوں میں عزت دینے کے لیے آیا ہے، ذلیل نہیں دیکھ سکتا آپ کو۔ میرے کہنے سے آپ میری بات مان لیں۔ آپ کو اسلام کی تعلیم بہت ہی غلط بتائی گئی ہے۔ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ آپ غریب رہیں، یہ تو الٹی بات ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ آپ غریب نہ رہیں۔ آپ کو بتایا جاتا ہے کہ آپ غریب رہیں۔ غربت میں ہم اسرائیل کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے لیکن اپنی غربت کے خلاف تو جنگ کر سکتے ہیں۔ آپ اسرائیل کی گولیوں کے مقابلہ میں نہیں آسکتے کم سے کم اپنے بچوں کے ہاتھوں میں قلم دے کر انھیں اسکول تو بھیج سکتے ہیں یا آپ یہ بھی نہیں کر سکتے۔ تو اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو مرنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ خدانخواستہ، خدانخواستہ ذلیل ہونے کے لیے تیار ہو جائیے۔ رسوا ہونے کے لیے تیار ہو جائیے۔ اگر آپ نے اسلام کے دامن کو چھوڑا، اسلام کی تعلیمات کو چھوڑا تو دنیا میں بھی ذلیل ہوئیے گا اور آخرت

میں بھی۔ اور اسلام کی تعلیمات پر اگر ہم نے عمل کیا تو دنیا کی عزت بھی ہم کو ملے گی اور آخرت کی عزت بھی ہم کو ملے گی۔ اس لیے کہ یہ بات رسولؐ نے کہی ہے کہ جس کو وہ لوگ بھی رسولؐ نہیں مانتے سچا مانتے ہیں، سچا ماننے سے انکار نہیں کرتے تو یہ ایک سچی بات میں نے آج کے خطبہ میں آپ کے سامنے پیش کی۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَا مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا

یہ حضور کریمؐ کی حدیث ہے جس سے کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا کہ جو شخص بھی آل محمدؐ کی محبت میں مر جائے وہ دنیا سے شہید اٹھتا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ ہمارے ایران کے وہ بھائی جو سب کے سب شیعۂ اہل بیتؑ ہیں اور جو اسلام کی عزت و آبرو بچانے کے لیے اپنی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں۔ اگر آپ کچھ نہیں کر سکتے تو اتنا ہی کم سے کم کریں کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ان شہیدوں کی ارواح طیبہ کے لیے ایصال ثواب کی مجلسیں کریں اور قرآن خوانی کریں۔ اور اس کی رپورٹ آپ اخباروں میں بھیج دیں تاکہ دنیا کو آپ کی بے چینی کا احساس ہو سکے۔

میرے عزیزو! میرے مذہب کا عالم وہی ہو گیا ہے جو بڑے امام باڑے کا ہے جہاں آپ بیٹھے ہیں۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں، کیونکہ میں نے پوری دنیا دیکھی ہے، اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ دنیا کا سب سے بڑا امام باڑہ کون ہے؟ تو میں کہوں گا بڑا امام باڑہ۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت امام باڑہ کون سا ہے تو میں کہوں گا آصفی امام باڑہ۔ مگر آپ جا کر بڑے امام باڑہ کو دیکھیے پلاسٹر گر رہا ہے۔ غور کیا آپ نے، جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں آپ کے سامنے۔

جائیے جائیے دیکھیے جاکر تو آپ کو بھول بھلیوں میں سوائے پان کی پیک کے دھبوں کے اور کچھ نہیں دکھائی دے گا۔ یعنی جو ہمارا امام باڑہ تھا وہ معاذ اللہ اب دوسروں کا اگالدان ہے۔ یا غلط کہہ رہا ہوں، غلط کہہ رہا ہوں تو یہاں پر ٹوک دیجیے۔ معاذ اللہ دوسروں کا اگالدان بن گیا۔ یہاں کیا ہو رہا ہے، یہاں غیر مسلم افراد آتے ہیں اور اس مقدس و پاک و پاکیزہ عمارت کی دیواروں پر پیک تھوک تھوک کر چلے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ پیک اگر وہ میرے منھ پر تھوکیں تو اتنی توہین نہیں ہوگی جتنی اس مقدس امام باڑہ کی اور اس کی زمین اور دیواروں پر تھوکنے سے ہوتی ہے۔

اللہ اکبر! یہ نوبت آگئی ہے اور یہ امام باڑہ سب سے بڑا، سب سے عظیم، سب سے حسین، سب سے خوبصورت۔ مگر آج کیسا ہے میں نے آپ کے سامنے بتا دیا۔ وہی صورت ہمارے مذہب کی ہے کہ مذہب ہمارا جب ہم کو دیا گیا، سب سے عظیم، سب سے بڑا، سب سے اچھا، سب سے خوبصورت، سب سے متوازن مگر اب اس کی بھی حالت یہی ہے کہ جو بڑے امام باڑہ کی ہے۔ مذہب کا پلاسٹر جھڑ رہا ہے، کھمبے کمزور ہو چکے ہیں جس کا دل چاہتا ہے آکر ہمارے منھ پر تھوک کر چلا جاتا ہے اور ہم کو پوچھنے کی بھی فرصت نہیں۔ غلط کہہ رہا ہوں، اگر غلط کہہ رہا ہوں تو ٹوک دیجیے۔

میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ دماغ سے غصہ کے پرزے کو توڑ کر پھینک چکا ہوں، مجھے غصہ نہیں آتا۔ لیکن ایک درد، جو آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں جو مجھ پر گزر رہا ہے، کرب و بے چینی اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔ آج یہ کس میں مجال ہے کہ اس شہر میں کہیں پر کوئی مندر ہو اور اس مندر کی زمین پر قبضہ کر کے جاکر پٹرول پمپ بنالیں۔ بنا سکتا ہے کوئی؟ نہیں بنا سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ قوم مضبوط ہے، وہ قوم متحد ہے۔ لیکن آپ کی یہ دریا والی مسجد کی زمین کہ جہاں ۸ر محرم کو آپ

اتنا زبردست ماتم کرتے ہیں اس پر پٹرول پمپ بن گیا کہ نہیں بن گیا۔ غور کیا آپ نے۔ کیوں بنا؟ اس لیے کہ سب سمجھتے ہیں کہ قوم لاوارث ہے۔ ایک بات اور سمجھتے ہیں۔ طاہر جرولی صاحب مرحوم بہت اچھی بات کہا کرتے تھے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ لوہے کی آری کبھی درخت کو کاٹ نہیں سکتی جب تک اس میں اس لکڑی کا ہینڈل نہ لگ جائے جس کا وہ درخت ہے، تو ہماری جو جڑ کٹ رہی ہے اس میں بھی ہینڈل ہماری قوم کا لگا ہوا ہے۔ غور کر رہے ہیں آپ، اس میں بھی ہینڈل ہماری ہی قوم کا لگا ہوا ہے۔ ہمارا ہی ماشاء اللہ ایک متولی ہے کہ جس نے یہ اجازت دی ہے کہ یہاں پٹرول پمپ بنے اور مجھے یہ اطلاع دی ہے وقف بورڈ کے ذمہ دار نے۔

اس وقت کچھ لوگ ان کی طرف سے حمایت کر رہے ہیں اور وہ بھی اپنی ہی قوم کے نوجوان ہیں جو اپنے آپ کو غنڈہ کہتے ہیں۔ ایسے غنڈوں کو ٹھیک کرنا مجھے خوب آتا ہے۔ بہر حال کوئی بھی ذمہ دار آدمی آپ کو یہ مشورہ نہیں دے گا کہ آپ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ عفرانمآب کے امام باڑے کے پلاٹوں پر ناجائز قبضہ تھا۔ تیس پلاٹ خالی ہو گئے دو پلاٹ رہ گئے ہیں، وہ بھی جلد ہی خالی ہو جائیں گے۔ لیکن کبھی ہم نے قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ یا قانونی کارروائی کی یاد دلا کر جو ان کا مطالبہ تھا، کہا کہ دفعان ہو جاؤ۔ غور کیا آپ نے۔ تو میں نے کبھی بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ نہ کوئی بھی ذمہ دار آدمی آپ کو یہ مشورہ دے گا کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ سمجھ لیجیے اچھی طرح سے، یہ واقعیت ہے جو میں بتا رہا ہوں کہ ۸ محرم کو وہاں جو پچاس ہزار آدمی مشعلوں کی روشنی میں ماتم کرتے ہیں اس دن اس پٹرول پمپ کو کوئی جلنے سے بچا نہیں سکتا۔ یہ کوئی دھونس نہیں ہے، یہ دھونس نہیں ہے میں کہہ رہا ہوں، حمید الحسن صاحب بھی آپ کو روکیں گے، جواد میاں ہوں گے وہ بھی آپ کو روکیں گے اور جو حضرات آپ کے پاس وہاں پر موجود ہوں گے وہ سب

آپ کو روکیں گے کہ ایسا نہ کرو۔ مگر یہ پچاس ہزار کا مجمع، میں بتائے دیتا ہوں کہ شیعوں کو ہمیشہ سمجھایا جا سکتا ہے، یہ آپ کی بات مانیں گے۔ لیکن دس دن محرم کے، یہ آپ کی کوئی بات ماننے والے نہیں ہیں۔ سمجھ گئے آپ۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ کوئی لیڈر اور نہ کوئی پولیس نہ کوئی فوج اس پٹرول پمپ کو جلنے سے بچا نہیں سکتا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ میں آپ کو ورغلا نہیں رہا ہوں، میں حکومت کو اور ندیم اشرف صاحب کو متوجہ کر رہا ہوں۔

صورت حال اس طرح ہے کہ وہ وقت آنے سے پہلے، دھماکہ ہونے سے پہلے صورت حال کا اچھی طرح اندازہ کر لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ندیم اشرف صاحب مجھ سے بات کر لیں۔ لیکن میرا ان سے رابطہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ ان کے جو بڑے بھائی ہیں ان کا تعلق بھی جائس سے ہے، بہت ہی شریف آدمی ہیں، میں ان کو جانتا ہوں۔ ندیم اشرف صاحب بھی شریف آدمی ہوں گے پھر بھی ان کو کسی نے ورغلا دیا، کسی نے بہکا دیا۔ اس ورغلانے میں وہ آگئے۔ دیکھیے میں بحیثیت بھائی کے بہت مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ لے دے کر اس معاملہ کو ختم کر دیں، مصالحت کر لیں تاکہ شہر کی فضا مکدر نہ ہو۔ اور اس دن دھماکہ بھی نہ ہو۔

بہرحال اس سلسلے میں حسینی فنڈ کے بچے کافی کوشش کر رہے ہیں اور محنت کر رہے ہیں اور مشقت کر رہے ہیں اور آپ سب کو اس کار خیر میں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ ان بچوں کو غنڈے ڈرا بھی رہے ہیں اور دھمکا بھی رہے ہیں۔ میں ان سارے غنڈوں کو جتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان بچوں پر کوئی بھی آنچ آئی تو میں یہ سمجھوں گا کہ جو کچھ بھی ہوا وہ میرے خلاف ہوا ہے۔ اور پھر میں وہی کارروائی کروں گا جو اپنے خلاف ہونے والی کسی کارروائی کے سلسلے میں کر سکتا ہوں۔ پھر آپ کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کریں گے۔ میں سب کو برداشت کر سکتا ہوں لیکن

غنڈہ گردی میں نے اپنی زندگی میں نہ برداشت کی ہے اور نہ برداشت کرسکوں گا۔ آپ مجھ سے نرمی سے کوئی بات کہیں، میں ماننے کے لیے تیار ہوں لیکن دھونس دے کر آپ مجھے میرے راستے سے ہٹا دیں، یہ نہ ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ تو اس لیے آپ سب کا فریضہ ہے کہ اس حساس مسئلہ پر اس ۸ر محرم کو شیطان غالب نہ ہونے پائے اور کوئی ناگوار صورت حال پیدا نہ ہونے پائے۔ ان بچوں کا پورا پورا ساتھ دیں تاکہ قانونی طور پر یا مصالحت کے ذریعہ قبل اس کے کہ کوئی خطرناک صورت حال پیدا ہو پٹرول پمپ وہاں سے خوبصورتی کے ساتھ ہٹ جائے۔

یہ بات میں کیوں کہہ رہا ہوں؟ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اب تو آپ کچھ بیدار ہو جائیں۔ اب تو آپ کو یہ احساس ہو جائے۔ یہ متولیان جعلی شان جتنے ہیں ان سب کو آئندہ ایسی ہمت نہ ہو سکے۔ ورنہ اب بھی آپ نہ اٹھے تو یاد رکھیے یہ بڑا امام باڑہ بھی خطرے میں ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیے کہ بڑا امام باڑہ خطرہ میں نہیں ہے۔ آپ کو تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔ میں آج بتاتا ہوں کہ بہت خطرناک قسم کا فرقہ پرست انسان اپنی کتاب میں باقاعدہ لکھ چکا ہے اس امام باڑہ کے بارے میں کہ یہ بڑا امام باڑہ بھی کبھی مندر تھا۔ معلوم ہے آپ کو؟ آپ کو نہیں معلوم، آپ پڑھتے ہی کیا ہیں؟ وہ یہ بات لکھ چکا ہے کہ یہ امام باڑہ بھی کبھی مندر تھا۔ اور میرے عزیزو! جو بابری مسجد کا حشر ہوا ہے خدانخواستہ میری زندگی میں خدا کرے ایسا نہ ہو۔ بہر حال میں خطرے سے آپ کو آگاہ کر رہا ہوں۔ جب قوم کچھ کمزور ہوتی ہے تو کوئی بھی شے محفوظ نہیں رہ پاتی ہے۔ اس لیے یہیں پر روک دیں اور اپنی بیداری کا ثبوت دیں۔

اور میں بتا دوں آپ کو جس طرح سے یہ دریا والی مسجد ہمارے ہی غداروں کی غداری کی وجہ سے دوسروں کے ہاتھ میں آج جا رہی ہے اسی طرح سے ہماری

جتنی بھی عمارتیں ہیں۔ آپ غیروں سے شکوہ نہ کیجیے گا، پہلے ان غداروں کو، یہ آپ ہی کے غدار ہیں کہ دوسروں سے مل کر آپ کی عزت اور وقار کو خاک میں ملانے کو تیار ہیں۔

حشر کے میدان میں حسینؑ اور سیدہؑ ہمارے سلام کا جواب دیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے سلام کا جواب دیں تو ان خائن اور غداروں سے ترک تعلق کرو اور صاحب سلامت بند کر دو۔ تاکہ ان کو یہ اندازہ ہو جائے کہ قوم اب بیدار ہو چکی اور قوم کسی طرح بھی اب مٹنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ اس کے مقدس ائمہ طاہرینؑ اور معصومین کی یادگاروں کو یہ خائن چند ٹکوں کے عوض فروخت کر دیں۔

(جمعہ ۱۹؍ اپریل ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَلْجَهْلُ اَصْلُ كُلِّ شَرٍّ

برادران عزیز! جو خطبہ میں آپ کے سامنے شروع کر رہا ہوں اس میں وہی پرانی بات آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں جو بات آپ کے سامنے برابر عرض کرتا رہتا ہوں کہ سرور کائنات سرکار دو عالم ارشاد فرما رہے ہیں کہ اَلْجَهْلُ اَصْلُ كُلِّ شَرٍّ جتنی بھی خرابیاں اور برائیاں ہیں ان سب کی بنا جہالت ہے۔ خود آپ اس موضوع پر سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے، وہ سب ایک جڑ سے پیدا ہوتی ہیں جس کا نام ہے جہالت۔ ہو سکتا ہے کہ اس موضوع کو آپ سنتے سنتے عاجز آگئے ہوں گے اور اپنی جگہ سوچ رہے ہوں گے کہ جب دیکھو یہی بات کہا کرتے ہیں۔ جب تک یہ مرض ہے میں یہی بات کہتا رہوں گا۔ جس دن آپ اس مرض کو مٹا دیں گے کہنا چھوڑ دوں گا۔

اب میں آپ کے سامنے کیوں کہہ رہا ہوں؟ کل الیکشن تھا یہاں اللہ کا شکر ہے۔ لیکن جو بات ہوئی وہ اس طرح سے ہے کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمان جو بچارے ان پڑھ تھے، ان کے نام ووٹر لسٹ میں موجود تھے مگر جب وہ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ووٹ پڑ چکا ہے۔ ان سب کو یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ آپ کا نام ووٹر لسٹ میں موجود نہیں ہے جب کہ ان کا نام موجود تھا۔ اب وہ تھے جاہل وہ تو ان پڑھ تھے۔

اگر پڑھے لکھے ہوتے تو وہ کہتے کہ ہمارا نام تو موجود ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ لوگ چلے گئے تو ان لوگوں نے ان کے ووٹوں کو استعمال کر لیا جو ان کے مخالف تھے۔ غور کیا آپ نے۔ یہ جہالت کا خمیازہ، نقصان اور سزا ہے جو کل ہماری نظروں کے سامنے آئی۔ اور میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے جہالت کو نہیں مٹایا تو جیسے ووٹر لسٹ سے آپ کا نام غائب ہو گیا ہے ویسے ہی ہندوستان کی ہر لسٹ سے آپ کا نام غائب ہوتا چلا جائے گا۔ یہ بات اپنے اذہان عالیہ میں آپ محفوظ کر لیں۔

سرکارؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جتنی برائیاں ہیں وہ سب جہالت سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو میں ایک خطبہ میں کہاں تک شمار کرا سکتا ہوں۔ ایک بہت بڑی برائی جو جہالت سے پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ آدمی میں بات سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، بات سمجھ ہی نہیں پاتا۔ یہ بچارہ مخلص ہوتا ہے، اس کے اخلاص میں کوئی شک نہیں ہے۔ غور کیا۔ اہل بیتؑ سے محبت کرتا ہے مگر اس میں سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔ ایسے لوگوں سے دین اور مذہب کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ ان کی نیک نیتی میں کوئی شک نہیں مگر نقصان پہنچتا ہے جہالت سے۔ میں کئی مثالیں آپ کے سامنے ایسی دینا چاہتا ہوں، ایک مثال میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک شرف لکھنؤ کو ایسا حاصل ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں گھومنے والوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ خاک شفا کی بنی ہوئی مسجد سوائے لکھنؤ کے اور کہیں ہے پوری دنیا میں؟ میں ابھی نہیں بتاؤں گا کہ کہاں ہے؟ جن کو معلوم ہے وہ سمجھ جائیں گے مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو پوری دنیا میں اکیلی خاک شفا کی بنی ہوئی مسجد جو تقریباً ڈھائی سو برس پہلے بنی، آپ سمجھ لیجیے کہ اس زمانہ میں پانی کے جہاز پر وہاں سے مٹی کا آنا اور خاک شفا کا اتنی بڑی مقدار میں کہ یہاں مسجد بن جائے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لیکن جب میں اس مسجد کو دیکھنے کے لیے گیا تو اہل بیتؑ

اور اسلام کا عقیدہ رکھنے والے سادہ لوح اور جاہل مسلمانوں نے خاک پاک کی بنی اس مسجد کو خوبصورت بنانے کے لیے انھوں نے پوری مسجد پر چونا پوت دیا۔ غور کیا آپ نے۔ اب جو چونا پوتا تو نیکی ہی میں تو پوتا، ہمارے بھائی ہی نے تو پوتا۔ اگر وہ میرے منھ پر چونا پوتتا تو مجھے افسوس نہ ہوتا، اس خاک شفا پر چونا پوت دیا۔ یہ کاہے سے نقصان پہنچا، جہالت سے نقصان پہنچا۔

تو سب سے بڑی مشکل یہ آتی ہے کہ جاہل افراد میں بات سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔ وہ لفظ کے معنی کیا ہوتے ہیں یہ تو سمجھ سکتے ہیں، اس کے اندر جو پیغام ہوتا ہے، اس کے اندر جو آتما ہوتی ہے، اس کے اندر جو روح ہوتی ہے، اس کے اندر جو اسپرٹ ہوتی ہے اس کے سمجھنے سے وہ قاصر ہوتے ہیں۔ اب میں آپ کے سامنے مثال دے دوں۔ مثلاً آپ کے گھر کے پاس آیا اور آپ کے گھر کے سامنے ایک سائیکل کھڑی ہوئی ہے۔ میں نے آپ سے کہا مجھے سائیکل چلانا نہیں آتی، بہت ضروری کام ہے، فلاں کے ساتھ بیٹھ کر چلے جائیے۔ آپ نے کہا مولانا صاحب سائیکل تو کھڑی ہے مگر اس کے پہیے میں ہوا نہیں ہے۔ "سائیکل تو کھڑی ہے پر پہیے میں ہوا نہیں ہے تو ایسی سائیکل سے کیا فائدہ؟" میں یہ کہہ کر چلا گیا کہ ایسی سائیکل سے کیا فائدہ جس میں ہوا نہ ہو۔ آپ نے وہ سائیکل اٹھائی اور کوڑے پر پھینک دی۔ کیونکہ میں نے کہا تھا کہ ایسی سائیکل سے کیا فائدہ؟ تو جس سے فائدہ نہیں ہوتا وہ کوڑے پر پھینک دی جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی صاحب عقل آپ کو سائیکل سر پر رکھے ہوئے لے جاتے دیکھے گا تو آپ سے پوچھے گا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے سینہ تان کر کہا اس سائیکل سے کیا فائدہ، میں اسے کوڑے پر پھینکنے جا رہا ہوں۔ تو وہ کہے گا اُن کا مطلب یہ نہیں تھا کہ سائیکل کوڑے پر پھینک دیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ سائیکل کے پہیے میں ہوا بھروالیں، تاکہ یہ

بے فائدہ چیز فائدہ رسانی کرنے لگے، یہ بے فائدہ چیز فائدہ مند ہو جائے۔ تو جس کے پاس عقل نہیں تھی اس نے اس کا مطلب وہ نکالا، جس کے پاس عقل تھی اس نے اس کا مطلب صحیح نکالا۔

یہی مصیبت ہے اس وقت جو ہمارے سامنے ہے۔ مگر جن الفاظ کے ترجمہ سے مطلب نکالا جاتا ہے اس کے سیاق و سباق کو بھی دیکھنا چاہیے اور کہنے والے کے اسٹیٹس کو بھی دیکھنا چاہیے۔ ورنہ یہاں میں چیلنج کرتا ہوں کہ آپ مجھے بتا دیں کہ وہ کون سی عبادت ہے کہ جسے ہم انجام دیں گے۔ عالم اسلام میں نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔ بے شک؛ اس لیے کوئی کہے نہ کہے، ہم ہر نماز میں حَیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ کہہ کر بتاتے ہیں کہ بہترین عمل نماز ہے۔ ہے نا بہترین عمل نماز؟ اس میں کسی مسلمان سنی اور شیعہ کو شک تو نہیں ہے؟ اب قرآن کیا کہتا ہے؟ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ....نماز پڑھنے والوں پر خدا کی پھٹکار۔ جتنے نمازی یہاں آتے ہیں سب نکل گئے باہر۔ جب نمازیوں پر خدا کی پھٹکار ہے تو کیا کریں نماز پڑھ کر مگر آگے بڑھ کر ارشاد ہو رہا ہے اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ایسے نمازیوں پر خدا کی پھٹکار ہے جو نماز ایسی عبادت کو رسم میں بدل دیں۔ یعنی نماز تو پڑھیں مگر نماز کے تقاضوں کو پورا نہ کریں۔ نماز کا تقاضہ کیا ہے؟ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ نماز کا اثر یہ ہے کہ جیسے با اثر دوا ہو گی۔ آپ دوا کھائیں گے، بخار اترے گا۔ اسی طرح قرآن بتاتا ہے کہ نماز اور بدکرداری ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ تو جہاں اصلی نماز ہو گی وہاں بدکرداری نہیں ہو گی۔ جہاں بدکرداری ہے، فسق و فجور ہے اور نماز بھی ہے تو یہ نماز تو ہے مگر عبادت والی نماز نہیں ہے، رسم والی نماز ہے

غور کیا آپ نے۔ اب اگر کوئی کہے کہ جب کسی شے کی روح کو نکال کر عبادت

کے بجائے اس کو رسم بنا دیا جائے تو اس کے لیے قرآن مجید کہہ رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عربی جاننے والے کم ہیں، اردو جاننے والے بہت ہیں۔ نہج البلاغہ کو پڑھیے، حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں، خطبہ نمبر ۱۰۰۔ فرماتے ہیں، میں نے حوالہ دے دیا ہے آپ جا کر نہج البلاغہ پڑھ لیجیے، فرماتے ہیں کتنے ہی روزہ رکھنے والے ایسے ہیں جن کو روزہ رکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا قیامت میں سوائے بھوک اور پیاس کے اور کتنے ہی ایسے قائم اللیل، نماز شب پڑھنے والے ہیں، نماز تہجد۔ جب قیامت کے میدان میں پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ انھیں کچھ نہیں ملا۔ کسی نماز کا تذکرہ نہیں ملا، نہ روزہ کا ذکر ہے نہ نماز کا ذکر ہے۔ حشر کے میدان میں پہنچے تو نہ کسی نماز کا ذکر اور نہ کسی روزہ کا ذکر۔ الفاظ پڑھے دیتا ہوں اور ترجمہ پڑھے دیتا ہوں۔ شکایت کرنا ہو تو آپ امام سے کریں۔

حق کی بات ہے کہ علیؑ سے بڑھ کر کوئی روزہ رکھنے والا نہیں تھا، ان سے بڑھ کر کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تھا۔ ایسا نمازی اور روزہ دار جس کی شہادت روزہ اور نماز کی حالت میں ہوئی۔ یعنی ایسا کوئی ملے گا ہی نہیں کہ جب سر پر ضربت لگی ہے تو وہ روزہ بھی تھا اور نمازی بھی۔ روزہ کی حالت میں نماز۔ اب وہ شخص کہتا ہے۔

مبارک باد کے لائق ہیں وہ صاحبان عقل کہ جو نمازوں کو چھوڑنے والے اور روزہ خور ہیں۔ غلط تو نہیں کہا آپ کے سامنے۔ مبارک باد کے لائق ہیں وہ لوگ جو نماز رات میں پڑھ نہیں رہے ہیں بلکہ سو رہے ہیں 'وافطارھم' افطار کے معنی تو آپ جانتے ہیں کہ روزہ کھول رہے ہیں۔ سب روزہ رکھ رہے ہیں وہ روزہ نہیں رکھ رہا ہے۔ کیا مطلب اگر آپ نے لفظی ترجمہ دیکھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز بھی بیکار ہے، روزہ بھی بیکار ہے۔ لیکن اگر آپ کے پاس عقل ہے تو آپ سمجھیں گے کہ مولا نماز چھوڑنے اور روزہ چھوڑنے کی تلقین نہیں کر رہے ہیں۔

یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ نماز روزہ چھوڑ دو بلکہ اگر انھیں اپنے نامہ اعمال میں لکھوانا چاہتے ہو تو اس نماز کو، روزہ کو رسم سے ہٹا کر عبادت بنا دو۔ تمھارے نامۂ اعمال میں رسمیں نہیں لکھی جائیں گی عبادتیں لکھی جائیں گی۔ روزہ اور نماز کو عقل، بصیرت، معرفت اور علم کے ساتھ انجام دو۔

غور کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب کوئی بات انسان کہتا ہے تو آپ فقط اس کی لفظوں کو دیکھ کر اس کے پیچھے ڈنڈا لے کر نہ دوڑیں بلکہ یہ دیکھیں کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ کس اسٹیج پر بات کہی جا رہی ہے، کس جذبہ سے بات کہی جا رہی ہے، کس شے کو مٹانے کے لیے بات کہی جا رہی ہے، کس شے میں جان ڈالنے کے لیے بات کہی جا رہی ہے۔ تو یہ ایک جہالت ہے کہ جو ہمارے لیے بہت بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے اور وہ جہالت الحمدللہ ہمارے مسلمانوں میں مشترک ہے۔

حضور کریم چند برس مدینہ میں تشریف فرما رہے اور چند برس میں پورے جزیرۂ عرب کے لوگوں کو مسلمان بنا دیا۔ مسلمان بادشاہ نوسو برس تک حکومت کرتے رہے مگر آج بھی مسلمان یہاں اقلیت میں ہیں۔ کیوں؟ وہی بات میں آپ کے سامنے کہتا ہوں کہ یہ مسلمان بادشاہ اس لیے مسلمان تھے کیونکہ یہ چاہتے یہ تھے کہ اگر مسلمان نہیں رہیں گے تو بادشاہ نہیں رہیں گے۔ غور کیا۔ اس لیے وہ اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے باقی جیسا ان کا اسلام تھا وہ آپ جانتے ہیں۔ عیاشیوں میں ڈوبا ہوا، بدکاریوں میں ڈوبا ہوا۔ ورنہ جس ملک پر نوسو برس تک مسلمانوں کی حکومت ہو وہاں مسلمان اقلیت میں رہیں۔ بات کیا تھی؟ بات یہ تھی کہ مسلمانوں کی حکومت نوسو برس تک ہندوستان پر تھی مگر خود مسلمانوں کے دلوں پر اسلام کی حکومت نومنٹ کی بھی نہیں تھی۔ اگر مسلمانوں کے دلوں پر اسلام کی حکومت

نومنٹ رہتی تو آج اس ملک کا نقشہ دوسرا ہوتا۔ ابھی سفر میں میرا ساتھ ہوا تھا مولانا قاسمی صاحب کا جو بہت بڑے سنیوں کے عالم ہیں، وہ مجھ سے فرما رہے تھے کہ مرشد آباد میں سات سو مسجدیں تھیں مسلمانوں کی۔ مرشد آباد میں مسجدیں کتنی تھیں؟ سات سو۔ جس میں سے صرف گیارہ مسجدیں رہ گئی ہیں باقی سب زمیں بوس ہو گئیں اور گیارہ جو رہ گئیں اس میں بھی سات پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے اور چار میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ یہی بات میں نے بھائی آپ کے سامنے عرض کی تھی، نہیں سمجھ میں آتی، میں کیا کروں۔ میں آپ کے سامنے مثالیں دے رہا ہوں۔ سات سو مسجدوں میں سے گیارہ رہ گئیں۔ گیارہ میں صرف چار میں نماز ہو رہی ہے اور سات پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے۔

مولانا بہت ذمہ دار آدمی ہیں جنھوں نے یہ بات سنائی۔ پتہ ہے کیوں ہوا؟ پھر میں وہی بات آپ کے سامنے کہتا ہوں کہ لوگوں نے مسجدیں بنوالیں صرف کسی قوم کو ستانے کے لیے۔ میرے چھوٹے بھائی مجھے چاہے اچھا کہیں یا برا کہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مسجدیں نہ بنائیں مگر جب قوم کو بنائیں گے تو مسجدیں بنیں گی باقی رہنے کے لیے، امام باڑے بنیں گے باقی رہنے کے لیے۔ اور قوم ہی اگر نہ رہی تو مسجدیں کہاں رہ جائیں گی، امام باڑے کہاں رہ جائیں گے۔ اپنے لکھنؤ میں دیکھ لیجیے، ہم کو شوق ہے نئی نئی مسجدیں بنانے کا۔ برا نہ مانیے گا بھائی ہم کو شوق ہے امام باڑے بنانے کا۔ ارے بھائی جو امام باڑے بنے تھے ان کو بچائیے تو۔ آپ نے کشمیری محلہ میں، کاظمین میں امام باڑہ بنا دیا۔ یہ سبطین آباد کا بڑا امام باڑہ جو کروڑوں کی پراپرٹی ہے، یہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو آپ کی بدنامی ہی تو ہو گی بلکہ نانی کا امام باڑہ اور مسجد موجود ہے، گولہ گنج میں جا کر دیکھیے۔ یہ قیصر باغ کی بارہ دری جہاں قصر البکا، کے نام سے امام باڑہ تھا۔ کتنی مسجدیں آج جاری ہیں، کتنے امام باڑے

ہیں جس پر آج غیروں کا قبضہ ہوگیا۔ ہم کو بچانے کی فکر نہیں ہے، نئی نئی عمارتیں بنانے کی فکر ہے۔ فرق کیا ہے؟ کسی کو بچانا مشکل ہوتا ہے کسی چھوٹی سی عمارت کو بنالینا آسان ہوتا ہے اور ہمیں آسان پسندی کی عادت ہوگئی ہے۔

میرے عزیزو! میرے کہنے کا مطلب ہے کہ یہ ساری برائیاں صرف اور صرف ایک سے پیدا ہوتی ہے جس کا نام ہے جہالت۔ جب تک آپ جہالت کو مٹائیں گے نہیں آپ کو بات سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوگی آپ میں سوئے فلمی ہی پیدا ہوگی۔ آپ روز بروز کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔ کمزور دنیا میں باقی نہیں رہتا۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى .....

برادران عزیز! رسول اللہؐ کی یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ سرکارؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال سفینۂ نوحؑ کی سی ہے جو اس کشتی میں سوار ہوا اس کو نجات مل گئی اور جس نے اس کشتی کو چھوڑا وہ غرق ہوگیا۔

اب چاہے بیٹا بھی آئے تو وہ بھی ڈوبے گا اور ہلاک ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسولؐ سمجھ رہے تھے کہ میری وفات کے بعد عالم اسلام میں طوفان آنے والے ہیں اور طوفان سے بچنے کے لیے ہمیشہ کشتی کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ کشتی آپ نے مسلمانوں کے حوالے کردی اہل بیتؑ کی شکل میں کہ جب ہر طرف سے فسق وفجور کے طوفان آرہے ہوں تو ہمیشہ اہل بیتؑ کی کشتی کو تھامنا۔ یہ کشتی وہ کشتی ہے کہ جو اللہ کے سہارے پر چلنے والی ہے حضرت نوحؑ کی کشتی کی طرح سے اللہ کے اشارے پر چلنے والی ہے اور اگر تم نے ان سے تمسک کرلیا تو پھر نہ تم ڈوبو گے نہ ہلاک ہوگے۔ اسی لیے ہر صحیح عقیدہ کا مسلمان اس بات پر یقین کرنے کے لیے

مجبور ہے کہ مسلمان کو اس وقت تک نجات نہیں مل سکتی جب تک وہ اللہ و رسولؐ کے ساتھ اہل بیت رسولؐ سے محبت نہ کرے اور ان کی ولایت کا قائل نہ ہو اور ان کو اپنا رہبر اور اپنا سربراہ تسلیم نہ کرے۔

اے میرے عزیزو! جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ میں تو ہفتہ دس دن میں چلا جاؤں گا اور اگر اللہ کی مرضی رہی تو چار مہینے کے بعد واپسی ہو گی۔ اسی دوران محرم آ رہا ہے۔ پہلے جب محرم آیا کرتا تھا تو ہم کو ڈر معلوم ہوا کرتا تھا کہ محرم آ رہا ہے شیعہ سنی جھگڑا ہو گا۔ اب محرم جب آتا ہے تو ڈر لگتا ہے کہیں شیعہ شیعہ جھگڑا نہ ہو جائے۔ بات یہاں تک پہنچی ہے کہ خدانخواستہ شیعہ شیعہ جھگڑا نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ عزاداری امام مظلوم بڑی مقدس ہے، بہت پاک و پاکیزہ شے ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ذمہ دار علماء، واعظین جو پیسے کے لیے مجلسیں نہیں پڑھتے، جب منبر پر جاتے تھے ذکر اہل بیتؑ کے لیے تو وضو کر کے جاتے تھے جیسے کہ مسجد میں آ کر نماز پڑھتے ہیں۔ جب تک کہ مجلسوں میں وہ اخلاص و خلوص تھا پڑھنے والوں میں ہر ذاکر کا، میں خود اس منزل پر نہیں تو دوسروں کو کیا کہوں۔ تو یہ آپ سمجھ لیجیے کہ ہر وہ شے کہ جو آپ کو بچانے والی ہے وہ آپ کو اس وقت بچائے گی جب آپ اس کو بچائے رہیں۔ غور کیا آپ نے۔

ابھی میں نے کشتی کی مثال پیش کی آپ کے سامنے۔ ظاہر ہے کہ ایک کشتی پڑی ہوئی ہے آپ اس کا استعمال نہیں کر رہے ہیں مگر آپ اس کی وقتاً فوقتاً مرمت کرتے رہتے ہیں کہ کبھی بہیا آ گئی، کبھی باڑھ آ گئی، کبھی سیلاب آ گیا تو کام دے گی۔ تو اگر آپ نے اس کشتی کو بچایا ہے تب تو وہ کشتی آپ کو بچائے گی اور اگر اس کشتی کو آپ نے کمزور کر دیا تو وہ کشتی آپ کو ڈبو دے گی۔ تو عزاداری اہل بیتؑ اور عزاداری مظلوم کربلا بخدا میں عرض کرتا ہوں کہ صرف اور صرف یہ ایک وہ

شے ہے کہ جس نے آپ کو بچایا ہے۔ اب یہ عزاداری آپ سے مطالبہ کر رہی ہے کہ چودہ سو برس تک ہم نے تم کو بچایا ہے اب تم ہم کو بچاؤ۔

یہ عزاداری کیسے بچے گی؟ جب آپ عزاداری میں مخلص رہیں، جب آپ اسے عبادت سمجھ کر انجام دیں، جب مجلسیں پڑھنے والے اس نیت سے منبر پر جائیں کہ اس عزاداری کے ذریعہ ہمیں فلسفۂ حسینیت کو حسینیوں کے ذہنوں اور دلوں میں اتار دینا ہے۔ اگر سننے والے اس نیت سے جائیں کہ ہم سن کر اپنے آپ میں تبدیلی پیدا کریں گے اور کم از کم اس منزل پر اپنے آپ کو لے آئیں گے کہ مولا ہماری شفاعت کرنے پر تیار ہو جائیں۔ دیکھیے اب وہ صورت حال ہے کہ پہلے عرض کیا میں نے آپ کے سامنے، پہلے محرم آنے والا ہوتا تھا تو ڈر لگتا تھا کہ کہیں خدانخواستہ شیعہ و سنی جھگڑا نہ ہو جائے، اب یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ شیعہ شیعہ جھگڑا نہ ہو جائے۔

میں نے عرض کیا کہ میں جا رہا ہوں مگر اپنے متعلق کم از کم یہ عہد کر کے جا رہا ہوں کہ میں جتنا ذلیل ہوں، جتنا حقیر ہوں، میں خود اپنے کو جانتا ہوں۔ ایک انسان دوسرے کے بارے میں جو رائے قائم کرے مگر یہ انسان خود سمجھتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ میں کتنا جاہل ہوں میں جانتا ہوں۔ میں کتنا گنہگار ہوں میں جانتا ہوں۔ میں کتنا سیاہ کار ہوں میں جانتا ہوں۔ میری ذات اس لائق نہیں کہ منبر کو اتنا پست کر دیا جائے کہ ایک حقیر اور ذلیل انسان کو معرض بحث میں لایا جائے لیکن اگر فرض کیجیے مثلاً احتیاطاً آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں، اگر یہ صورت حال ہوئی کہ کوئی شخص مجھ پر تنقید کرے، کوئی شخص مجھ کو برا بھلا کہے، کوئی شخص مجھے گالیاں دے، کوئی شخص میرا پتلا جلائے، کوئی شخص میرے کردار پر جتنا گندے سے گندہ حملہ ہو سکتا ہے کرے۔ میری طرف سے میرے کسی عزیز، میری

اولاد میں سے کسی بچے کو، میرے کسی بھتیجے کو، میرے کسی دوست کو میرے کسی چاہنے، ماننے والے کو اس بات کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں ہے کہ وہ میری طرف سے کسی بھی طرح کا تقریری و تحریری یا عملی، اشارتاً یا کنایتاً اس کا جواب دے، اس لیے کہ شیعہ شیعہ جھگڑا ہو، مجھے یہ دھبہ اپنے دامن میں لے کر قبر میں جانا نہیں ہے تو کوئی شخص کچھ بھی کہے میرے لیے کچھ بھی کہے، کچھ بھی کر لے۔ اگر کوئی شخص میری طرف سے کسی بھی طرح کا ایک لفظ بھی کہے گا یا ردعمل ظاہر کرے گا خدانخواستہ یا بعد میں کسی ردعمل کا مظاہرہ کرے گا تو میں ہرگز ہرگز اس کے عمل سے راضی نہیں ہوں اور میری طرف سے کوئی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ میری طرف سے کسی طرح کا جواب دے۔

ہمیں مجلسوں کے تقدس اور عزاداری کے تقدس کو ہر قیمت پر برقرار رکھنا ہے اور اس کی عزت اور اس کی آبرو کو بچانا ہے۔ اس لیے اب ہمارے پاس لے دے کر صرف اور صرف سیڑھی کا آخری ڈنڈا رہ گیا ہے جس پر ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ ڈنڈا بھی چھوٹ گیا تو ہم سوائے اس کے کہ غار میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے جائیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ میری پالیسی صرف یہ ہے کہ آپ سیڑھی کے آخری ڈنڈے پر ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کے اوپر کے ڈنڈے پر جائیں وہاں سے اور اوپر جائیں، وہاں سے اور اوپر، وہاں سے اور اوپر جائیں، میں آپ کو اوپر لے جانا چاہتا ہوں۔

آپ کے سامنے جو بات میں نے رکھی اگر اس میں کوئی غلطی ہو جسے لوگ سمجھ نہیں پاتے کسی بھی شخص کو چاہے میرا دوست ہو، چاہے میرا عزیز ہو، کسی بھی طرح سے اذیت یا ردعمل ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ آنے والی عزاداری کو ہم سب سے قبول کرے اور فاطمہ زہرؑا کو ہمارا شفاعت کرنے والا

قرار دے اور میں تو انھیں کی بارگاہ میں یہ عرض کروں گا کہ میں آپ کے سامنے اور آپ کے بابا کے سامنے، شوہر اعلیٰ قدر کے سامنے اپنے سارے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ بہت بھول چکا ہوں یا جو مجھے یاد ہیں وہ بھی اتنے کافی ہیں جس کا میں شمار نہیں کر سکتا، لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کے بابا آپ کی بات نہیں ٹالتے۔ آپ کے بابا آپ کی بات نہیں ٹال سکتے۔ اور آپ ہم سب کے لیے شفاعت کر دیں، آپ کے بابا اپنے پروردگار سے شفاعت کر دیں تاکہ ہمارے حالات میں تبدیلی پیدا ہو، ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا ہو۔ اور جب اللہ نے بہترین رہبر عطا کیے ہیں تو یہ امت بہترین امت بن جائے اور یہ ملت بھی بہترین ملت بن جائے۔ میں خدا جانتا ہے کہ سوائے اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ جب رہبر سب سے آگے ہیں تو ماننے والے سب کے پیچھے کیوں؟ جب رہبر دنیا و آخرت میں سب سے آگے ہیں تو ان کے ماننے والے بھی دنیا و آخرت میں سب سے آگے ہونا چاہیے۔

(جمعہ ۳ر مئی سنہ ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔

برادرانِ عزیز! قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ میں اس پیغام کی اصل بتائی جا رہی ہے اور مقصد بتایا جا رہا ہے جس کو حضور کریمؐ لے کر آئے تھے اور جس کو آپ تک پہنچایا اور جس کی حفاظت ائمہ طاہرین علیہم السلام نے فرمائی۔ اور وہ پیغام یہ ہے کہ اے صاحبانِ ایمان! جب اللہ اور اللہ کا رسولؐ تمھیں اس شئے کی طرف بلائے کہ جو لوگوں کو زندہ کرتی ہے تو ان کے پیغام پر لبیک کہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام، دین اور ایمان موت کا نام نہیں بلکہ زندگی کا نام ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہو گا جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا گزشتہ خطبۂ نماز جمعہ میں، اگر ہمیں قرآنی معیار کے اعتبار سے یہ دیکھنا ہے کہ ہم میں ایمان کتنا پایا جاتا ہے تو ہم کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ ہم بلند کتنے ہیں؟ اسی طرح یہ آیۂ کریمہ بتاتی ہے کہ جب کبھی تم کو اپنے اسلام کے بارے میں غور کرنا ہو کہ تم کس حد تک مسلمان ہو، کس حد تک مومن ہو تو یہ دیکھو کہ تم میں زندگی کتنی پائی جاتی ہے اور جان کتنی پائی جاتی ہے

عزیزو! زندہ انسان بھی ہوتا ہے اور مردہ انسان بھی ہوتا ہے۔ درخت بھی

زندہ ہوتا ہے اور مردہ ہوتا ہے، زمین بھی زندہ ہوتی ہے اور مردہ ہوتی ہے۔ فرق کیا ہوتا ہے؟ زندہ انسان اپنا سارا کام خود کرتا ہے۔ وہ خود نہاتا ہے، وہ خود کپڑے بدلتا ہے، وہ خود راستہ چلتا ہے، وہ خود اپنا مکان بناتا ہے۔ مردہ انسان؟ اس کو دوسرے غسل دیتے ہیں، اس کو دوسرے کفن پہناتے ہیں، اس کو دوسرے اپنے کاندھوں پر لے کر چلتے ہیں اور اس کی قبر کو دوسرے لوگ کھودتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کی پہلی علامت یہ ہے کہ زندہ انسان اپنا کام خود کرتا ہے، مردہ انسان اپنا کام دوسروں سے لیتا ہے۔ تو اب اگر آپ یہ دیکھنا چاہیں کہ آپ میں زندگی کتنی پائی جاتی ہے تو اس عنوان سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ آپ اپنا کام خود کرتے ہیں یا اپنا بوجھ دوسرے پر ڈالتے ہیں۔ اگر اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالتے ہیں تو یہ موت کی علامت ہے اور اگر اپنا کام خود کرتے ہیں تو یہ زندگی کی علامت ہے۔

اب یہاں سے آگے بڑھ کر درختوں پر آجائیے۔ جب تک اس کے پتے اور اس کے پھول درخت سے چپکے ہیں اور درخت سے لٹکے ہیں، اس وقت تک وہ درخت زندہ ہوتا ہے اور جب درخت مرجاتا ہے تو اس کے پتے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرنا شروع ہوجاتے ہیں۔ تو اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ شجر دین "دین کا درخت" ہمارے یہاں مرگیا یا زندہ ہے تو یہ دیکھیے کہ اس کے پتے دین کے شجرسے، درخت سے چپکے ہوئے ہیں یا ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گر رہے ہیں۔ اس کے دیکھنے کے لیے آپ کو بہت دور جانے کی کسی محلے میں ضرورت نہیں ہے۔ شجر آل محمدؐ کے بہت سے پتے آپ کو اسی مسجد کے پہلو میں ٹوٹتے دکھائی دیں گے۔ تو یہ اس قوم کے پتوں اور پھولوں کا معصوم بچوں کا زمین پر پڑے ہونا اس عالم میں جو آپ کو دکھائی دے رہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس

قوم میں زندگی کا یہ رخ بھی نہیں پایا جاتا۔

زمین زندہ ہوتی ہے اور مردہ ہوتی ہے۔ زمین کے زندہ اور مردہ ہونے کی علامت کیا ہے کہ زندہ زمین میں اگر آپ اناج کا دانہ ڈالیں تو زمین فوراً اس بیج کو زندہ کر دیتی ہے اور وہاں سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے، اس درخت میں کونپلیں آتی ہیں، اس درخت میں بالیاں آتی ہیں اور پھر آپ نے ایک دانہ ڈالا تھا' زمین نے آپ کو سینکڑوں دانوں کی شکل میں گیہوں واپس کر دیا۔ مردہ زمین کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ مردہ زمین میں آپ ہزاروں دانے ڈالتے چلے جائیں مگر جتنے دانے آپ ڈالتے چلے جائیں گے وہ زمین کھاتی چلی جائے گی واپس نہ کرے گی۔ اس لحاظ سے اگر آپ کو اپنی قوم کو دیکھنا ہے تو برا نہ مانیں آپ۔ آپ دیکھیے کہ قوم ہماری مردہ ہے یا زندہ ہے۔ اس قوم کا عالم یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کی دولت لا کر آپ کی قوم کے اندر ڈال دی جائے تو وہ دولت ختم ہو جائے گی قوم کی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو گی۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ اگر یہ حقیقت ہے تو آپ اپنی آنکھیں کیوں بند کیے ہوئے ہیں۔

میرے عزیزو! زندہ زمین' زندہ درخت ہمیشہ دوسروں کو دیا کرتا ہے۔ موت کی علامت ہے لینا' زندگی کی علامت ہے دینا۔ تو اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ ہم زندہ ہیں یا مردہ تو یہ دیکھیے کہ آپ دے رہے ہیں یا لے رہے ہیں۔ آپ کا ہاتھ یوں (نیچے) ہے یا یوں (اوپر) ہے۔ اگر آپ کا ہاتھ "یوں" ہے تو سمجھ لیجیے کہ آپ مردہ ہیں اور اگر آپ کا ہاتھ "یوں" ہے تو زندہ ہیں۔

میں تقریباً چار مہینہ بعد یورپ ہوتا ہوا' امریکہ ہوتا ہوا آپ کے درمیان آیا۔ میں جب ہندوستان سے باہر نکلتا ہوں تو لوگ مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ جب میں ہندوستان سے باہر نکلتا ہوں تو لوگ مجھے اتنی عزت دیتے ہیں

جس کا میں مستحق نہیں ہوں۔ اور میں اس منبر پر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے منصوبہ کے لیے کبھی کچھ مانگا نہیں ہے۔ میں تو مانگتا ہوں بوسیلۂ آل محمدؐ صرف اللہ سے لیکن بے مانگے بھی لوگ آپ کے لیے امریکہ اور یورپ کے لوگ آپ کے لیے مجھے پیسہ دیتے ہیں، مجھے روپیہ دیتے ہیں۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ یونیٹی اسکول کا پہلا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے اللہ کا فضل ہے، عنایت ہے۔ لیکن ابھی اتنی ہی بڑی بلڈنگ اور بننا تھی، ساتھ ہی اس کے ساتھ ساتھ سوئمنگ پول بننا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آڈیٹوریم بننا تھا، اس کے ساتھ ساتھ ٹیچنگ اسٹاف کے رہنے کے لیے فلیٹ بننا تھے۔ میں سوچتا تھا اتنا روپیہ کہاں سے آئے گا۔ میں کسی سے کہتا نہیں تیرے علاوہ، تو ہی نے میرے لیے رزق کا دروازہ کھولا ہے۔ اسی ادھیڑ بن میں تھا اور اللہ سے فریاد کرتا رہتا تھا محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے دے کر۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ اسی دوران سفر میں آخری مرحلہ میں کسی جگہ پر تھا، میں آپ کو بتاؤں گا نہیں، اس لیے کہ اس شخص نے مجھے منع کر دیا کہ میرا نام نہ آنے پائے۔ صرف ایک شخص نے یونیٹی اسکول کے دوسرے مرحلہ کی تکمیل کے سارے اخراجات کا بار اٹھا لیا جو ایک کروڑ روپیہ کا تھا۔ شاید اس سے بھی زیادہ یہ رقم بڑھ جائے اور یہ زبانی نہیں ہے باقاعدہ اگریمنٹ ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ کہا کہ یہ بلڈنگ تو بن جائے گی لیکن آپ کے جو اور پروجیکٹ ہیں ان کے لیے بھی آپ کو مسلسل پیسے کی ضرورت ہوگی تو آپ کیا کریں گے؟ میں نے کہا، اس کے لیے اللہ سے مانگتا ہوں، وہی دلوا رہا ہے۔ مجھے بتائیے اس سارے اخراجات کے بعد مجھے ایک کروڑ کے علاوہ چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ کی مستقل امداد انھوں نے ہمارے جو دوسرے پروجیکٹ ہیں ان کے لیے منظور کی اور وہ بھی زبانی وعدہ نہیں ہے۔

یہ جو رفسنجانی صاحب تشریف لائے تھے، اس وقت جو وعدہ ہوا تھا وہ

پورا نہیں ہوسکا۔ اس میں ایران کی کوئی غلطی نہیں ہے، میں اس پر کوئی الزام نہیں دیتا۔ ہمارے یہاں کمبخت آثارِ قدیمہ کے جو لوگ ہیں یہ اس میں اپنا حصہ چاہتے ہیں۔ تو آپ بڑے امام باڑے کی چھت پر جاکر دیکھیے انھوں نے اس امام باڑے کی مرمت کی ہے وہ کیسی ہے؟ میں نے تو اوپر جاکے دیکھا کہ گنبد پر ویسے ہی لکھوریاں دانت نکالے ہوئے ہنس رہی ہیں۔ غور کیا آپ نے! وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ذریعے سے، ہمارے ذریعے سے ہو۔ تو ہمارے ذریعے سے پچاس لاکھ تو وہی نوش فرمائیں گے، اس لیے معاملہ اٹکا ہوا ہے۔ بہرحال دہلی میں گفتگو ہو رہی ہے۔ دیکھیے اس میں آثارِ قدیمہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تقریباً چھتیس لاکھ روپیہ ہمارے پاس پہلی قسط آچکی ہے اور ہمارے اسکول میں جمع ہوچکی ہے اور انشاء اللہ اسکول کی تعمیر کا جو دوسرا مرحلہ ہے وہ بہت تیزی کے ساتھ شروع ہوجائے گا۔

اچھا میں آپ کے سامنے کیا بات عرض کر رہا تھا؟ میں آپ کے سامنے عرض کر رہا تھا کہ وہ حضرات ہم کو بہت محبت دیتے ہیں، وہ حضرات مجھے عزت دیتے ہیں، وہ حضرات مجھے اتنا پیسہ دیتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھے اتنا پیسہ دے دیا کہ مجھے سکون ہوگیا۔ اب مجھے اور کسی کے سامنے اپنے پروجیکٹ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ حضرات مجھے کیا دیتے ہیں؟ بتائیے! سب کو نہیں کہہ رہا ہوں، بہت سے حضرات ہیں جو مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ وہ مجھے عزت، وہ مجھے محبت، وہ مجھے پیسہ دیتے ہیں، آپ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ میں برا نہیں مانتا اس لیے کہ جس دوکان پر جو مال ہوتا ہے وہی وہ دیتا ہے۔ نہ میں نے کبھی برا مانا ہے نہ برا مانوں گا۔ لیکن میں ان کو بھی دعائیں دیتا ہوں انصاف کے نام پر۔ میں معصوم نہیں ہوں، میں انتہائی خطا کار انسان ہوں، میں انتہائی گناہ گار انسان ہوں۔ اللہ کی راہ میں غلطی ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے۔ رسولؐ کی بارگاہ میں گناہ کر سکتا ہوں

مجھے اقرار ہے۔ اہل بیتؑ کی بارگاہ میں تقصیر کر سکتا ہوں۔ جان بوجھ کے تو نہیں کروں گا سہواً اگر ہو جائے تو ہو جائے۔ لیکن ٹھیک ہے اگر ایک مسئلہ پر کوئی شخص مجھے گالیاں دے رہا ہے' دے۔ اللہ اس کو سلامت رکھے۔ اور دے' خوب دے' جتنا جی چاہے۔

لیکن ایک بات میں عرض کرتا ہوں، وہ گالیاں دیں مگر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں اہلِ بیتؑ کے شیعوں کے بچوں کو تعلیم دلانے کا جو کام کر رہا ہوں تھوڑا بہت بقدر رنک' کیا یہ بھی کوئی گناہ ہے؟ کیا یہ بھی قصور ہے؟ اہل بیتؑ کے وہ شیعہ جو بیمار ہوتے ہیں اور ان کو دوا نصیب نہیں ہے۔ ٹی بی کے مریض سسک سسک کر مر جاتے ہیں' اگر ان میں سے زیادہ کو نہیں ایک مریض کا امام زین العابدینؑ اسپتال کے ذریعہ علاج ہو رہا ہے اور اس کو دوا مل رہی ہے' کیا یہ بھی غلط ہے، خطا ہے؟ یہ بھی تقصیر ہے؟ اہل بیتؑ کے شیعوں کے کچھ بچے اگر ٹائپ رائٹنگ اور "شارٹ ہینڈ" سیکھ کر روزی روٹی کا بندوبست کر رہے ہیں تو کیا یہ بھی برا ہے؟ ہماری قوم کے کچھ بچے اگر کمپیوٹر سیکھ رہے ہیں' اس کے ذریعہ سے ان کو روزی روٹی مل رہی ہے' کیا یہ بھی کوئی تقصیر ہے؟ میں آپ سے صرف اتنا سننا چاہتا ہوں کہ آپ جتنی گالیاں دینا چاہتے ہیں مجھے دیں۔ منبر پر بیٹھ کر، کرسی پر بیٹھ کر دیں۔ مجلس میں دیں، محفل میں دیں، نظم میں دیں نثر میں دیں۔ لیکن میں تو آپ کے خلوص کا امتحان ایک مرحلہ پر لینا چاہتا ہوں کہ مجھے گالیاں دینے کے ساتھ ساتھ میرے وہ کام جس میں آپ کے نزدیک بھی کوئی قصور نہیں ہے اس میں آپ میرے ساتھ تعاون کیوں نہیں کرتے؟

اگر ذاتیات پر یہ چیزیں مبنی نہیں ہیں تو جو بات ہو رہی ہے آپ برا کہیے' بھلا کہیے' گالیاں دیجیے' میں آپ کو دعائیں دوں گا۔ لیکن اس قوم کی بھلائی

کے لیے جو کچھ میں کام کر رہا ہوں یا اللہ نے مجھے توفیق دی ہے بقدر نمک، مجھ کو کوئی ناز تھوڑی ہے، اس میں آپ میرے ساتھ تعاون کیوں نہیں کرتے؟ اس میں کیا برائی ہے؟ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کہیں کہ ہم آپ کی مخالف پارٹی کے ہیں۔ اول تو میری کوئی پارٹی ہی نہیں ہے، میں کہہ چکا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کہیں کہ ہم تو آپ کی مخالف پارٹی کے ہیں آپ ہم سے کیسے کام لے لیں گے۔ یہ میرا مزاج نہیں ہے۔ میں نام نہیں لینا چاہتا ہوں۔ ہمارا ایک پروجیکٹ ہے، جس کے انچارج ایک ایسے صاحب ہیں جو روز میرے کانوں میں کوٹ کوٹ یہ بھرا جاتا ہے کہ وہ آپ کے دشمن کے ساتھی ہیں۔ آپ کے دشمن کے ساتھی ہیں۔ میں نے ہر ایک آنے والے سے کہا کہ وہ میرے دشمن کے ساتھی ہوں یا دوست کے ساتھی ہوں، میں تو کام کو دیکھتا ہوں۔ کام صحیح کر رہا ہے تو میرے دشمن کا ساتھی ہی نہیں میرے خون کا بھی پیاسا ہو لیکن اگر وہ کام صحیح کر رہا ہے تو میں اسے ہرگز ہرگز نہیں ہٹاؤں گا میرا یہ مزاج ہی نہیں ہے۔ آپ تشریف لائیے، شوق سے آپ بھی مجھے آزما لیجیے۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے بھائی اپنے میں زندگی کے آثار پیدا کیجیے زندگی کی علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ جب تک انسان زندہ رہتا ہے اس کے اجزاء متحد رہتے ہیں۔ ہاتھ اپنی جگہ پر رہتا ہے، پاؤں اپنی جگہ پر رہتے ہیں، سر اپنی جگہ پر رہتا ہے، جسم اپنی جگہ پر رہتا ہے۔ مرتا ہے انسان تو اعضاء متفرق ہو جاتے ہیں۔ یہی ایک علامت ہے جو ہماری قوم ٹکڑوں میں بٹ گئی، اتنے گروہوں میں بٹ گئی ہے اور ہر گروہ پھر دو گروہ میں تقسیم ہو جاتا ہے اور وہ گروہ پھر چار گروہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور یہ بھی آپ سمجھ لیں کہ یہ بھی موت کی علامت ہے۔

.... میں اس قوم کو زندہ دیکھنا چاہتا ہوں اس لحاظ سے بھی کہ اللہ، رسولؐ اور اہل بیتؑ کے ماننے والے اسی طرح سے آپس میں

ایک رہیں کہ جیسے اللہ ایک ہے اور اللہ و رسولؐ واہل بیت پندرہ ہونے کے بعد بھی ایک ہیں۔ اس قوم کو میں اس حد تک ایک دیکھنا چاہتا ہوں! اس قوم کے بیماروں کا علاج کرانا چاہتا ہوں، اس قوم کے جاہلوں کو پڑھانا چاہتا ہوں۔ آپ سے تعاون کی درخواست ہے۔ اگر یہ کارِ خیر ہے تو آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور اگر میری کوئی کمزوری ہو تو مجھے بتادیں۔ اور اگر یہ کارِ خیر نہیں ہے اور قوم کو اس سے نقصان پہنچتا ہے تو مجھے آپ اطلاع کریں تاکہ میں سارے کام بند کردوں' کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بحث کی میری عادت نہیں ہے اور نہ ہی میں اس طرح کی باتوں میں پڑنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ کام صحیح ہے اور یقینی طور پر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام غلط ہے تو پھر آپ سے مجھے امید ہے کہ قبل اس کے کہ میں دنیا سے رخت سفر باندھ جاؤں' آپ کے نوجوان آگے بڑھیں اور میرے ساتھ تعاون کریں تاکہ جب میں ان مرحلوں کو یہاں سے چھوڑ کر جاؤں تو دوسرے کاندھے موجود ہوں جو اس بوجھ کو اٹھا کر قوم کی خلوص کے ساتھ خدمت کرسکیں۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

برادرانِ عزیز! یہ حدیث ایسی ہے کہ جس سے کوئی شیعہ اور سنی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ حدیث شیعہ کتابوں اور سنی کتابوں میں ایک طرح سے موجود ہے جس میں وہ رسولؐ جس کو دشمنوں نے صادق اور امین کا لقب دیا تھا' وہ اپنی صداقت کی ذمہ داریوں سمیت اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ "علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔" عبادت اور رسم میں کیا فرق ہے؟ عبادت اور رسم میں یہ فرق ہوتا ہے کہ رسم آپ زندگی بھر کرتے رہیں آپ کے کردار میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی عبادت

وہ ہوتی ہے جو انسان کے کردار کو بدلتی رہتی ہے۔ کیوں؟ یہ آپ کو پوچھنے کا حق حاصل ہے۔ دیکھیے آپ کسی عالمِ دین سے پوچھ لیجیے، معمولی مسئلہ ہے۔ میں جانتا ہوں معمولی بات ہے۔ عبادت ہو ہی نہیں سکتی اس وقت تک جب تک آپ قربت کی نیت نہ کریں۔ قربت کے معنی کیا ہیں؟ نماز پڑھتا ہوں دو رکعت اللہ سے قریب ہونے کے لیے، روزہ رکھتا ہوں اللہ سے قریب ہونے کے لیے، حج کرتا ہوں اللہ سے قریب ہونے کے لیے، عزاداری کرتا ہوں اللہ سے قریب ہونے کے لیے، خطبہ دینے سے پہلے میری نیت یہ ہوتی ہے کہ خطبہ دیتا ہوں قربۃً الی اللہ، اللہ سے قریب ہونے کے لیے۔ تو اس کا مطلب ہے عبادت اس لیے ہوتی ہے کہ ہم اللہ سے قریب ہوں۔ اور اللہ ہم سے دور نہیں ہے، اللہ رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو یہاں پر قریب ہونے کے معنی کیا ہیں کہ جتنا جتنا آپ اللہ سے قریب ہوتے جائیں گے اتنا اتنا اس کے صفات کی جھلک آپ میں نمایاں ہوتی چلی جائے گی۔

آگ سے جتنا آپ قریب ہوتے چلے جائیں گے آپ کا جسم بھی اتنا ہی گرم ہوتا چلا جائے گا۔ روشنی سے جب آپ قریب ہوں گے تو آپ کے جسم سے بھی روشنی پھوٹنے لگے گی۔ تو جب آپ اللہ سے قریب ہوں گے تو آپ میں الٰہی صفتیں نمایاں ہوتی چلی جائیں گی۔ تو اب اللہ میں کیا کیا صفتیں پائی جاتی ہیں۔ قریب ہونے کا مطلب کیا ہے؟ اللہ قوی ہے تو آپ بھی قوی ہوں۔ اللہ رحیم ہے تو آپ میں بھی صفت رحم پائی جائے۔ اللہ صادق اور سچا ہے تو آپ کی زبان پر بھی جھوٹ نہیں آنا چاہیے۔ اللہ عادل ہے تو آپ خلافِ عدل کبھی کوئی بات نہ کریں۔

تو اب رسولؐ کیا فرماتے ہیں کہ علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔ تو اس میں یہ صفت

پائی جائے گی کہ اگر اس عبادت کو بھی آپ رسم نہ بنا دیں تو ذکر علیؑ بھی نماز، روزہ، حج اور تلاوت قرآن کی طرح آپ کے کردار کو مسلسل تبدیل کرتا رہے گا۔ رسولؐ نے کیا کہا؟ کہا کہ ذکرِ علیؑ عبادت ہے۔ میں چاہتا ہوں یہ عبادت آپ امام باڑہ میں کیوں کریں، یہ عبادت آپ فقط مسجد میں کیوں کریں۔ بھئی نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں وضو کی شرط ہے۔ ذکر علیؑ باوضو ہو کر کریں تو بہت اچھا ہے لیکن شرط تو نہیں ہے۔ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا تاکید ہے لیکن ذکر علیؑ کے لیے کوئی تاکید نہیں ہے۔ ذکر علیؑ تو آپ کہیں بھی کر سکتے ہیں، کسی بھی عنوان سے کر سکتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھیں اور علیؑ کو یاد کریں تاکہ جیسی نماز علیؑ پڑھتے تھے ویسی نماز، اس سے ملتی جلتی نماز آپ بھی پڑھیں۔

آگے بات بڑھاؤں یا یہیں پر روک دوں ؟ علیؑ کو یاد رکھیے، یاد کیجیے نہیں۔ ذکر کے معنی یاد کرنے کے نہیں یاد رکھنے کے ہوتے ہیں۔ یعنی علیؑ کو زندگی کے ہر مرحلہ پر یاد رکھیں۔ اگر خدانخواستہ قدم آپ کا سنیما کی طرف بڑھ رہا ہے تو وہاں شیطان کو یاد نہ کیجیے وہاں بھی علیؑ کو یاد کیجیے۔ اور ادھر آپ نے علیؑ کو یاد کیا اور معلوم ہوا کہ یہ شئے علیؑ کو ناپسند ہے تو علیؑ آپ کے قدموں کو روک لیں گے۔ لاٹری کا ٹکٹ خریدنے سے پہلے علیؑ کو یاد کیجیے کہ علیؑ یہاں پر موجود ہوتے تو لاٹری کا ٹکٹ خریدنے کی اجازت ؟ خدانخواستہ جوا کھیلنے کا ارادہ ہو تو علیؑ کو یاد کیجیے، علیؑ کا ہاتھ آپ کو جوا کھیلنے سے روک دے گا۔ کسی سے گفتگو کر رہے ہوں تو علیؑ کو یاد رکھیے، اگر آپ نے گفتگو سے پہلے علیؑ کو یاد کر لیا تو آپ کسی پر اتہام نہیں لگا سکیں گے۔ غور فرما رہے ہیں آپ! جب کھانا کھائیے تو علیؑ کو یاد رکھیے کہ علیؑ کیا کھاتے تھے۔ جب کھانا کھائیے تو علیؑ کو یاد کیجیے کہ علیؑ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک ان کو یقین نہ ہو جاتا تھا کہ اب میری مملکت میں کوئی بھوکا نہیں اس وقت

تک علیؑ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ دوسرے بھاگتے تھے میدان جہاد سے، علیؑ میدانِ جہاد سے کبھی نہیں بھاگے۔ (معاذ اللہ) نہ بھاگے نہ کبھی بھاگتے کا پیچھا کیا۔ تو آپ کے یہاں میدان جہاد کیا ہے؟ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جان دینا آسان ہے یا مال دینا آسان ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ دو طرح سے جہاد ہوتا ہے، ایک جان کا جہاد ہوتا ہے ایک مال کا جہاد ہے۔

جو لوگ رسولؐ کے ساتھ جنگ کے میدانوں سے بھاگ گئے بیچارے جانیں بچا بچا کر، ان کی جب گت بنائی جاتی ہے تو آپ بڑے خوش ہوتے ہیں، صلوات کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ مگر یہ کبھی سوچا کیجیے کہ اگر آپ اس میدان میں ہوتے تو کہاں ہوتے؟ اس لیے کہ جان دینا مشکل ہے، پیسہ دینا آسان ہے۔ اگر راہ خدا میں آپ پیسہ دینے پر تیار نہیں تو جان دینے پر کہاں تیار ہوں گے؟ جب آپ دو پیسے دینے کو تیار نہیں ہیں اللہ کی راہ میں تو جان کہاں سے دینے پر آپ تیار ہوں گے؟ تو علیؑ کو یاد کیجیے۔ یہ ابھی جو نماز جمعہ ہوگی اس میں سورۂ جمعہ اور سورۂ جمعہ کے بعد سورۂ منافقون ہوگا۔ مشکل یہ ہے کہ آپ عربی جانتے نہیں ہیں اس میں ایک آیت یہ آتی ہے کہ:

وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ
رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝

وہ لوگ جو پیسہ جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اس کو دوسروں کو نہیں دیتے یا اسراف میں اڑاتے ہیں یا عیاشی میں اڑاتے ہیں، ٹھیک ہے خوب عیاشیاں کریں، خوب اڑائیں پیسہ لیکن جب موت کا فرشتہ نظروں کے سامنے آئے گا تو اس وقت وہ اللہ سے کہیں گے، پالنے والے! تھوڑی سی مہلت دے دے، تھوڑی سی مہلت ہم کو دے دے تو ہم بھی دوسروں کی مدد کریں تو ارشاد ہوگا نہیں، اب تو تمہاری موت

آچکی ہے، اب پلٹ کر جانے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔

میرے عزیزو! آپ کے پاس جو پیسہ ہے وہ آپ کا پیسہ نہیں ہے۔ میں نے قیصر باغ کی تقریر میں بھی کہا تھا، آپ لوگ تو وہاں آتے ہی نہیں ہیں۔ تو میں نے وہاں عرض کیا تھا جو مال ہمارے پاس ہے وہ مال ہمارا نہیں ہے۔ یہ اللہ کا پیسہ ہے جو ہم کو دیا گیا ہے، ہم تو اس کے کسٹوڈین ہیں، اس کے امین ہیں۔ وہ کہتا ہے تمھاری جتنی ضرورت ہو وہ لے لو۔ ضرورت سے آگے جو پیسہ ہے وہ تمھارا ہے ہی نہیں، وہ دوسروں کا ہے۔ تم کو اسراف کرنے کی، SHOW کرنے کی، شادی بیاہ میں، عقیقہ میں، ختنہ میں اجازت نہیں۔

ختنہ کے لیے ایک صاحب میرے پاس تشریف لائے کہ ہمیں اپنے بچے کا ختنہ کرانا ہے، میں نے کہا ضرور کرائیے، نائی کو بلا لیجیے، اس کا جو خرچ ہوگا میں دے دوں گا۔ انھوں نے دو ہزار کا بل میرے سامنے ٹھونک دیا۔ میں نے پوچھا کہ اتنی سی بوٹی کٹنے میں دو ہزار کاہے میں خرچ ہوں گے؟ تو میں نے ان سے عرض کیا کہ صحیح بات ہے۔ بھینس کا گوشت بیس روپیہ کلو ہے اور بکرے کا گوشت اسّی روپیہ کلو ہے، آدمی کے گوشت کی ماشہ بھر کی بوٹی کی قیمت دو ہزار روپیہ ہے۔ آدمی کی بوٹی تھی دو ہزار ہونا ہی چاہیے۔

آپ غور کیجیے کہ ہر چیز میں ہم کو عادت ہے پیسہ اڑانے کی۔ پیسہ کمانا ہم کو نہیں آتا نہ پیسہ بچانا آتا ہے، پیسہ اڑانا آتا ہے۔ یہ زندگی کے آثار نہیں ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ آپ کے پاس جو آپ کا مال ہے اس میں وہ لوگ جو مفلوک الحال ہیں، جو غربت زدہ ہیں، ان کا حق ہے، ان کا رائٹ ہے، ان کا ادھیکار ہے۔ اور اگر آپ یہ مال کھائے جا رہے ہیں تو اپنا پیسہ نہیں کھا رہے ہیں دوسروں کا حق کھا رہے ہیں۔ جب دوسروں کا حق کھا رہے

ہیں تو دوسروں کا حق کھائے جانے والوں کا انجام آپ اندازہ کرلیں۔

میرے عزیزو! میں آج آپ کے سامنے ایک اسکیم رکھ رہا ہوں اگر آپ کا دل چاہے تو قبول کر لیجیے، اگر آپ کا دل چاہے قبول نہ کیجیے۔ آپ کے یہاں غربت ہے لیکن آپ سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ روزانہ آپ میں سے ہر فرد جو پان کھاتا ہے وہ صرف ایک پان کی قیمت اپنی قوم کے لیے رکھ دے، روزانہ جو لوگ چائے کی درجنوں پیالیاں پیتے ہیں وہ کچھ نہ کریں چائے کی صرف ایک پیالی کی قیمت اپنی قوم کے مفلوک الحال افراد کے لیے الگ کر دیں تو یہاں کے ڈیڑھ لاکھ شیعوں سے اچھا خاصہ فنڈ جمع ہو جائے گا۔ اور اگر اس پر بھی آپ تیار نہیں ہیں تو جان قربان کرنے پر کہاں تیار ہوں گے۔ جب ایک پیالی چائے آپ اپنی قوم کو دینے پر تیار نہیں ہیں تو اس قوم کی ہمدردی آپ کے دل میں کیا ہے؟ تو زبان سے کہنا بہت آسان ہے اور عمل سے اسے انجام دینا مشکل ہے۔

علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے رسولؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! اللہ نے غرباء اور مساکین کی محبت تمھارے دل میں پیوست کر دی ہے۔ تو جب آپ کا مولا غرباء و مساکین سے اتنی محبت کرتا ہے تو آپ اگر مولا علیؑ کے چاہنے والے ہیں اور آپ بے شک ہیں۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ آپ کی تربیت غلط ہے۔ تو آپ کے دل میں بھی مفلوک الحال افراد کے لیے اس محبت کی جھلک کچھ نہ کچھ ضرور ہونی چاہیے۔

(جمعہ ۶ ستمبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

برادران عزیز! اس آیۂ کریمہ میں جس کا ایک ٹکڑا میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے، ارشاد الٰہی ہو رہا ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو اس بات کو یاد رکھو کہ رنگ سے، نسل سے، قبیلے سے، خاندان سے، حسب و نسب سے انسان کو کوئی فضیلت نہیں ملتی۔ بلکہ اسلام میں فضیلت کا معیار صرف ایک ہے اور وہ معیار یہ ہے کہ تمہارا کردار کیسا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا معیار نہیں ہے۔

اس کے علاوہ نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کا ارشاد ہے کہ جس کا حسب و نسب بلند ہو اور کردار پست ہو تو حسب و نسب کی بلندی اسے اونچا نہ کر سکے گی اور اگر کسی انسان کا حسب و نسب پست ہے اور کردار بلند ہے تو حسب و نسب کی پستی سے وہ پست نہیں ہو جائے گا بلکہ کردار پست سے بلند بنا دے گا۔ یہ بنیادی باتیں ہیں جو ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں مگر اس پر ہمارا کوئی عمل نہیں ہے اور اسی کا خمیازہ ہے جو ہم بھگت رہے ہیں۔ اسلام میں حسب و نسب کا اعتبار ہے، ایسی بات نہیں ہے کہ اعتبار نہیں ہے مگر اس اعتبار کا وہ مفہوم نہیں ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔ حسب اور نسب کی عظمت اور بلندی کی وجہ انسان کی ذمہ داری بڑھتی

ہے ۔ انسان کی ذمہ داری کم نہیں ہوتی ۔ چنانچہ قرآن مجید میں جب ازواج نبیؐ، پیغمبرؐ کی بیویوں کا ذکر ہوتا ہے تو یہ ارشاد نہیں ہوتا کہ تم نبی کی بیوی ہو لہٰذا تمھارے او پر سات خون معاف ہیں بلکہ معاملہ الٹا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تم نبی کی بیوی ہو اور نبی سے نسبت رکھتی ہو تو اگر ان سے کوئی گناہ ہوا تو جن کو نبی کی نسبت حاصل نہیں ہے تو اس گناہ پر ایک عذاب دیں گے ۔ اور اگر تم سے گناہ ہوا تو چونکہ تمھیں نبی سے نسبت حاصل ہے تو اور لوگوں پر ایک مرتبہ عذاب ہوگا اور تم پر دوہرا عذاب کیا جائے گا. ایک اس گناہ کی وجہ سے اور دوسرے اس نسبت کی وجہ سے جو تم کو رسولؐ سے حاصل ہے ۔ ہاں یہ بھی ہے کہ اگر اس نسبت کا لحاظ رکھا گیا اور کردار بھی ویسے ہی بلند کیا گیا تو قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ تم کو اجر بھی دوہرا دیں گے ۔

آپ نسبت کا فلسفہ سمجھ لیں ۔ صاحب نسبت اگر کارخیر کرتا ہے تو اس کا اجر بڑھ جاتا ہے اور اگر برائی کرتا ہے تو اس کا گناہ بڑھ جایا کرتا ہے ۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے شراب خدانخواستہ اپنے گھر میں پیے تو بہت بڑا گناہ ہے ، بہت سزا ملے گی لیکن اگر مسجد میں بیٹھ کر اس نے شراب پی تو اس کا عذاب اور بڑھ جائے گا ۔ اس لیے کہ ایک گناہ ہوگا شراب پینے کا ، دوسرا گناہ ہوگا حرمت مسجد برباد کرنے کا ۔ اسی طرح سے نیکی کو آپ لے لیجیے ۔ کوئی آدمی اگر تلاوت قرآن اپنے گھر میں کرتا ہے تو ثواب ہوگا لیکن مسجد میں آکر تلاوت قرآن کرتا ہے تو اس کا ثواب بڑھ جائے گا ۔ تو اس کا مطلب اگر ہم کسی عظیم شئے سے قریب ہو جائیں تو ہماری ذمہ داری کم نہیں ہوتی بلکہ ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے ۔ ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کہ شادیوں کے سلسلے میں جہاں اور چیزیں ہیں وہاں ایک چیز یہ بھی دیکھی جاتی ہے کہ وہ کیا ہے ؟ ارے ، وہ لڑکی تو بہت اچھی ہے مگر اس کے دادا کے نانا کی پھوپھی جو ہیں وہ غیر سیدانی ہیں ۔ یہ "فی" ہے اس کے اندر ۔ ختم ہو گیا قصہ ۔ کہاں ہے یہ قرآن میں؟

کہاں ہے یہ رسولؐ کی سیرت میں۔ رسولؐ نے اپنی سگی حقیقی پھوپھی زاد بہن کا عقد جناب زید سے کر دیا جو غیر عرب اور ایک غلام تھے۔ کیا کہیں گے آپ ان کو۔ کیا حضورؐ کوئی ایسی بات کر سکتے ہیں کہ جو اسلام کے خلاف ہو، جو مرضیٔ خدا کے خلاف ہو۔ تو میرے عزیزو! آج آپ دیکھیے کہ کس پستی اور کس قعرِ مذلت میں ہم گر چکے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کے اصولوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا کہ جو سید ہو یا اہل بیتؑ سے نسبت رکھتا ہو، شیعہ ہو تو اس نسبت کی وجہ سے اس کی ذمہ داریاں کم ہو جاتی ہیں اور جنت اس کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن، حدیث اور فلسفۂ اسلام کو دیکھیں تو ذمہ داری اس کی بڑھتی ہے جو رسولؐ اور اہل بیتؑ سے نسبت رکھتا ہو۔ نسبت رکھنے والا اگر نیکی کرے گا تو بے شک اس کو اجر ملے گا اگر گناہ کرے گا تو اس کی سزا بھی ملے گی۔

ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے حالات بدل جائیں۔ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ پالنے والے ہماری غربت دور ہو جائے۔ پالنے والے! ہمارے اندر جو اختلاف اور انتشار ہے وہ دور ہو جائے۔ آپ اللہ سے دعا کرتے ہیں، اللہ کیا کہتا ہے؟ اللہ کہتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمھارے حالات میں تبدیلی پیدا کریں تو پہلے تم اپنے حالات کو بدلو۔ ہم اس سے دعا کر رہے ہیں کہ حالات سدھارے اور وہ کہہ رہا ہے کہ تم اپنے حالات کو بدلو۔ چنانچہ آپ دیکھیے کہ جو اس طرح کی مہمل باتوں کو نظرانداز کر دیتے ہیں، ان کے لیے دنیا میں ترقی کے راستے بند نہیں ہوتے۔

سادات تو ائمہ طاہرین سے نسبت رکھتے ہیں یہ بات تو دوسری ہے۔ ہمارے ملکی سماج میں جو پست ترین طبقہ چماروں کا جو کہا جاتا تھا (اسلام میں اس طرح کی کوئی بات نہیں) ہمارے ہندو بھائی جن کو بہت زیادہ پست سمجھتے تھے اور اگر

آپ بھی ان کو پست سمجھتے نہ ہوتے تو وہ سب مسلمان ہو چکے ہوتے ۔ مگر آپ کا نام تھا محمد علی اور کام تھا بھگوان دین کا ۔ غور کیا آپ نے ۔ آپ نے چماروں کو چمار سمجھا، شودر کو شودر سمجھا ۔ اسلام میں یہ باتیں کہاں ؟

اگر وہ مسلمان جو یہاں حکمراں رہ چکے ہیں، صحیح مسلمان ہوتے اور ان پست اور کچلے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ۔ کہ اسلام یہ نہیں کہتا ہے، اسلام میں طبقاتی تفریق نہیں ہے ۔ اسلام کہتا ہے چمار اس سید سے بہتر ہے جو بدکردار ہے تو آج یہ سارے چمار مسلمان ہوتے ۔ لیکن آپ دیکھیے کہ اب انھیں چماروں نے جب ترقی کے راستوں کو اپنایا ۔ جب انھوں نے ہمت سے کام لیا، جب تعلیم حاصل کی تو آج وہی چمار آپ کے سر پر سوار ہو رہے ہیں، اور ہونا بھی چاہیے ، کوئی بری بات نہیں ہے ۔ یہ کانشی رام جو پرسوں میرے پاس ملنے کے لیے تشریف لائے تھے، ان کو دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا کہ یہ چمار ہیں ۔ اتنا خوبصورت انسان گورا چٹا، خوبصورت، حسین، پڑھا لکھا آدمی ۔ غور کیا آپ نے ۔ اور یوپی میں اس وقت نہ جانے کتنے آئی ، اے ، ایس افسر ہیں جو چمار تھے پہلے ۔ تو جو چمار تھے اور آپ کے جوتے گانٹھا کرتے تھے، آج وہ جوتا لیے ہوئے آپ کے سر پر کھڑے ہیں ۔ جو جوتا آپ کا گانٹھا کرتے تھے، کوئی بری بات نہیں ہے ۔ جو ایک جز پر اسلام کی تعلیم کے چلے گا تو نتیجہ سامنے آجائے گا ۔ اس میں قوم قبیلے کا فرق تھوڑی ہے ۔ ایک جز پر انھوں نے عمل کیا کہ ہم آگے بڑھ سکتے ہیں اور ہمارا راستہ کوئی نہیں روک سکتا تو کسی نے ان کا راستہ نہیں روکا ۔ کل جو آپ کے جوتے گانٹھا کرتے تھے وہ جوتے لیے ہمارے سر پر کھڑے ہیں ۔

تو اب دیکھیے ، کیا شرعی اعتبار سے سیدانی لڑکی کی شادی غیر سید کے ساتھ ناجائز ہے ۔ ہے کسی کی ہمت جو اس بات سے انکار کر سکے ۔ جو اسلام کے اصولوں

سے بالکل ناواقف ہوگا اور جاہل محض ہوگا یہ بات کہہ سکتا ہے کہ ایک سیدانی لڑکی کی شادی غیر سید کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ ایک رسم ہمارے یہاں پڑگئی ہے اللہ اکبر۔ رسم پڑگئی ہے تو اس کی اتنی اہمیت ہے کہ سیدانی لڑکی کی شادی مرزا سے کرنے پر تیار نہیں ہیں، پٹھان سے کرنے پر تیار نہیں ہیں، شیخ سے کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ بلندی حسب اور نسب سے نہیں آتی، کردار سے ہوتی ہے۔ لیکن ہندو مذہب میں ان کے مذہب کے لحاظ سے برہمن کی شادی کسی پست ذات سے نہیں ہو سکتی۔ لیکن آج آپ کو معلوم ہو کہ ان کی ہوشیاری کا یہ عالم ہے کہ جب سے یہ چمار اوپر آنا شروع ہوئے، آئی، اے، ایس آفیسر بننا شروع ہوئے اس وقت سے برہمنوں نے اپنی لڑکیوں کی شادیاں چماروں سے کیوں کر دیں۔ ہو رہی ہیں کہ نہیں ہو رہی ہیں؟ آج چماروں کے گھروں میں برہمنوں کی لڑکیاں موجود ہیں جن کی باقاعدہ شادی ہوئی ہے۔ آپ نہیں سمجھ رہے ہیں بات کو۔ یہ ہوشیاری کی بات ہے، یہ زمانے کے ساتھ بدل جانے کی بات ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مرد چاہے آئی، اے، ایس آفیسر ہو جائے، برگیڈیر ہو جائے، کرنل ہو جائے، میجر آفیسر ہو جائے چاہے پولیٹیشین ہو جائے اس کی حکومت سب پر ہوتی ہے اور اس پر حکومت اس کی بیوی کی ہوتی ہے۔ دیکھیے تو آپ کتنی خطرناک بات ہے کہ اس پر حکومت اس کی بیوی کی ہوتی ہے۔ بیویاں پہنچانا شروع کر دیں، یہ کام بہت پہلے سے چلا آرہا ہے۔ سمجھ لیجیے بات کو۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ بیویوں کی سپلائی جو ہے، یہ بہت پہلے سے چلی آرہی ہے۔ تو آج انھوں نے دیکھا کہ چمار بڑھ گیا تو انھوں نے اپنے اصولوں کو توڑ دیا۔ اور اپنی لڑکیوں کو چماروں کے گھروں میں خوشی خوشی پہنچانا شروع کر دیا۔

میرے عزیزو! کل جو بچارے چمار تھے، ہمارے جوتے گانٹھا کرتے

تھے آج وہ ترقی کی اس منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ حکومت ہند بھی ان کے بارے میں غور کرنے پر مجبور ہے۔ غور کر رہے ہیں آپ۔ آج سیاست کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آچکی ہے مگر فرق یہ ہے کہ اللہ کا اصول، سید، مرزا، مغل، پٹھان اور چمار اور بڑھئی اور کبڑیا کو تو سب دیکھتے ہیں، وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ ہم نے ترقی کے جو اصول بنائے ہیں ان پر کون عمل کر رہا ہے؟ جو ان اصولوں پر چلے گا وہ آگے بڑھ جائے گا۔ جو ترقی کے اصولوں پر نہیں چلے گا وہ روز بروز پچھڑتا چلا جائے گا۔ اگر چمار ترقی کے اصولوں پر چلیں گے تو ملک کے تاجدار بن جائیں گے اور تاجدار ترقی کے اصولوں کو توڑ دیں گے تو وہ ان چماروں کے پیروں کے نیچے آجائیں گے۔ یہی قانون قدرت ہے۔ دنیا میں ہر چیز مٹ سکتی ہے، ٹوٹ سکتی ہے مگر قانونِ قدرت نہیں ٹوٹ سکتا۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیمؕ

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ ۞

اس آیۂ کریمہ میں ہم کو تقویٰ یعنی ایک ذمہ دار زندگی گزارنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ تم سچوں کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ اہل بیتؑ کی تفسیر کے مطابق صحیح معنوں میں بلند ترین سچے وہ ہیں جنھیں ہم ائمہ طاہرینؑ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یہی وہ ہستیاں ہیں جنھیں اللہ کی طرف سے ہادی اور رہنما بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ہمارے بہت سے مسائل ہیں۔ دیکھیے اگر انسان میں ہدایت حاصل کرنے کی صلاحیت ہے، اگر اس میں ہدایت حاصل کرنے کا جذبہ ہے تو اس کو کسی معصوم کا ایک ارشاد ہدایت کر دے گا۔ ایک حدیث اس کی رہنمائی کر دے گی اور اس سے

زندگی بدل جائے گی۔ قرآن کی ایک آیت انسان کو بدل دیتی ہے اور اس کی دنیا و آخرت میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ رسمی طور پر قرآن کو پڑھ رہا ہے رسمی طور پر نماز کو پڑھ رہا ہے اور مجلسوں کو سن رہا ہے، اگر مجلسوں کو رسمی طور پر پڑھا جارہا ہے تو نہ سننے والوں کو کچھ حاصل ہوگا نہ پڑھنے والے کو کچھ حاصل ہوگا۔

میری نظروں کے سامنے ایک نوجوان ہے جس سے تھوڑے عرصہ سے میری ملاقات ہے۔ میں نے ان سے پوچھا، اس کی اچھی بزنس چل رہی ہے لکھنؤ ایئرپورٹ پر۔ ماحول بہت سازگار نہیں تھا لیکن اس کے باوجود ماشاء اللہ وہ ترقی کر گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری زندگی میں یہ تبدیلی کیسے آئی؟ دیکھیے میں نے کہا تھا کہ جس میں صلاحیت ہو اس کے لیے ایک حدیث کافی ہے۔ اس نے کہا، میں سولہ برس کا ہوا تھا کہ میرے کانوں تک یہ حدیث پہنچی رسولؐ کی کہ جو شخص بالغ ہونے کے بعد اپنی روزی، روٹی خود نہ کمائے اللہ اور رسولؐ اس سے راضی نہیں ہیں۔ بس، یہ ایک حدیث تھی۔ اس حدیث کو سب نے سنا ہوگا۔ آپ بھی سنتے ہیں، میں بھی سنتا ہوں، ایک کان سے سنتے ہیں، دوسرے کان سے اڑا دیتے ہیں مگر اس انسان نے اس حدیث کو سنا اور اپنی گرہ میں باندھ لیا اور یہ طے کر لیا کہ میں اپنے ماں باپ پر بوجھ نہیں بنوں گا۔ اپنی کمائی خود کروں گا اس لیے کہ اللہ اور رسولؐ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔

آپ دیکھیے کہ جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے آخرت میں اجر کے علاوہ دنیا میں اس کو کتنا مل جاتا ہے۔ میں بہت بڑا معاشیات، اقتصادیات، مالیات کا ماہر نہیں ہوں لیکن مذہب پر تھوڑی بہت میری نظر ہے۔ ہماری قوم اس وقت سب سے زیادہ غربت کی شکار ہے، سب سے زیادہ۔ اور یہ

اللہ کا عذاب ہے جس میں ہم گرفتار ہیں۔ اور اس سے زیادہ مصیبت کی بات یہ ہے کہ ہم میں احساس مصیبت نہیں رہ گیا ہے کسی کو۔ ہم دین سمجھتے ہیں غربت کو، تنگ دستی اور افلاس کو ہم شریعت سمجھتے ہیں۔ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ جب انسان مرض کو شفا سمجھنے لگے۔

میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں اور مولا کی ذات گرامی پر تکیہ کر کے اور سہارا لے کر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے پیش نظر صرف دو حدیثیں رہیں تو میں چیلنج کے طور پر کہتا ہوں کہ دو حدیثیں جو میرے سامنے آئی ہیں اگر میری قوم کے سامنے آجائیں تو ایک سال کے اندر اندر ہماری قوم کی حالت درست ہو سکتی ہے۔ وہ دو حدیثیں کیا ہیں؟ ہمارے یہاں تو شیعہ ہونے کا مطلب ہے کہ اب ہم شیعہ ہو گئے اب ہم چاہے کچھ بھی کریں، اب ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ قصہ ختم۔ تو یہ شیعہ کا تصور وہ ہے کہ جو میڈیکل کالج سے لے کر تال کٹورہ کی کربلا کے آس پاس آپ کو دکھائی دے گا۔ لیکن جب قرآن مجید کو دیکھیں گے، جب اہل بیتؑ کے دروازوں پر آئیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہاں شیعیت اور اسلام کا بالکل دوسرا تصور ہے۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ ہم کچھ بھی کریں مگر ہمارا مذہب اور دین اتنا مضبوط ہے کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اب میں کیا کروں؟ بس دو حدیثیں، ایک حدیث ہے امامؑ کی اور ایک حدیث ہے رسولؐ کی۔ اگر معصوموں کے ان دو اشاروں پر ہم عہد کر لیں صرف ایک سال کے لیے تو میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کی قوم سے غربت اور افلاس غائب ہو جائے۔ پہلا ارشاد کیا ہے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں سنیے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ ہمارا شیعہ کون ہے اور کون نہیں ہے۔ کہتے ہیں اگر تم دیکھنا چاہتے ہو کہ ہمارا شیعہ کون ہے تو ہم اس کی علامت جتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیعہ ہونے

کی علامت یہ ہے کہ ہمارا شیعہ مر جائے گا مگر اتنا غیرت مند ہوگا کہ اس کا ہاتھ کبھی پھیلے گا نہیں۔ تو لکھنؤ کے ڈیڑھ لاکھ شیعوں میں جو شیعہ غریب ہیں ان کو اگر امام کی بات پر اعتبار ہے، اگر وہ آج عہد کرلیں، ہمارے اوپر کوئی بھی وقت گزر جائے مگر ہم ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ نمبر ایک بات۔ نمبر دو بات کہ رسول فرماتے ہیں کہ وہ مومن نہیں ہے کہ جو خود کھانا کھا رہا ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ ایک ذمہ داری ہے غریبوں کی، ایک ذمہ داری ہے پیسے والوں کی۔ غریبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں اگر تشیع اور اسلام اور دین کو باقی رکھنا چاہتے ہیں اور امیروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ رسولؐ کا ارشاد سنیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ تمہارا اسلام ناقابل قبول ہے، تم مسلمان نہیں ہو، دنیا تمہیں مسلمان کہے مگر ہم مسلمان ماننے کو تیار نہیں ہیں اگر تم کھانا کھا رہے ہو اور تمہارا پڑوسی بھوکا ہے۔ اس فارمولے پر عمل کریں کہ اس وقت تک کھانا نہ کھائیں جب تک پڑوس کی خبر نہ لے لیں۔ اور غریبوں کو یہ جذبۂ غیرت پیدا ہو جائے کہ بھوک سے مرنے کے لیے تیار ہو جائیں مگر ہاتھ نہ پھیلائیں۔

آج اس گراوٹ کے باوجود، اس تنزل کے باوجود مجھے یقین ہے اس بات کا کہ غریب سے غریب انسان کو یہ پتہ چل جائے کہ پڑوس میں کوئی انسان بھوکا ہے اور غیرت کی وجہ سے یا دین کے حکم کی وجہ سے سوال نہیں کر رہا ہے تو ایسی بات نہیں ہے کہ وہ توجہ نہ کرے۔ لیکن یہاں مسئلہ تو یہ ہے کہ لوگ دھوکے اتنے دیتے ہیں، لوگ کہانیاں اتنی بناتے ہیں، میں آپ کے سامنے کیا عرض کروں۔ ابھی چند روز پہلے ہمارے پاس ایک خاتون تشریف لائیں اور کہا کہ میرے اتنے بچے ہیں اور یہ ہے اور وہ ہے۔ ایسی کہانی بتائی کہ میں کھڑ کھڑ کانپنے لگا اور کہا کہ لعنت ہے خدا کی تیرے اوپر، تو یہاں موجود ہے اور تیری قوم کے بعض لوگ ایسے ہیں

جن کے اوپر یہ گزر رہی ہے ۔ وہ کافی دور رہتی تھیں پھر بھی سواری کر کے وہاں گیا حالت کی خبر گیری کے لیے، لیکن یہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ بغیر اطلاع کے پہنچ گیا۔ اب جو وہاں پہنچا تو دیکھا کہ صاف شفاف فرش ہے، کھانا بھی ہے، پینا بھی ہے ...... تو میں نے ایک لڑکے کو بلا کر پوچھا، بیٹا تمھاری آمدنی کتنی ہے؟ اس نے کہا پانچ چھ ہزار روپیہ مہینہ کی آمدنی ہے۔ جب کہ مجھ سے بتایا گیا تھا کہ صرف چار سو روپیہ ماہانہ کی آمدنی ہے اور چھ آدمیوں کا خرچ ہے۔ اس طرح سے لٹ کھڑی کھانے کے بعد انسان محتاط ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو واقعی مستحق ہیں وہ بچ جاتے رہ جاتے ہیں۔ ہم کہاں تک دوڑ سکتے ہیں اور ایک ایک گھر میں جا سکتے ہیں ذاتی طور پر انکواری کرنے۔

تو مختصر یہ ہے کہ آخرت کی باتوں پر آپ غور کریں تو میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس مشکل میں آپ پھنسے ہیں اگر اس مشکل میں آپ مسلمان ہو جائیں تو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں آپ کی مشکل حل ہو سکتی ہے بشرطیکہ آپ مسلمان ہو جائیں۔ زبانی نہیں عملی مسلمان ہو جائیں۔ اگر غربت مٹانا چاہتے ہیں مسلمان ہو جائیں غربت دور ہو جائے گی۔ جہالت کو مٹانا چاہتے ہیں مسلمان ہو جائیں جہالت دور ہو جائے گی۔ آپس کے جھگڑے، فساد، اختلاف، انتشار کو مٹانا چاہتے ہیں، مسلمان ہو جائیے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اگر عزت چاہتے ہیں، ذلت میں ہیں تو آپ مسلمان ہو جائیے۔ آپ کو خدا اور رسولؐ پر اعتبار ہے یا نہیں۔ اسلام وہ دین ہے جو آخرت کے ساتھ آپ کی دنیا بھی سنوارنے آیا ہے جس کا پیغام یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے جو دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے اور آخرت کو دنیا کے لیے۔ تو جب اسلام یہ گوارہ نہیں کرتا کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دیا جائے اور آخرت کو دنیا کے لیے تو وہ بنام اسلام ایسے نظام کو کب گوارا کرے گا کہ جس کے بعد آپ کے ہاتھ میں نہ آخرت رہ جائے اور نہ آپ کے ہاتھ میں دنیا رہ جائے۔ (جمعہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ...

برادران عزیز! قرآن مجید میں ارشاد اقدس الٰہی ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کو اپنا شعار بنایا ہے، جنھوں نے بے کس لوگوں کو قتل کیا ہے، جنھوں نے عورتوں کی عصمتوں پر ڈاکے ڈالے ہیں، جنھوں نے بے کس بچوں کو یتیم بنایا ہے، جن لوگوں نے خانۂ خدا کو گرایا ہے اور آئندہ گرانے کا پروگرام ہے۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں اور اگر تم مسلمان ہو تو ظالموں کے ساتھ شامل ہونا تو دوسری بات ہے، ان کے ہاتھ پر بیعت کر لینا تو دوسری بات ہے، ان کے پھندوں میں آجانا تو دوسری بات ہے، اگر تم مسلمان ہو تو تمھیں ایسے ظالموں کی طرف رخ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اور اگر تم نے ایسے ظالموں کی طرف رخ کیا اور تم کو قرآن پر ایمان ہے، رسولؐ پر ایمان ہے، اہل بیت رسولؐ پر ایمان ہے تو تمسکتم النار یاد رکھو تمھاری ساری عبادتیں اکارت ہو جائیں گی اور سیدھے تمھیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔

میرے عزیزو! ظلم ایک ایسی شے ہے کہ اسلام کفر کو تو برداشت کر سکتا ہے مگر ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ مولائے کائنات جس وقت بستر شہادت پر تھے اس وقت آپ نے جو وصیت نامہ تحریر فرمایا ہے نہج البلاغہ میں آج تک

موجود ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں کہ میری یہ وصیت حسنؑ و حسینؑ تم سے ہے اور اپنے ہر اس ماننے والے سے ہے جس تک یہ وصیت پہنچے۔ میں آپ تک علیؑ کی وصیت پہنچا رہا ہوں۔ اب ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے، میرا کام ہے بتانا۔ میں سمجھتا ہوں کون ایسا علیؑ کا شیعہ ہوگا جو علیؑ کی بات ماننے کو تیار نہ ہوگا کونا للمظلوم عونا اگر تم میرے ماننے والے ہو تو اس بات کو یاد رکھو کہ جہاں بھی مظلوم تمھیں دکھائی دے مظلوم کی سرپرستی کرو، مظلوم کی مدد کرو، مظلوم کو آنکھوں پر بٹھاؤ وللظالمین خصما اور ظالم کا تو ساتھ دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ظالم سے کنارہ کشی بھی نہ کرو بلکہ ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے دشمن بن جاؤ۔

تو اس کا مطلب یہ کہ رسولؐ ہوں یا اہل بیتؑ ہوں یا قرآن مجید ہو، مسلمان کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ ایسے افراد یا ایسے گروہ یا ایسی پارٹی کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے جس کے ہاتھ معصوموں اور مظلوموں کے خون سے رنگین ہوں، جنھوں نے بابری مسجد گرائی ہے اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ابھی کمپنی باغ میں جواٹل بہاری باجپئی کا جلسہ ہوا تھا مجھے افسوس ہے، میں جسارت نہیں کر سکتا نا تا جسود ہوں۔ بہرحال وہاں ایک شیعہ عالم بھی موجود تھے۔ کیسے پہنچ گئے تھے؟ ہوگئی ہوگی غلط فہمی۔ سمجھ دار آدمی کبھی ایسی بات نہیں کر سکتا اور انھوں نے بی' جے' پی کی حمایت میں تقریر بھی مختصر سی فرمائی۔ مگر جب اٹل بہاری باجپئی کھڑے ہوئے تو انھوں نے ان کے عمامہ، عبا اور قبا کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اسی جگہ جہاں وہ عالم دین تشریف فرما تھے، انھوں نے کہا، اب بابری مسجد کا ذکر آپ کیا کرتے ہیں؟ مسجد تو گر چکی، وہاں تو مندر بن چکا، اب خالی سنوارنے کی بات ہے۔ غور کیا آپ نے۔ آپ کو کچھ پتہ ہی نہیں۔ ہمارے لیے سب سے بڑی مصیبت ہماری ناواقفیت ہے۔ بی' جے' پی کی لسٹ پر تین ہزار مسجدیں گرانے کا پروگرام ہے۔ بلکہ صرف مسجدیں ہی نہیں

امام باڑے بھی۔

پروفیسر "اوک" کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں، وہ کہتے ہیں بڑا امام باڑہ لکھنؤ کا یہ بھی مندر تھا، یہ بھی مندر میں تبدیل ہوگا۔ اگر بی جے پی کی حکومت کہیں بنی اور ان کو اپنے گل کھلانے کا موقع ملا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کچھ لوگ تین چیزیں ہو سکتی ہیں۔ یا یہ بکے ہوئے ہیں، یا یہ کہ سخت احمق ہیں یا یہ کہ دین سے بالکل ناواقفیت رکھتے ہیں۔ دو تین آدمی بھی ہوں مگر ایک مچھلی پورے تالاب کو گندا کر دیتی ہے مسئلہ یہی ہے۔ آپ یاد رکھیے الیکشن سامنے ہے، اسلام میں سیاست اور مذہب میں کہیں جدائی نہیں ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیے، یہاں کھڑا ہوا خطبہ دے رہا ہوں، جو میں کہہ رہا ہوں وہ مسجد رسولؐ میں رسولؐ کہتے تھے اور مسجد کوفہ میں مولا علیؑ کہتے تھے۔ آپ ان کے خطبات کو بھی دیکھیں۔ سیاست سے مذہب کو آپ الگ نہیں کر سکتے۔ وہ سیاست جو تھی اس سیاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن مسلمانوں کو راہ راست دکھانا اور ان کو دشمن کے پھندوں سے بچانا منبر نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا۔ میری بات کو آپ اچھی طرح سن لیں اور سب جگہ پہنچا دیں۔ اچھی طرح آپ جانتے ہیں کہ میں ڈرتا ورتا نہیں ہوں۔ نہ بی جے پی سے ڈرتا ہوں، نہ اٹل بہاری باجپئی سے ڈرتا ہوں، نہ اڈوانی سے۔ جیل بھجوانا چاہیں بھیج دیں، میں اللہ کا شکر ادا کروں گا، وہ بھی ایک مستقل عبادت ہے۔

تو میں جو بات سچ سمجھتا ہوں وہ آپ کے سامنے کہوں گا۔ یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں بکنے والا آدمی نہیں ہوں۔ اس لیے کہ بکنے والا آدمی وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے درباروں میں جاتا ہے اور جو خریدنے والا آدمی ہوتا ہے اس کے یہاں لوگ خود آتے ہیں۔ میں بکنے والا آدمی نہیں ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کسی دربار میں کبھی نہیں گیا، جو آیا میرے پاس آیا۔ آپ کی دی ہوئی عزت

ہے، مولا کا فضل ہے کہ سب میرے پاس آتے ہیں اور اصرار کر کر کے آتے ہیں، ہاتھ جوڑ جوڑ کر آتے ہیں۔ تو میں آپ کو اس مختصر سے خطبہ میں چند باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ افسوس کہ وقت نہیں ہے۔ بقیہ آپ گفتگو کرنا چاہیں تو مجھ سے جی کھول کر اچھی طرح گفتگو کر لیں۔

تو اگر آپ مسلمان ہیں اور خاص طور سے آپ اہل بیتؑ کے شیعہ ہیں تو آپ ظالم کا ساتھ کیسے دے سکتے ہیں؟ بھئی، اہل بیتؑ کی تو جنگ ہی ظلم کے خلاف تھی، وہ ظلم کہ جو بنام اسلام ہو رہا تھا اسی ظلم کو مٹانے کے لیے تو ساری جنگ ہوئی تھی اہل بیتؑ سے۔ اہل بیتؑ کے شیعہ ظالموں کا ساتھ کیسے دے سکتے ہیں جنھوں نے سورت میں مسلمان عورتوں کو برہنہ کر کے سڑکوں پر پریڈ کرائی تھی آپ ان کا ساتھ دیں گے؟ تو میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ آپ ہرگز ساتھ نہیں دیں گے۔ لیکن کچھ احمق لوگ اگر ساتھ دینا چاہتے ہیں تو وہ اپنا انجام سن لیں۔ جو قرآن مجید اور رسولؐ بتاتا ہے کہ اگر تم ظالم کے فعل پر راضی بھی ہوئے تو تمھارا شمار بھی انھیں میں ہوگا۔ تو ظالم کے فعل پر راضی ہونے میں جب ہمارا شمار ان میں ہو جائے گا تو آپ نے اگر کسی ظالم کو ووٹ دیا تو یاد رکھیے آپ کا انجام بھی جہاں اٹل بہاری باجپئی جائیں گے وہیں آپ جائیں گے، جہاں مرلی منوہر جوشی جائیں گے وہیں آپ بھی جائیں گے، جہاں ایل کے اڈوانی جائیں گے وہیں آپ بھی جائیں گے۔

کیوں؟ میں کوئی بات نہیں کہتا جو جذباتی ہو۔ رسولؐ نے فرمایا ہے جو جس سے محبت کرتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ رسولؐ کی حدیث ایسی ہے کہ جس سے نہ کوئی سنی انکار کر سکتا ہے۔ آپ جس سے محبت کرتے ہیں آپ کا حشر بھی اسی کے ساتھ ہوگا۔ ہندوؤں سے دشمنی تھوڑی ہے۔ ہندو تو بہت

اچھے لوگ ہیں۔ ہندوؤں میں ملائم سنگھ یادو بھی ہیں۔ آپ سمجھیں کہ میرے ان سے خاص تعلقات ہیں اور میں شرمندہ بھی نہیں ہوں، اس لیے کہ میں نے اس انسان میں دو خوبیاں دیکھی ہیں، ایک تو وہ جھوٹ نہیں بولتا، دوسرے وہ ڈرتا نہیں ہے۔ یہی دو خوبیاں مجھ میں بھی ہیں۔ ایک جھوٹ نہیں بولتا، دوسرے ڈرتا نہیں ہوں۔ "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" تو ہر آدمی جیسے اپنے میں صفات رکھتا ہے ویسے ہی صفات والے کو پسند کرتا ہے۔ مسجد میں آپ کے سامنے منبر پر کہہ رہا ہوں کہ جب پہلی مرتبہ بابری مسجد پر حملہ ہوا تھا تو میں اتفاق سے ملائم سنگھ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میرے سامنے اجودھیا سے اطلاعیں آرہی تھیں کہ اتنے مرے، اتنے مرے۔ وہ کہہ رہے تھے اور مارو، اور مارو۔ جتنے مرتے ہیں مرنے دو مگر مسجد کی ایک اینٹ پر آنچ نہ آنے پائے۔ میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا، اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ ایک منزل وہ آئی کہ گھبرا کر میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا، اس طرح انسانوں کا خون بہے یہ مجھ سے نہ دیکھا جا رہا ہے اور نہ سنا جا رہا ہے، چاہے وہ ہندو ہی کیوں نہ ہوں۔ میں اپنی آنکھوں دیکھی بات بتا رہا ہوں۔ میرے بھائیو! آپ ذرا غور کیجیے کہ ایک مسلمان مسلمانوں کے لیے ہندوؤں کو تو مار سکتا ہے لیکن کوئی ہندو مسلمانوں کے لیے ہندوؤں کو نہیں مار سکتا۔ اس لیے میں ان کا ساتھ دیتا ہوں ورنہ مجھے کیا ملتا ہے، میں تو ایک فقیر آدمی ہوں۔

آیت اللہ خمینی کو جب وہ ایران میں تشریف لائے ہیں تو امریکہ نے بالکل صاف کہہ دیا کہ ہم سب کو خرید سکتے ہیں لیکن آیت اللہ خمینی کو نہیں خرید سکتے۔ کیوں؟ کہا ان کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ ان کے پاس جاؤ تو ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں، کمبل کے اوپر ایک کالا ٹیلی فون ان کے پاس رکھا ہوا ہے اور دہی روٹی کھا رہے ہیں۔ جس کو زندگی میں کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اس کو ہم خرید سکتے ہیں؟

تو جو لوگ عیاشی کی زندگی گزارتے ہیں وہ بکا کرتے ہیں۔ فقیر نہیں بکا کرتے، میں بھی فقیر ہوں۔ میرے پاس موٹر ہے نہ گھوڑا ہے نہ گاڑی ہے۔ دال روٹی پر میں بھی گزر کرتا ہوں تو مجھے کون خریدے گا؟ میری کوئی ضرورت ہی نہیں کہ میں کسی کے ہاتھ بکوں۔ تو میں آپ کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ، ہو سکتا ہے میری رائے غلط ہو، لیکن جو میں کہہ رہا ہوں وہ سچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں اور اللہ کو نظر کے سامنے رکھ کر کہہ رہا ہوں، رسولؐ کو نظروں کے سامنے رکھ کر کہہ رہا ہوں اور اہل بیتؑ کو نظروں کے سامنے رکھ کر کہہ رہا ہوں کہ آپ ان فاسسٹ پارٹیوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ ممکن ہے انھوں نے آپ سے کہا ہو کہ ہماری ستا ہوگی، ہماری حکومت ہوگی تو ہم آپ کے عزاداری کے جلوس نکلوا دیں گے۔ جب آپ کی ستا تھی دو برس تو آپ نے جلوس کیوں نہیں نکالے، اس وقت کیوں نکالیں گے؟ اور عزاداری کے جلوس، آپ کی ستا کیا؟ میں بغیر ستا کے نکالے دیتا ہوں۔ کل اٹھ جائیں گے جلوس، میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ عزاداری کے جلوس کل میں نکالے دیتا ہوں۔ کل نہیں آج۔ عزاداری کے جلوس نکلنا کون سا مسئلہ ہے؟ صرف بیوقوف بناتے ہیں یہ لوگ۔ ہمارے بچوں سے کہہ دیا کہ عزاداری کے جلوس نکلوا دیں گے۔ عزاداری کے جلوس کا نکلنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا مطالبہ ہے کہ عزاداری کے جلوس نکلیں اور جلوس مدح صحابہ نہ نکلے۔ یہ ہے مسئلہ۔ یہ اگر لکھ دیں کہ عزاداری کے جلوس تو نکلیں گے اور جلوس مدح صحابہ نہیں نکلے گا، تب میں سمجھوں کہ بڑے مرد ہیں۔ مگر کیا وہ یہ لکھ کر دیں گے؟ وہ کیسے لکھ کر دیں گے۔

آپ کے لوگ تو معمولی لوگ ہیں۔ بی جے پی میں جھاڑو دینے والوں میں شمار ہوگا ان کا، آگے کوئی منصب ملنے والا نہیں ہے۔ وہاں تو اعجاز رضوی بیٹھے ہوئے ہیں، وہاں تو سکندر بخت بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو کیا ان کے ہوتے ہوئے

جلوس مدح صحابہ کو روکا جائے گا اور جلوس عزاداری نکالا جائے گا۔ آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہ کچھ نہیں کہیں گے چپکے بیٹھے رہیں گے۔ تو میرے عزیزو! دھوکے میں نہ آئیں۔ اگر عزاداری کے جلوس نکلے اور سنیوں نے روکا تو کیا ہوگا؟ فائرنگ ہوگی نا! مریں گے وہ لوگ۔ انھوں نے جلوس نکالا تو کیا ہوگا؟ آپ روکیں گے، فائرنگ ہوگی، مریں گے آپ۔ کھیل کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں؟ جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا۔

اس سے پہلے جب بی، جے، پی نے ملائم سنگھ سرکار کو گرایا اور بعد میں بی، ایس، پی سرکار کو گرایا اور اٹل بہاری باجپئی سے سوال ہوا کہ آپ تو "باسا پا" (بہوجن سماج پارٹی) کے اتنے بڑے دشمن تھے، آپ نے ان سے کیسے ہاتھ ملایا تو انھوں نے کہا، ہوتا یہ ہے کہ جب آدمی کے ہاتھ میں کانٹا چبھتا ہے تو وہ پہلے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور جب وہ نہیں نکلتا تو کانٹے سے کانٹا نکالتا ہے اور پھر دونوں کانٹے پھینک دیتا ہے۔ کہا تھا کہ نہیں کہا تھا۔ تو جس طرح ان کے لیے ملائم سنگھ اور کانشی رام دو کانٹے ہیں، ایک کانٹے کو دوسرے کانٹے سے نکالا گیا پھر دونوں کانٹے پھینک دیے گئے۔ اسی طرح جو اسلام کے دشمن ہیں ان کے لیے شیعہ اور سنّی دو کانٹے ہیں۔ وہ ایک کانٹے سے دوسرے کانٹے کو نکالیں گے اور پھر دونوں کانٹوں کو پھینک دیں گے۔ آپ ان لوگوں کے پھندے میں نہ آئیں۔ آپ ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اہل بیتؑ کے ماننے والے اور علیؑ کے شیعہ اتنے غبی ہوجائیں، کند ذہن ہوجائیں کہ دشمن کی سازش کو نہ سمجھ سکیں۔ اس سے بڑا المیہ میرے عزیزو اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

تو بہر حال جیسے کہ ملّی کونسل کے پوسٹر لگے ہیں۔ کل رات کو ہماری میٹنگ ہوتی رہی۔ میں جو بات آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچی بات ہے۔

میں ہوا میں بات نہیں کر رہا ہوں۔ جو دوسرے لوگ بات کرتے ہیں وہ ہوا میں کرتے ہیں۔ ہماری ملی کونسل کے تقریباً تین سو نمائندے پورے یو۔پی میں پھیلے ہوئے ہیں جو ایک ایک منٹ کی اطلاع ہم کو دے رہے ہیں۔ کل جمعرات کو ملی کونسل کے آفس میں سوا گیارہ بجے رات تک وہاں بیٹھا رہا۔ سارے FAXES اور ٹیلی فون ہمارے پاس آرہے تھے۔ ہمارے پاس بہتر اطلاع ہے یا ان کے پاس جو نخاس کے کونے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کس کو بہتر اطلاع ہے؟ ان کو کیا خبر کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ انھیں کیا خبر کہ مغربی یو۔پی میں کیا ہو رہا ہے؟ انھیں کیا خبر کہ مشرقی یو۔پی میں کیا ہو رہا ہے اور انھیں کیا خبر کہ مرکزی یو۔پی میں کیا ہو رہا ہے۔ آکر دیکھو سیکڑوں Faxes جو سیکڑوں کی تعداد میں ہمارے پاس آرہے تھے، میں ان سب کو پڑھنے کے بعد ان FAXES کی روشنی میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلم ووٹ کی زبردست اکثریت صرف متحدہ محاذ کو جارہی ہے کہ جس کی قیادت یو۔پی کے الیکشن میں ملائم سنگھ یادو کر رہے ہیں۔ اور آپ کا بھی فریضہ ہے کہ آپ اپنے ووٹ کو ضائع نہ ہونے دیں۔ آپ کو بھی ووٹ دینا ہے۔ جیسے نماز پڑھنا ہے، روزہ رکھنا ہے ویسے ہی آپ کو ووٹ بھی دینا ہے۔ اس لیے کہ آپ نے ووٹ نہ دیا تو آپ کے ووٹ نہ دینے سے ظالم طاقت پا سکتا ہے۔ اور اگر آپ کے ووٹ نہ دینے سے کسی نے طاقت پائی تو آپ کو اللہ کے نزدیک جواب دہ بھی ہونا پڑے گا۔ یہ بات آپ سمجھ لیں کہ جیسے آپ کے لیے روزہ رکھنا، جیسے نماز پڑھنا ایک فریضہ ہے اسی طرح آپ کی عورتوں اور مردوں کا ووٹ دینا بھی ایک فریضہ ہے جسے آپ کو انجام دینا ہے اور کسی کے بھرے میں نہ آئیں۔ آپ کا ووٹ صرف ایک طرف جانا ہے۔ آپ کے ووٹوں کو تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اگر آپ کے ووٹ تقسیم ہوئے

تو اس کو طاقت ملے گی جو آپ کے لیے کوئی جذبۂ ہمدردی، کوئی جذبۂ محبت اپنے دل میں نہیں رکھتا۔ (صلوٰۃ)

آج ملی کونسل کے پوسٹر لگے ہیں، آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ کل یا پرسوں ہم لوگوں کا بیان آجائے گا۔ ہم آپ کو بالکل اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے جو ذہین ترین افراد ہیں، جن کا سیاسی دماغ ہے، جو عالم ہیں، جو فقیہ ہیں انھوں نے پوری طرح صورت حال کا تجزیہ کیا ہے۔ کانشی رام جی خود ہمارے یہاں تشریف لائے تھے۔ بہت اچھے آدمی ہیں، ذات کے چمار ہیں مگر بڑے خوبصورت ہیں۔ اے جناب! ڈیڑھ گھنٹہ تک ہم سے بات چیت کرتے رہے، شیڈول کاسٹ کے لیے ہم یہ کر رہے ہیں، پسماندہ طبقہ کے لیے ہم یہ کر رہے ہیں، "بیک ورڈ" کے لیے یہ کر رہے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک ہم ان کی رام کہانی سنتے رہے۔ اسٹیج پر آتے ہی تو مسلمانوں کا نام لیتے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک انھوں نے سارا پروگرام بتایا کہ فلاں کے لیے ہم یہ کرنے والے ہیں، فلاں کے لیے یہ کرنے والے ہیں مگر مسلمانوں کا کہیں نام ہی نہیں۔ تو ڈیڑھ گھنٹہ بعد میں نے عرض کیا کہ آپ تو مسلمانوں کے بڑے ہمدرد بنتے ہیں اسٹیج پر مگر یہاں تو آپ نے مسلمانوں کا ذکر ہی نہیں کیا تو ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ تو اسٹیج کی تقریریں دوسری ہوتی ہیں، اصل انسان کے راز پرائیویٹ گفتگو میں کھلتے ہیں۔

میں آپ سے یہ بات کہہ کر اپنے پہلے خطبہ کو ختم کر رہا ہوں کہ آپ کا تجربہ ہے اپنی ذاتی زندگی میں اور اجتماعی زندگی میں۔ یہ دو باتیں کبھی قابل اعتبار نہیں ہیں۔ ایک عاشقوں کا وعدہ۔ جب عشق ہوتا ہے تو کیسے کیسے وعدے ہوتے ہیں۔ آسمان سے چاند ستارے توڑ لاؤں گا، یہ کر دوں گا وہ کر دوں گا۔ جب بیچاری لڑکی بھرے میں ان صاحب کے گھر آتی ہے تو اس کو دن میں تارے

دکھائی دینے لگتے ہیں۔ تو میری بات آپ یاد رکھیے۔ ایک عشق کے وعدے کا اعتبار نہیں ہے، ایک الیکشن کے وعدے کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ وعدہ قابل اعتبار نہ وہ وعدہ قابل اعتبار۔ بڑے بڑے قومی آواز میں اشتہار آرہے ہیں لیکن ایک بات یاد رکھیں، آپ وعدوں پر اعتبار نہ کریں بلکہ پچھلے ریکارڈ کو دیکھیں۔

اب آخری بات میں آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کو یاد ہوگا جب یونیٹی اسکول کا سنگ بنیاد رکھا جارہا تھا اور ملائم سنگھ یادو آئے تھے تو انھوں نے یہ سارا پلاٹ دیا تھا ہم کو۔ ہم ان کے ممنون احسان ہیں، ان کا احسان ہے۔ اور آنے کے بعد انھوں نے کہا (آپ بتائیں کہ کسی نے کہا ہو ہندوستان کی تاریخ میں) کہ اب اگر میری حکومت کے دوران کسی نے ہندو مسلم فساد کی کوشش کی تو ہندو مسلم فساد نہیں ہوگا، ہندو ہندو فساد ہوگا۔ آج تک ہندوستان کی تاریخ میں کسی نے یہ بات کہی ہے؟ کہی ہو تو آپ بتائیں؟

میں کسی کی برائی نہیں کرتا، لیکن بس ایک اچھے جملے کے ساتھ آپ کی زحمتوں کو ختم کرتا ہوں۔ آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یہ بتائیں کہ آپ کسی انسان کے لیے قسم کھاکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بی، جے، پی سے میل نہیں کرے گا۔ کانشی رام کے لیے آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں؟ نہیں کہہ سکتے۔ مایاوتی یا اور کسی کے لیے یہ بات کہہ سکتے ہیں؟ نرسمہاراؤ کے لیے آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں؟ نہیں کہہ سکتے۔ آپ کسی کے لیے یہ بات قسم کھاکر نہیں کہہ سکتے کہ یہ مرجائے گا مگر بی، جے، پی سے ہاتھ نہیں ملائے گا۔ میں ملائم سنگھ کے لیے قسم کھاکر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ شخص مرجائے گا مگر بی، جے، پی سے ہاتھ نہیں ملائے گا۔ اس لیے آپ کو اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننا چاہیے۔ بڑا اہم الیکشن ہے یہ ورنہ اس کا منبر پر میں ذکر نہ کرتا۔ اس کا سیدھا اثر پڑے گا دہلی گورنمنٹ کے اوپر۔ یہ ایسی

جنگ ہو رہی ہے کہ شاید جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فاسد طاقتیں ختم ہو جائیں گی یا پھر ہندوستان کی سرزمین سے ان کو اکھاڑنا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ چونکہ اسے میں اپنا دینی فریضہ سمجھ رہا تھا اس لیے خطبۂ اولیٰ نماز جمعہ کے لیے اسے موضوع قرار دیا۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝

یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جس میں ظالموں کو ان کا انجام بتایا جا رہا ہے کہ جب ظالم آتا ہے تو گرجتے بادلوں کے ساتھ آتا ہے، شور و شرابہ مچاتا ہوا آتا ہے۔ لیکن ظالموں کا انجام بتائے دیتے ہیں۔ ظالموں کا تختہ ایسا پلٹتا ہے کہ پھر کبھی وہ سانس بھی نہیں لیتے۔

ایک جملہ میں کہتا ہوں۔ میرے لیے وہ دن بہت تکلیف دہ ہوگا، اذیت ناک ہوگا۔ خدانخواستہ ایسی بات نہ ہو اور مجھے یقین ہے خدانخواستہ شیطان کے کان بہرے، سات سمندر پار اگر کبھی میں نے دیکھا کہ جن ہاتھوں میں کبھی حضرت عباسؑ کا علم رہتا تھا آج انھیں ہاتھوں میں بی، جے، پی کا پرچم ہے تو اس سے بڑھ کر ڈوب مرنے کی اور کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ اور ایسے لوگوں کو براہ راست حضرت عباسؑ کو جواب دہ ہونا پڑے گا کہ تم کو غیرت نہیں آئی کہ میرے ہاتھوں میں مظلوموں کی حمایت کا پرچم تھا۔ جس ہاتھ میں میرے پرچم کو اٹھایا اسی ہاتھ میں تم نے ظالموں کے پرچم کو اٹھایا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سب کو اہل بیتؑ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا پڑے گا اور اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اگر کوئی ایسی حرکتیں کر رہا ہے، اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ایسی حرکت کوئی نہیں کرے گا۔

آج جمادی الاولیٰ کی ۱۳ر تاریخ ہے اور آج وہ تاریخ ہے کہ امکان یہ ہے کہ ایک مظلومہ کی شہادت کی تاریخ ہے۔ وہ مظلومہ جس کے لیے رسولؐ نے فرمایا تھا فاطمۃ بضعۃ منی فاطمہ میرا جز ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب فدک کو چھینا گیا فاطمہ زہرا سے تو آپ دربار میں پہنچ گئی تھیں اپنے مطالبہ کے لیے۔ وہ بی بی کہ جس کو پردے کا اتنا لحاظ تھا کہ جس کی چادر پر کسی کی نظر نہ پڑنے پائے اور وہ دربار میں آگئی اور آنے کے بعد اپنا مقدمہ پیش کیا اور اس طرح سے پیش کیا کہ سب کے دانت کھٹے ہو گئے۔ کیا بات تھی؟ کیا فاطمہ اپنی جائداد لینے گئی تھیں؟ اے بھائی غور کیجیے کہ جس بی بی نے امت کے مفاد کے لیے اپنے بچوں تک کو قربان کر دینا گوارا کیا ہو، درختوں کے لیے اور زمین کے لیے کسی کے دربار میں جائے گی اس کا مطالبہ کرنے کے لیے؟ جس کی ماں اتنی دولت مند ہو اور وہ سب دولت اس نے اسلام کی راہ میں قربان کر دی ہو وہ ایک قطعہ آراضی کے لیے جائے گی دربار میں مطالبہ کرنے؟ بات کو سمجھیے۔ بات فاطمہ زہرا کی نہیں تھی، بات کچھ اور تھی۔ جس کو آج کی زبان میں سماجک نیائے کہا جاتا ہے، جس کو انگریزی میں سوسل جسٹس کہا جاتا ہے۔ کیونکہ دربار سے سوشل جسٹس کی ویلیوز چیلنج ہو رہی تھیں۔ اس لیے کہ جب فاطمہ زہراؑ کی جائداد کو چھینا جا سکتا ہے تو مسلمانوں میں کون رہ جائے گا جس کی جائداد محفوظ ہو۔ تو فاطمہؑ اپنے حق کے دفاع کے لیے نہیں جا رہی تھیں بلکہ کمزوروں اور مظلوموں کے حق کے دفاع کے لیے جا رہی تھیں۔

بہر حال صورت حال جو کچھ بھی ہو۔ رسولؐ کی یہ بیٹی انتہائی مظلومی کے عالم میں ٹوٹی ہوئی پسلیاں لے کر اور ایک شہید معصوم بچہ کو گود میں لیے ہوئے اپنے بابا کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں گی اور رسولؐ نے اس شان سے اپنی بچی کو دیکھا ہوگا۔ یہ میں نہیں کہتا۔ مولا علیؑ خطبہ میں فرماتے ہیں کہ جس وقت شہزادی

دفن ہوئی تھیں اس وقت آپ نے رسولؐ سے خطاب کر کے کہا تھا کہ خدا کے رسولؐ آپ کی بیٹی آپ کے پاس آرہی ہے، اب مجھ سے نہ پوچھیے اسی سے پوچھیے کہ آپ کے بعد ہمارے ساتھ کیا ہوا۔ تو فاطمہ زہرا نے ضرور بتایا ہوگا کہ ....؛ مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ فاطمہ زہراؑ کے جسم کے اوپر مجھے کچھ پسلیاں ٹوٹی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ اور کربلا کے میدان میں فاطمہؑ کا لال گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال، یہاں صرف پسلیاں ٹوٹی ہیں، وہاں جسم کی ایک ایک ہڈی ٹوٹی ہے۔ خود مولا نے فرمایا ہے جب جناب سکینہؑ آکر لاش سے لپٹی ہیں تو فرمایا ہے کہ عملؑ ابعل قتل سحقونی مجھے گھوڑوں کے سموں سے اس طرح پامال کیا کہ جیسے کھرل میں پیس رہے ہوں۔

آج انتہائی مصیبت کا دن ہے۔ ہم سب کو بارگاہ احدیت میں اسی معصومہ کے وسیلے سے دعا کرنی چاہیے کہ معصومہ کونین، سیدہ نساء العالمین، اے بنت رسولؐ آپ اللہ اور رسولؐ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ آپ کے ماننے والے ظالموں کے پھندے میں نہ آنے پائیں۔ آپ کی پوری زندگی ظالموں سے جہاد کرنے میں گزری ہے اور مظلوموں کی حمایت میں گزری ہے۔ ہم کو بھی یہ توفیق عطا ہو کہ ہم مظلوموں کے حامی رہیں اور ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان سے ملک و قوم کو بچائیں۔

(جمعہ ۲۸ر ستمبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیمؕ

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔

بعض حدیثیں ایسی ہیں جو اپنی صداقت کے اعتبار سے اسی معیار پر ہیں جس معیار پر قرآن مجید کے آثار ہیں۔ جو حدیثیں بالکل یقینی ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے۔ رسولؐ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور میری رسالت کی صرف اور صرف ایک ہی غرض ہے، باقی جتنی چیزیں ہیں وہ سب وسائل ہیں۔ ٹارگیٹ کیا ہے، ہدف کیا ہے، نشانہ کیا ہے؟ تمھارے اخلاق کو سنوارنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سب کچھ کرنے کے بعد ہمارا اخلاق سنولا ہوا نہیں ہے تو ہم غرض بعثت رسولؐ کو پورا نہیں کر رہے ہیں، ہم راستہ میں بیٹھے ہیں منزل تک نہیں پہنچے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں جتنے مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کے بارے میں کئی مرتبہ آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں کہ رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جتنی بھی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں وہ سب جہالت اور ناواقفیت سے۔ دین کے بارے میں بھی ہم مسلمان تو ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں مگر دین کو ہم پہچانتے نہیں ہیں اور دین کے اصطلاحات کو نہیں پہچانتے۔ آپ یہی لفظ لے لیجیے "اخلاق"

لکھنؤ میں ڈیڑھ لاکھ شیعہ ہیں۔ آپ ان سے پوچھ لیں اخلاق کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ کوئی بھی بتانے والا نہیں ملے گا کہ اخلاق کے معنی کیا ہوتے ہیں۔ اخلاق کے معنی آپ کو کیا بتائے گئے ہیں؟ جھک جھک سلام کرنا، مزاج پرسی کرنا، مصنوعی طور پر کسی کو دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا دل کے اندر چاہے نفرتوں کا طوفان امنڈ رہا ہو۔ اسی طرح دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ اس کا اخلاق بہت اچھا ہے۔ اسلام میں اخلاق کے معنی یہ نہیں ہیں۔

اسلام میں اخلاق کا مرتبہ کیا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا کہ میری غرض رسالت و بعثت یہ ہے کہ تمھارے اخلاق کو سنوار دوں۔ تو یہ اخلاق کوئی معمولی سی چیز نہیں ہے کہ جھک جھک کر سلام کریں اور غرض رسالت پوری ہو جائے۔ اور اس کے بعد جب رسولؐ سے پوچھا گیا کہ جنت میں سب سے بلند درجہ کس کا ہوگا؟ تو آپ نے نماز، روزہ کا، حج کا، زکوٰۃ کا کسی کا نام نہیں لیا، فرمایا جنت میں سب سے بلند درجہ وہ لوگ فائز ہوں گے جن کا اخلاق بلند ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاق بہت ہی اہم شے ہے آسان شے نہیں ہے بلکہ بہت مشکل شے ہے۔ اس لیے کہ جنت بغیر مشکلات کے حاصل نہیں ہوگی۔ جھک جھک سلام کرنا، سرکار کہہ دینا، حضور کا مزاج کیسا ہے؟ جوتیاں سیدھی کر دیں، تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے یہ تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔

دیکھیے جب میں آپ کو بتاؤں گا اخلاق کے معنی کیا ہیں تو آپ سمجھیں گے کہ اخلاق بظاہر کتنا آسان نظر آتا ہے لیکن کتنا مشکل ہے۔ اخلاق کے معنی اسلام میں یہ ہیں کہ ہر ایک کے حق کو ادا کرو۔ اب اگر آپ ہر ایک کے حق کو شمار کرنا شروع کر دیں تو زندگی ختم ہو جائے گی ہر ایک کا دائرہ ختم نہیں ہوگا۔ دیکھیے میں آپ کو گنا تا ہوں۔ اتنی چیزیں ہیں جو شمار میں نہیں آسکتی ہیں انھیں میں کیسے گناؤں؟

آپ اس مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اس مسجد کا بھی ایک حق ہے، اگر آپ مسجد میں بیٹھے ہیں تو مسجد کا بھی حق ہے۔ اگر آپ وضو کر کے آرہے ہیں تو وضو کا بھی حق ہے۔ اگر غسل جمعہ کر کے آرہے ہیں تو غسل جمعہ کا بھی حق ہے۔ اگر آپ نماز پڑھیں گے تو نماز پڑھنے کا بھی حق ہے۔ نماز میں سورہ الحمد پڑھیں گے تو سورۂ الحمد کا بھی حق ہے۔ سورۂ توحید پڑھیں گے تو اس کا بھی حق ہے۔ قنوت پڑھیں گے تو اس کا بھی ایک حق ہے۔ رکوع کریں تو اس کا بھی ایک حق ہے۔ سجدہ کرو گے تو اس کا بھی ایک حق ہے۔ تشہد پڑھیں گے تو اس کا بھی ایک حق ہے۔ ایک نماز میں اتنے حق ہیں۔ پھر اگر شادی ہوگی تو بیوی کا حق ہے۔ بچے ہو گئے تو بچوں کا حق ہے۔ گھر میں ہیں تو گھر کا حق ہے۔ دیکھیے کہاں تک بتاؤں میں۔ جس زمین پر آپ بیٹھے ہیں اس کا حق ہے۔ کوئی جانور آپ نے پال رکھا ہے تو اس کا حق ہے۔ غور فرما رہے ہیں آپ۔ مولا نہج البلاغہ میں کیا فرماتے ہیں فان کم مسئلون حتیٰ عن البقاع والبھائم تم کیا سمجھتے ہو، تم سے خالی تمھارے بارے میں سوال ہوگا۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ تم سے صرف روزہ نماز کے بارے میں سوال ہوگا؟ نہیں، حشر کے میدان میں تم سے اس زمین کے بارے میں بھی سوال ہوگا جس پر تم بیٹھے ہو کہ اس کا حق ادا کیا کہ نہیں۔ اور تم سے ان جانوروں کے بارے میں بھی سوال ہوگا جو تمھاری نظروں کے سامنے ہیں۔

تو میرے عزیزو! جانوروں کا حق ہے، درختوں کا حق ہے، زمین کا حق ہے، عزیزوں کا حق ہے، غیروں کا حق ہے، انسان کا حق ہے، دوست کا حق ہے، دشمن کا حق ہے، اللہ کا حق ہے، اللہ کے بندوں کا حق ہے۔ آپ نے غور کیا۔ جب ان سارے حقوق کی ادائیگی ہو جائے تب آپ نے غرض بعثت رسالت کو پورا کیا۔ اور اگر کسی انسان نے واقعی ہر ایک کے حق کو ادا کر دیا اور اخلاق کی

بلندی پر پہنچ گیا تو وہ جنت میں سب سے زیادہ سربلند ہوگا۔ تو پھر جنت میں سب سے زیادہ سربلند کون ہوگا۔ اب مسجد میں آپ تشریف فرما ہیں تو مسجد کا حق ہے۔ پہلا حق تو یہ ہے کہ آپ کو جتایا نہیں گیا۔ ہم نے آپ کو بتایا نہیں کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے دنیوی باتوں کی جگہ نہیں ہے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب تک قد قامت الصلوٰۃ نہ ہوجائے اس وقت تک دنیوی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ تو اگر مسجد میں بیٹھ کر آپ یہ ساری باتیں کر رہے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ مسجد کا حق ادا نہیں کیا۔ اور مسجد کا حق نہ دینے والا ظالم ہوتا ہے اور اللہ ظالم کو معاف نہیں کرتا، اسلام برداشت نہیں کرتا۔ یہ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اس مسجد کو صاف و شفاف رہنا چاہیے۔

اب جو اس کی صورت حال ہے وہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نظر اٹھا کر دیکھیے کتنے جالے لگے ہوئے ہیں۔ اس مسجد کا پلاسٹر گر رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ رفسنجانی صاحب یہاں آئے تھے تو ایک کروڑ روپیہ امام باڑہ اور مسجد کی تعمیر کے لیے دے گئے تھے اور ذمہ داری میری ہی قرار دی گئی تھی۔ تو ایک کروڑ میں جو تخمینہ میں نے بھیجا تھا، اس میں چالیس لاکھ مسجد کے لیے اور ساٹھ لاکھ امام باڑے کی تعمیر کے لیے تھا۔ اگر چالیس لاکھ مل جاتے تو مسجد ہوجاتی لیکن مسئلہ کیا ہے؟ محکمۂ آثار قدیمہ نے کہا، ہم بنائیں گے۔ بنائیں گے کا مطلب کیا ہے؟ ہم بنائیں گے کا مطلب یہ ہے کہ امام باڑہ و مسجد کم اور ہمارا کمیشن زیادہ بنے گا۔ یہاں پر آکر معاملہ اٹک گیا۔ چلو دس بیس پرسینٹ لوگ کھا جاتے اور اسّی پرسینٹ اس میں لگ جاتا تو ہم آنکھیں بند کر لیتے۔ مگر نہیں، ستّر فیصد وہ کھا جائیں گے اور تیس فیصد مسجد و امام باڑے میں لگے گا۔ یہاں پر آکر معاملہ اٹک گیا۔

تو میں عرض کر رہا تھا، آپ کو معلوم ہی ہے کہ مسجد کا حق ہے۔ نماز کا حق

کیا ہے؟ نماز کا حق ہم کہاں ادا کر سکتے ہیں۔ ہم ادا نہیں کر سکتے اس لیے کہ نماز میں اول مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں نماز کے مسائل نہیں، دوسرے ہم عربی زبان سے ناواقف ہیں۔ میں نے ایک واقعہ کبھی عرض کیا ہے اور آج آپ کے سامنے عرض کردوں کہ رسولؐ جب مدینہ میں تشریف لے آئے۔ ارے دیکھیے نماز کا حق کیا ہوتا ہے۔ اگر انسان نماز کا حق ادا کرے اور سمجھ بوجھ کر پڑھے تو کیا تبدیلیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ رسولؐ مدینہ میں تشریف فرما ہیں۔ طائف کا ایک گروہ آتا ہے اور کہتا ہے خدا کے رسولؐ! ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں مگر شرطوں کے ساتھ۔ رسولؐ نے فرمایا کیا شرطیں ہیں؟ کہا کہ پہلی شرط یہ ہے کہ ہم جہاد نہیں کریں گے۔ اب رسولؐ کا دیکھیے صبر ملاحظہ فرمایئے۔ کہا اور کوئی شرط؟ کہا ایک اور شرط ہے، کہا ہم مسلمان تو ہوتے ہیں مگر اسلام کا لشکر اور ملٹری ہمارے علاقہ سے نہیں گزرے گی۔ کہا اور کوئی شرط؟ کہا ایک شرط اور ہے کہ ہم مسلمان تو ہوں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اسلام میں زکوٰۃ نہ ہو، جہاد نہ ہو، اسلامی لشکر ان کی سرزمین سے نہ گزرے تو وہ اسلام کیا؟ مگر رسولؐ نے فرمایا اور کوئی شرط؟ کہا ایک شرط اور ہے کہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو رسولؐ نے کہا کہ ساری شرطیں منظور مگر یہ کہ نماز نہ پڑھو یہ منظور نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس دین میں نماز نہ ہو وہ دین دین ہے ہی نہیں۔

یہ کون کہہ رہا ہے بھئی! میں تھوڑی کہہ رہا ہوں، یہ رسولؐ فرما رہے ہیں کہ جس دین میں نماز نہ ہو وہ دین دین نہیں ہے۔ ہمارے یہاں کچھ ایسی تعلیم دی جاتی ہے کہ جس دین میں سب کچھ ہو اور نماز نہ ہو وہی دین دین ہے۔ ایسا دین رسولؐ کا لایا ہوا دین نہیں ہے جہاں نماز کو اتنا سبک کیا ہو۔ تو رسولؐ نے فرمایا اور انھوں نے سوچا نماز میں کیا لگتا ہے۔ کہا ٹھیک ہے، نماز پڑھ لیا کریں گے۔ اب جو وہ گئے تو اصحاب نے کہا، اے خدا کے رسولؐ! اتنی کمزوری دین کے معاملہ

میں ؟ تو آپ نے کہا دین کے مسائل میں جزئیات کو پیچھا رکھا کرو اور عقل کو آگے رکھا کرو۔

یہاں پر بھی آپ غور کرلیں۔ ہر مسئلہ اس لیے خراب ہوتا ہے کہ جذبات آگے رہتے ہیں اور عقل پیچھے رہتی ہے۔ تو اسلام کے جس اصول کو توڑیے گا یہی مصیبت آجائے گی۔ تو رسولؐ نے فرمایا میں نے تو تم کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ دینی معاملات میں عقل کو آگے رکھو اور جذبات کو پیچھے رکھو۔ دیکھو یہ عربی زبان ہے، یہ سب عربی داں ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ جب نماز پڑھیں گے تو کس لفظ کے کیا معنی ہوتے ہیں اور کس جملے کا کیا مطلب ہے۔ یہ جب نماز پڑھیں گے اور دن میں دس مرتبہ کہیں گے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم تیری (غیر مشروط) عبادت و اطاعت کرتے ہیں۔ تو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت اور تیری ہی اطاعت کرتے ہیں۔ اور جب دن میں دس مرتبہ نفسیاتی طور پر دل میں یہ خیال آئے گا کہ زبان سے تو ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ تیری اطاعت کرتے ہیں اور عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں وہ کہتا ہے زکوٰۃ دو، ہم کہتے ہیں نہیں دیں گے۔ اللہ کہتا ہے کہ جہاد کرو، ہم کہتے ہیں نہیں کریں گے۔ نماز کو سمجھ کر پڑھیں گے تو یہ زکوٰۃ بھی دینے لگیں گے اور جہاد بھی کرنے لگیں گے۔ چنانچہ وہی ہوا کہ انھوں نے زکوٰۃ بھی دینا شروع کردی اور جہاد میں بھی آنے پر تیار ہوگئے۔

میں نے عرض کیا کہ اول تو عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر ہم کو معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ ذرا غور کیجیے میرے عزیزو! میں آپ کے پاس آؤں اور طوطے کی طرح ایسی زبان میں گفتگو شروع کردوں جو آپ کو تو آتی ہو مگر مجھے نہیں آتی تو آپ مجھ پر ہنسیں گے یا نہیں۔ کہ اس شخص کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کیا کہہ رہا ہے ؟ تو اگر پوری عربی زبان آپ نہیں پڑھ سکتے ہیں

تو کم سے کم نماز کے سورے جو آپ ادا کرتے ہیں، کم از کم رکوع اور سجدے میں جو کہتے ہیں اس کے معنی تو آپ کو معلوم ہونا ہی چاہیے کہ آپ اپنے اللہ سے کیا بات کہہ رہے ہیں۔

بہرحال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام میں اخلاق کے معنی جھک جھک کر تسلیم کرنے کے نہیں ہیں، مزاج پرسی کے نہیں ہیں، اسلام میں اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے، ہر چیز، ہر جانور اور ہر انسان، دوست، دشمن، بیوی، بچے اور غیر کے حقوق کو آپ ادا کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اخلاق کو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

یہ حدیث بھی ایسی ہے کہ جو شیعہ اور سنی دونوں میں موجود ہے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان اس عالم میں مرجائے کہ وہ اپنے امام کو جانتا و پہچانتا نہ ہو تو وہ جاہلیت اور کفر کی موت مرا۔

دیکھیے کیا فرما رہے ہیں؟ یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ مانتا ہو، ماننے کی لفظ نہیں بلکہ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ جو اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہو، اسی سے ساری گڑبڑی ہے، ہم امام کو مانتے تو ہیں مگر پہچانتے نہیں ہیں۔ پہچانتے نہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہے؟ اس کا نتیجہ بڑا بھیانک ہے۔ اور وہ بھیانک نتیجہ ہمارے سامنے یہ آیا کہ جو گناہ ہمارے معاشرے میں رائج ہو جاتے ہیں ان کی گمبھیرتا اور سنجیدگی اور اس کی برائی کا احساس ہمارے دل و دماغ سے مٹ جاتا ہے۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، استغفراللہ، دیکھیے اگر آپ کو کسی انسان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے زنا کی ہے، Rape کیا ہے۔ یہ مجمع جو میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے اس کو معلوم ہو جائے کہ فلاں نے فلاں لڑکی کے ساتھ برا کام کیا ہے تو اس آدمی کو آپ یہاں آنے دیں گے، اس منبر پر نہیں آنے دیں گے۔ اتنا بڑا گناہ، اتنا بڑا گناہ۔ غور کیا۔ مگر جو رسولؐ اسلام لے کر آیا وہ کیا کہتا ہے؟ کیونکہ ہمارے یہاں کی سوسائٹی امریکہ اور یورپ کی سوسائٹی نہیں ہوئی ہے۔ ہمارے یہاں اگر کوئی آدمی بدکاری کرے تو وہ ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ مگر اب رسولؐ کیا فرما رہے ہیں الغیبۃ اشد من الزنا کسی انسان کی غیبت کرنا یہ زنا سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تو زنا کرنے والوں کو تو آپ منبر پر نہیں آنے دیں گے اور غیبت کرنے والوں کو آپ جلدی سے منبر پر لے آتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے خود ساختہ معیار بنا رکھے ہیں۔ ہمیں خود ساختہ معیار اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ جو رسولؐ نے فرمایا ہے کہ الغیبۃ اشد من الزنا بدکاری سے بڑا گناہ ہے کسی کی غیبت کرنا۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس مجمع میں کسی نے زنا نہ کی ہوگی لیکن یہ کیسے کہہ دوں کہ اس مجمع میں کسی نے غیبت نہ کی ہوگی۔ آپ مجھے بتائیں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اگر صحیح دین کو اپنانا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن، رسولؐ اور اہل بیت نے کس گناہ کو کس جگہ پر رکھا ہے۔

رسولؐ سے کسی نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ! یہ بتائیے کہ مومن بخیل ہو سکتا ہے، کنجوس ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کنجوس ہونا بہت بری بات ہے، لیکن مومن کنجوس ہو سکتا ہے۔ دوسرے نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ یہ بتائیے کہ مومن بزدل اور کمزور ہو سکتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ میدان جنگ سے بھاگ جائے۔ آپ نے کہا بہت بڑا گناہ ہے میدانِ جنگ سے بھاگنا، ایسا نہیں کرنا

چاہیے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ کسی کا دل اتنا قوی نہ ہو، وہ بے چارہ کبھی کبھی میدان جنگ سے بھاگ جائے۔ مگر جب رسولؐ سے پوچھا گیا کہ مومن اور مسلمان کیا جھوٹ بول سکتا ہے تو آپ نے کہا، اسلام اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ جہاں جھوٹ ہوگا وہاں اسلام نہیں ہوگا اور جہاں اسلام اور ایمان ہوگا وہاں جھوٹ نہیں ہوگا۔ مگر ہم نے اسلام اور ایمان کی وہ شرح ایجاد کر رکھی ہے کہ منبروں پر بیٹھ کر جھوٹ بولیں مگر ایمان کو دھکا نہ لگے۔ اور اسلام کو کوئی دھکا نہ لگے۔ یہ قسم میں آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں، میں تو اصول کی بات کہہ رہا ہوں، مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ کسی طرف موڑ دیں تو میری جان بھی مصیبت میں پڑے۔ میں تو اس وقت کی بات آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ رسولؐ فرماتے ہیں اسلام، دین اور ایمان جھوٹ کے ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ اب آپ ہی بتائیے میں کس کے بارے میں کہوں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ یہاں تک کہ صاحبان جبہ و دستار بھی اور صاحبانِ محراب و منبر تک شوقیہ جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے مجبوری میں جھوٹ، ایک ہوتا ہے شوقیہ جھوٹ کہ جب تک وہ جھوٹ نہ بول لیں ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

تو ہم اگر ان لوگوں کو برا بھلا کہتے ہیں کہ جو میدان جنگ سے بھاگے تھے ٹھیک ہے، ان کو بھاگنا نہیں چاہیے تھا اور یقیناً یہ ان کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے میدان جنگ سے بھاگنا، مگر رسولؐ کیا فرماتے ہیں؟ ممکن ہے کوئی آدمی بھاگ جائے میدان جنگ سے کسی کمزوری کی وجہ سے۔ میدان جنگ سے بھاگنے کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ منافق کبھی میدان جنگ میں نہیں ٹکے گا، لیکن ہوسکتا ہے کہ مومن ہو مگر اس کا دل کمزور ہو۔ گزرے ہیں رسولؐ کے زمانے میں ایسے واقعات کہ مومن تھا بے چارہ مگر ٹک نہ سکا میدان جنگ میں۔ ہر شخص برابر تھوڑی ہوتا ہے، وہ تو ایمان کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے لیکن جھوٹ بولنے والا، رسول فرماتے ہیں جہاں

ایمان ہوگا وہاں جھوٹ نہیں ہوگا۔ جھوٹ اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے ان لوگوں پر لعنت کرنے کا جو میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ جب ہم خود جھوٹ بول رہے ہیں۔ رسولؐ فرماتے ہیں کہ جہاں ایمان ہوگا وہاں جھوٹ نہیں ہوگا اور جہاں جھوٹ ہوگا وہاں ایمان نہیں ہوگا۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں غیبت نہیں ہوگی، جہاں غیبت ہوگی وہاں ایمان نہیں ہوگا۔

اور غیبت سے بڑھ کر ہے کسی پر بہتان لگانا اور الزام واتہام لگانا۔ کس پر الزام نہیں لگایا جاتا۔ منبروں سے الزام تراشیاں ہوتی ہیں۔ عوام غیبت اور جھوٹ، خواص غیبت اور جھوٹ، شعراء غیبت اور جھوٹ۔ غور کیا آپ نے۔ منبر پر جانے والے غیبت اور جھوٹ، وکلاء غیبت اور جھوٹ، مولوی غیبت اور جھوٹ۔ کیا یہ وہی دین ہے جس کو رسولؐ لائے تھے، کیا یہ وہی دین ہے جس کی علیؑ بن ابی طالب نے حفاظت کی۔ کیا یہ وہی دین ہے کہ جس کے لیے شہدائے کربلا نے، سیدالشہداء نے میدان کربلا میں اتنی عظیم الشان قربانیاں دیں۔

ہم جھوٹ بولتے ہیں جب کہ مولا علیؑ نے یہ نہج البلاغہ میں فرمایا ہے کہ میری زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں آیا۔ اور یہی جملہ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کربلا کے میدان میں۔ تو کم از کم ہمیں اس نسبت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہم سچوں کے ماننے والے ہیں، ہم جھوٹوں کے ماننے والے نہیں ہیں۔ ہم ان کے ماننے والے ہیں کہ جو پاک و پاکیزہ تھے۔ زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارے کردار میں ان کی جھلک ہونی چاہیے۔

(جمعہ ۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔

برادران عزیز! اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ صاحبان ایمان، اگر تم اپنے کو ایمان کے دائرے میں لاچکے ہو اور اپنے کو مسلمان کہہ رہے ہو تو اسلام کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تمھاری زندگی کا ایک حصہ مسلمان ہو اور دوسرا حصہ اسلام سے باہر ہو۔ اسلام نے تمھاری زندگی کے ایک ایک شعبہ کو اپنے دائرے میں لیا ہے تو تجارت اسلامی ہو، سیاست اسلامی ہو، بیوی سے تعلقات اسلامی ہونا چاہئیں، شوہر سے تعلق اسلامی ہونا چاہیے۔ غرض کہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا ہے جس کو اسلام اپنے دامن میں نہ لیے ہو۔ اور مسلمان وہی ہے کہ جو زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ اس کا تعلق اس کے جسم سے ہو، خواہ اس کا تعلق اس کی عقل سے ہو، خواہ اس کا تعلق اس کی روح سے ہو، مسلمان رہے۔

ہمارے یہاں بدقسمتی سے ایک تصور یہ پیدا ہو گیا ہے کہ جب عقیدہ ہمارا بہ خیال خود درست ہے خواہ اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں تو بس یہ ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔ اصل میں اسی قسم کی فکر کو فکر کا ٹیڑھا پن کہتے ہیں۔ اور یہ فکر کا ٹیڑھا پن

جب کسی قوم میں آجائے تو اس کو ڈوبنے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور جو لوگ اس قسم کی فکر کو قوم میں پھیلاتے ہیں ان کی ذمہ داری اللہ کی بارگاہ میں یہ ہوگی کہ ان پر چارج شیٹ لگے گی کہ تم نے قوم کا بیڑا غرق کر دیا۔ دیکھیے ضروری نہیں ہے۔ بہت سے نام نہاد مذہبی افراد ایسے ہوتے ہیں جن کو آپ مذہبی سمجھتے ہیں مگر ان کی فکر ٹیڑھی ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی آدمی بظاہر مذہبی نہ ہو مگر اس کی فکر صحیح ہو۔ اصل ہے فکر کا صحیح ہونا۔

غالب اردو کا بہت بڑا شاعر تھا لیکن وہ کوئی مذہبی آدمی نہیں تھا، بچارہ شراب وغیرہ پی لیا کرتا تھا۔ تو اللہ حساب کرنے والا ہے، میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے مسلمانوں سے بہتر اس کا انجام ہوگا لیکن اب دیکھیے شراب خوری کے باوجود اور کبھی کبھی فحش شاعری کے باوجود اس کی فکر میں ٹیڑھا پن نہیں تھا، اس کی فکر صحیح تھی۔ آپ نے سنا ہوگا کہ جب انگریزوں کا دوبارہ تسلط ہوا ہندوستان پر غدر کے بعد، جسے وہ لوگ غدر کہتے ہیں اصل میں وہ پہلی جنگ آزادی تھی جو ناکام ہوگئی تھی۔ چونکہ اس وقت مسلمان پیش پیش تھے لہٰذا مسلمانوں کو خاص طور پر سزا دی جارہی تھی۔ پکڑ پکڑ کر انگریزوں کے پاس لوگ لائے جارہے تھے اور انھیں پھانسیاں دی جارہی تھیں یا کالا پانی بھیجا جارہا تھا۔ چنانچہ غالب کو بھی پکڑا گیا اور غالب پکڑ کر جب انگریز جج کے سامنے لائے گئے تو اس نے پوچھا کہ تمھارا مذہب کیا ہے؟ تمھارا دین کیا ہے؟ تو غالب نے جواب دیا "میں آدھا مسلمان ہوں۔" جج نے پوچھا، آدھا مسلمان کا مطلب کیا ہے؟ کہا آدھے مسلمان کا مطلب ہے شراب پیتا ہوں مگر سور نہیں کھاتا۔ یہ وہ ظریفانہ جملہ تھا کہ اس پر انگریز خود ہنسے اور اس نے کہا کہ تم آدھے مسلمان ہو، تم کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔

بظاہر یہ لطیفہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس سے غالب کی فکر کے صحیح ہونے

اندازہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو ایمان کے نام نہاد عقیدہ پر نہیں تول رہا تھا عمل پر تول رہا تھا۔ یعنی اس نے یہ تسلیم کرلیا کہ اگر میں شراب پیتا ہوں تو آدھا اسلام میرے ہاتھ سے گیا۔ یہ غالب کوئی عالم دین نہیں تھا، کوئی مفتی شرع نہیں تھا۔ مگر یہ فکر تھی اس کی کہ اس نے اپنے گناہوں کی تاویلیں نہیں کیں، اس نے اپنے گناہوں کی بخشش کے بہانے نہیں ڈھونڈے، اس نے سیدھی بات کہہ دی کہ میں آدھا مسلمان نہیں ہوں۔ شراب پیتا ہوں جس سے اسلام روکتا ہے اور آدھا مسلمان ہوں اس لیے کہ سور کا گوشت نہیں کھاتا۔ تو اس نے شراب کے پینے کو کوئی بہانہ یا تاویل نہیں ڈھونڈی۔ یہ گنہ گار انسان ہے مگر اس کی فکر صحیح ہے۔

اچھا، دیکھیے اس میں اچھائیاں بھی تھیں، شراب بے شک پیتا تھا' اس نے چھپا کے نہیں پی' سب کے سامنے پی، علی الاعلان پی۔ مگر میرے علم میں نہیں ہے کہ غالب جھوٹ بھی بولتا ہو، میری اطلاع میں نہیں ہے کہ غالب غیبت بھی کرتا ہو غالب ایک بڑا انسان تھا۔ یہ بات آپ یاد رکھیے کہ ہمیشہ چھوٹے انسان جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ ہمیشہ چھوٹے انسان غیبت کیا کرتے ہیں۔ ہمیشہ چھوٹے انسان جن کو اپنی عزت نفس کا احساس نہیں ہوتا امانت میں خیانت کیا کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بات غالب میں نہیں پائی جاتی' صرف ایک گناہ پایا جاتا ہے' ممکن ہے کہ اللہ اسے معاف کر دے۔ تو وہ گنہ گار تھا مگر فکر اس کی صحیح تھی۔

ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہمارا جسم تو اسلام کا ہے مگر دماغ ہمارے یہاں جاہلیت، کفر، نفاق اور فسق و فجور کا ہے۔ جسم ہمارا اسلام کا ہے مگر فکر ہماری جاہلی ہے۔ میں کیا کروں یہاں تو مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ میں آپ کے سامنے عرض نہیں کر سکتا، دیکھیے میں تو جو بات آپ کے سامنے کہتا ہوں قرآن کی روشنی میں کہتا ہوں۔ میری بات غلط ہو سکتی ہے قرآن کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ لکھنؤ کے

تمام شیعوں کو اس بات کا یقین ہے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ انشاء اللہ ہوں، میں تو چاہتا ہوں کہ ہدایت یافتہ ہوں۔ لیکن آئیے قرآن کو دیکھیں۔ قرآن نے کچھ اصول بتائے ہیں نا۔ مگر پہلے یہ بات سن لیں۔ حدیث کے بارے میں تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے یا غلط، مگر قرآن کے بارے میں تو آپ نہیں سوچ سکتے۔ کہتے ہیں لوگ، خدا جانتا ہے کہ میری نظروں میں کبھی ذات نہیں ہوتی۔ یہ الزام نہ دیجیے گا کہ میں نے فلاں کو برا کہہ دیا۔ اگر میں کبھی خدانخواستہ کسی کو برا کہوں گا اور میرے پیش نظر کوئی آدمی ہوگا، کوئی خاص شخص ہوگا تو پہلے میں اس کا نام لے لوں گا کہ میں اس آدمی کو کہہ رہا ہوں۔ لیکن جب تک اس آدمی کا نام نہ لو، آپ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ میں نے بات فلاں شخص کے لیے کہی ہے۔ اصول کی بات کہتا ہوں اور اس کا سب سے پہلا مصداق میں خود اپنے کو قرار دیتا ہوں۔

دیکھیے ہمارے یہاں یہ بات پھیلائی جارہی ہے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے لیکن ہمارا عقیدہ تو صحیح ہے لہٰذا ہم جنت میں جائیں گے۔ ہم نماز نہیں پڑھتے مگر محبت اہل بیتؑ رکھتے ہیں لہٰذا ہم جنت میں جائیں گے۔ ہم غیبت کرتے ہیں مگر عقیدہ تو ہمارا صحیح ہے، ہم جنت میں جائیں گے۔ ہم جھوٹ بولتے ہیں مگر عقیدہ تو ہمارا صحیح ہے ہم جنت میں جائیں گے۔ اسی طرح ہر گناہ کے بعد الحمد للہ۔ اب یہ ہے کہ ہم شراب پئیں، جوا ہم کھیلیں، مولا کا مال ہم لوٹیں، اوقاف کی جائداد ہم ہڑپ کر جائیں، سب کچھ کرتے جائیں الحمد للہ عقیدہ ہمارا صحیح ہے لہٰذا ہم جنت میں جائیں گے۔ یہ کہنا کیا نص قرآن کے خلاف نہیں ہے؟ قرآن مجید کیا کہتا ہے۔ دو آیتیں ہیں۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جس کی ہدایت اللہ نہ کرے اس کی ہدایت دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ بات آپ یاد رکھیے، یہ کس سے کہا گیا ہے۔ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔

یہ قرآن کی آیت ہے میں کیا کروں۔ رسولؐ کی عظمت مسلّم، ان کی عصمت مسلّم مگر ان کے لیے بھی کہا جا رہا ہے کہ رسولؐ یہ ضروری نہیں کہ جس کو دیکھ کر آپ تڑپ رہے ہوں کہ کاش یہ ہدایت پا جائے، اللہ اس کی ہدایت بھی کر دے، ایسا نہیں ہے، اللہ جس کی ہدایت کرے گا اسی کو ہدایت ملے گی آپ ہر ایک کی ہدایت نہیں کر سکتے۔ اور نہیں کی۔ ابی نصرہ کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے۔ رسولؐ نے کتنا ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس نے ہدایت نہیں پائی۔ اس لیے کہ توفیق الٰہی نہیں تھی بداعمالیوں کی وجہ سے .... تو اللہ کہتا ہے کہ جس کی ہدایت اللہ نہ کرے اس کی ہدایت تو رسولؐ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن کہہ رہا ہے۔

اب دوسری آیت سنیئے جہاں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ہ اللہ گنہگاروں اور فسق وفجور میں اپنی زندگی مبتلا رکھنے والوں کی ہدایت نہیں کرتا۔ اب آپ بتائیے؟ اللہ قرآن میں کہہ رہا ہے کہ ہم فاسق وفاجر کی ہدایت نہیں کرتے۔ اور بہت سے ایسے افراد جو منبر پر تشریف لاتے ہیں وہ لوگوں کو ابھار رہے ہیں کہ تم کو اس وقت تک ہدایت نہیں مل سکتی جب تک تم لوگ فسق وفجور میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ مسئلہ کیا ہے؟ مسئلہ یہی ہے کہ آپ مجلسیں سن لیجیے، مجلسوں کا سننا ثواب ہے، مجلسوں میں جانا عبادت ہے، مجلسوں کا پڑھنا عبادت ہے۔

بہت سے علماء کا خیال ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انسان وضو کر کے مجلسیں پڑھنا چاہیے جیسا کہ بہت سے علماء کا شعار تھا۔ جو ذمہ دار افراد تھے وہ حدیث رسولؐ بیان کرنے سے پہلے وضو کر لیا کرتے تھے۔ لیکن میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج کے بعد سے، آپ ذرا مجلسیں سنیئے تو کسی بھی مجلس میں شاذ ونادر ہی قرآن کی آیت کہیں دکھائی دے جائے، شاذ ونادر کوئی حدیث رسولؐ سنائی دے جائے گی بقیہ زیادہ تر اپنے خیالات ہوں گے، اپنا استدلال ہوگا، اپنا

ARGUMENT ہوگا۔

میں یہ کہتا ہوں اس کی دلیل یہ ہے۔ ارے بھئی آپ کیا، آپ کی دلیل کیا ہے، ارے بھئی یہ تو بتائیے کہ خدا کیا کہہ رہا ہے، پہلے یہ تو بتائیے اللہ کیا فرما رہا ہے۔ پہلے یہ کہیے کہ رسولؐ کیا کہہ رہے ہیں۔ پہلے یہ تو کہیے کہ مولا علیؑ کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ پہلے یہ تو فرمائیے کہ ائمہ طاہرین کیا فرما رہے ہیں۔ ہم کہاں ہماری عقل کہاں، ہمارا استدلال کہاں، ان کا ارشاد کہاں؟

اگر کسی مسئلہ پر ہم دو سو کتابیں بھی لکھ دیں جو ہمارے استدلال اور ہمارے ARGUMENTS سے بھری ہوئی ہوں کسی ایک موضوع کے اوپر اور کسی ایک معصوم کا ایک جملہ بھی اس کے خلاف آجائے تو وہ دو سو کتابیں جلا دینے کے لائق ہو جائیں گی۔ آپ غور کر رہے ہیں نا۔ کہ یہ کیسی بات ہے کہ منبر، رسولؐ کا منبر ہے، اہل بیتؑ کا ہے اور بات ہوتی ہے اپنا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھ سے جو کہیے میں ثابت کر دوں۔ مگر میرا ثابت کرنا اگر قرآن کے خلاف جا رہا ہے، میرا ثابت کرنا اگر حدیث کے خلاف جا رہا ہے، میرا ثابت کرنا اگر ائمہ طاہرین کے ارشادات کے خلاف جا رہا ہے تو میرے کہنے پر لعنت ہے اور مجھ پر بھی۔

دیکھیے جناب والا! صورت حال یہاں پر یہی ہے کہ منبر رسول قرآن اور حدیث سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ سب کچھ بیان کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید کی آیتیں کہاں بیان کی جاتی ہیں، رسولؐ کی حدیثیں کہاں پڑھی جاتی ہیں۔

ارے بھائی! کیا میں آپ سے بتاؤں بعض وقت سر پیٹنے کو دل چاہتا ہے۔ قرآن اگر پڑھا بھی جاتا ہے الحمد للہ خدا کرے میری آواز کوئی غیر نہ سن رہا ہو۔ میں ناظم صاحب کے امام باڑے میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک صاحب جبہ و دستار نے بھولے سے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ صاحب جبہ و دستار ہیں ماشاء اللہ، عالم دین

کہے جاتے ہیں، نام نہیں لوں گا، اگر آپ سمجھتے تو سمجھ لیں گے۔ اے جناب! جو قرآن کبھی نہ پڑھتا ہو اس نے جب قرآن پڑھا تو قرآن پر ایک احسان یہ کیا کہ قرآن میں ۶۶۶۶ آیتیں تھیں جس میں ایک آیت کا انھوں نے اضافہ کر دیا۔ ایک آیت کا اضافہ کر دیا اپنی طرف سے۔ وہ کیا؟ کسی کا انتقال ہو گیا تھا۔ مجلس پڑھنی تھی تو انھوں نے کہا قال اللہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ یہ فرماتا ہے قرآن مجید میں۔ کیا فرماتا ہے؟ جو اس نے فرمایا ہی نہیں۔ سنا بھائی آپ نے۔ ایک آیت گڑھ کر انھوں نے شامل کر دی۔ اب آیت پڑھی قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ یہ فرماتا ہے قرآن مجید میں رِضًاءً بِقَضَائِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ۔ میں نے سر پیٹنا شروع کیا۔ کہا، لو غضب ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تو قرآن کی آیت ہے رِضًا بِقَضَائِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ انھوں نے جوڑ دیا۔

ایک صاحب اور پڑھنے بیٹھے۔ انھوں نے کہا قال اللہ سبحانہٗ... اللہ! اگر دوسرے لوگ سنیں گے تو کیا رسوائی ہوگی ہماری۔ جب وہ کہیں گے کہ ان کے علما اتنے جاہل ہیں تو یہ قوم کتنی بڑی جاہل ہوگی۔ انھوں نے کون سی آیت پڑھ دی؟ قال اللہ سبحانہ تبارک و تعالیٰ فی الکتاب الحمید والفرقان المجید قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ ارے کہاں اللہ نے کہا ہے یہ۔ یہ رسولؐ کی حدیث ہے۔ یہ قرآن کہاں ہے بھائی!

میرے عزیزو! آپ ذرا غور کریں کہ جب وہ حضرات کہ جو سر پر عمامہ رکھے ہوئے ہیں قرآن کی آیتوں میں اضافہ کرتے جائیں گے اور کبھی یہ ریکارڈ اہل سنت حضرات نے سن لیا تو وہ کیا کہیں گے۔ یاد رکھیے آپ، میں کسی پر طعن وطنز نہیں کرتا۔ خلفائے ثلاثہ جو تھے، مسلمات میں سے ہے کہ حافظ قرآن نہیں تھے اور ہمارا ہر امام حافظ قرآن تھا۔ جس کا ہر امام حافظ قرآن ہو اسی کے ماننے والے

جبہ و دستار، صاحب عمامہ، عبا و قبا منبر پر بیٹھیں اور قرآن مجید کی آیتوں میں اضافہ کریں۔ جو بات اللہ نے نہ کہی ہو اللہ کی طرف منسوب کر دیں کہ یہ بات اللہ نے قرآن مجید میں کہی ہے جب کہ قطعاً وہ قرآن میں نہیں ہے۔ کیا آپ نے نیا قرآن بنایا ہے یا بنانا چاہتے ہیں۔

یہ ساری مصیبتیں جو آئی جا رہی ہیں اور اسی لیے میں بہت زیادہ شکر گزار ہوں اپنے محترم منہاج رضا صاحب کا کہ انھوں نے تحریک چلائی ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ اور ان کی کتاب شائع ہو کر آپ کے سامنے آچکی ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے کہیں کے اوپر اپنی ذاتی رائے نہیں کہی ہے۔ آپ کس سے سمجھیں گے دین کی بات؟ یا آپ قرآن سے سمجھیں یا آپ رسولؐ سے سمجھیں یا ائمہ طاہرینؑ کے ارشادات سے سمجھیں۔ انھوں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ دین کی وہ تصویر ہمارے سامنے پیش کریں جو قرآن سے ابھر کر سامنے آتی ہے یا ائمہ طاہرینؑ کے ارشادات سے ابھر کر آتی ہے، جو رسولؐ کے اقوال سے ابھر کر آتی ہے۔ آپ حضرات کا یہ فریضہ ہے۔ دیکھیے اگر پانی موجود نہ ہو اور آپ پیاسے رہیں تو آپ اپنی عقل پر اتہام نہیں لگا سکتے۔ لیکن اگر پانی کا گلاس آپ کے سامنے رکھا ہو اور اس کی کوئی قیمت بھی نہ ہو، اس کے بعد بھی آپ تڑپ تڑپ کر جان دے دیں اور پانی استعمال نہ کریں تو آپ کی عقل کا ماتم نہ کیا جائے تو کیا ہے۔ یہ کتاب جو ہے اس کی قیمت صرف یہ ہے کہ آپ خمینی مسجد، کشمیری محلہ تک تشریف لے جائیں وہاں سے حاصل کر کے پڑھیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ منبر سے آج جو دین آپ کو بتایا جا رہا ہے اس میں اور اہل بیتؑ کے تعلیم کیے دین میں کتنا فرق ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ منبر پر جو افراد آتے ہیں ان میں سے ۹۰ فیصدی افراد وہ ہوتے ہیں جو میرے خیال میں قرآن پڑھتے ہی نہیں سمجھنا تو دوسری بات

ہے۔ ان کا تلفظ بھی قرآن مجید کا درست نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر میں سمجھتا ہوں کہ منبر کی توہین اور کیا ہو گی۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى۔

ارشاد اقدس الٰہی ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں دین کے سلسلے میں ہونے والی زحمتوں کی اجرت اور مزدوری کچھ نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے اہل بیتؑ سے محبت اور دوستی کرے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی اجرت اگر ہے تو محبت اہل بیتؑ ہے۔

میں اس کی معمولی مثال دے دوں آپ کے سامنے کہ دین آپ کو جنت کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ آپ یہاں سے اگر بمبئی جانا چاہتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کون سی گاڑی بمبئی تک پہنچاتی ہے اور آپ ریل کا ٹکٹ نہ لیں، گاڑی میں سوار ہو جائیں اور گاڑی آپ کو بمبئی کی طرف لے کر چلے۔ آپ اس گاڑی پر سوار ہیں جو آپ کو لے کر بمبئی جا رہی ہے مگر آپ کی جیب میں ٹکٹ نہیں ہے، آپ نے اس گاڑی کا کرایہ ٹکٹ کی شکل میں ادا نہیں کیا تو آپ بمبئی نہیں پہنچیں گے بلکہ بمبئی کے بجائے آپ جیل میں ہوں گے۔ اس لیے کہ گاڑی پر تو آپ ضرور سوار ہیں جو بمبئی تک جانے والی ہے لیکن آپ نے اس کی اجرت و مزدوری نہیں ادا کی۔ اسی طرح سے وہ لوگ جو دین اسلام کی گاڑی پر سوار ہیں جو جنت تک لے جانے والی ہے۔ تو جنت لے جانے والی گاڑی تو ضرور ہے مگر سوال یہ ہے کہ آپ نے اہل بیتؑ کی محبت کی شکل میں ٹکٹ لیا نہیں اور اجرت ادا نہیں کی۔ مگر آپ نے دین کی اجرت ادا کی ہے تب ہی یہ گاڑی آپ کو جنت

تک پہنچائے گی، اور اگر آپ نے اجرت ادا نہیں کی ہے تو یہ گاڑی آپ کو جنت تک نہیں پہنچائے گی۔ بلکہ عذاب کے ملائکہ تک آپ کو پہنچا دے گی۔

لیکن اسی کو دوسرے رخ سے بھی دیکھیے۔ اگر آپ گاڑی پر سوار ہو گئے اور آپ نے اجرت ادا نہیں کی، کرایہ ادا نہیں کیا تو آپ منزل تک نہیں پہنچیں گے اور اگر آپ نے ٹکٹ لے لیا ہے لکھنؤ سے ممبئی تک کا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لے لیا ہے اور آپ تشریف لے گئے چارباغ، اسٹیشن پر ٹہلتے رہے اور گاڑی سیٹی بجا کر روانہ ہو گئی اور آپ وہیں ٹہلتے رہے تب بھی آپ منزل تک نہیں پہنچیں گے۔

ہمارے یہاں مسئلہ یہی ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے دین کی گاڑی کی اجرت ادا نہیں کی اور گاڑی پر سوار ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے محبت اہل بیتؑ کی شکل میں اجرت تو ادا کی ہے مگر گاڑی پر سوار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تو نہ یہ منزل تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ وہ منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور گاڑی پر سوار ہونے کا مطلب کیا ہے۔ آپ یہاں سے ممبئی جانے والی گاڑی پر سوار ہو گئے تو کیا یہ ممکن ہے کہ گاڑی جا رہی ہو مغرب میں اور آپ جا رہے ہوں مشرق میں۔ گاڑی جا رہی ہو کانپور کی طرف آپ جا رہے ہوں موراواں کی طرف۔ گاڑی جا رہی ہو جھانسی کی طرف آپ جا رہے ہوں باندہ کی طرف۔ تو گاڑی پر سوار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ہر حرکت و سکوت گاڑی کے حرکت و سکوت کی پابند ہو جائے۔ تو اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ اہل بیتؑ کی گاڑی پر سوار ہیں یا نہیں تو آپ کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ آپ کا ہر عمل اہل بیتؑ کے عمل کے مطابق ہے یا اہل بیت کے خلاف۔ اگر ان کے عمل کے مطابق ہے تو بے شک ہم اہل بیتؑ کی کشتیٔ نجات پر سوار ہیں اور اگر ہمارا عمل مخالف ہے تو ہم کشتی پر سوار نہیں ہیں۔

یہ ہماری خام خیالی ہے، ہم خوابوں کی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ جھونپڑی میں رہنے والا بھی اکثر محلوں کے خواب میں رہا کرتا ہے لیکن جب آنکھ کھلتی ہے تو جھونپڑی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے آپ خوابوں کی دنیا میں رہ رہ رہے ہیں۔ جنت صرف متقین کے لیے بنی ہے، پرہیزگاروں کے لیے بنی ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب آپ اذان میں کہتے ہیں اَشْھَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ اپنی زبان سے آپ کہتے ہیں کہ آپ کے مولا متقین کے امام ہیں۔ تو جب آپ یہ کہتے ہیں کہ متقین کے امام ہیں تو یہ دیکھیے کہ ہم متقین میں آتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہم متقین میں آتے ہیں تب ہی ہمارے امام بنیں گے اور اگر ہم متقین میں نہیں آتے تو اپنی زبان سے کہہ کر گویا آپ خود پھنس رہے ہیں۔

برادران عزیز! میں نے آپ کے سامنے کئی جمعہ پہلے عرض کیا تھا کہ آپ خدا کی راہ میں کیا دیتے ہیں؟ اللہ کی راہ میں کیا دیتے ہیں؟ تو اللہ کہتا ہے کچھ نہ دو صرف قُلِ الْعَفْوَ ان سے پوچھو کہ کیا دینا چاہتے ہیں۔ ہم ان سے جان تھوڑی مانگتے ہیں، ہم ان کا مکان تھوڑی مانگتے ہیں، ان کا کھانا پینا نہیں مانگتے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو تمھارے جائز ضروریات سے بچ جائے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اس سے زیادہ آسان اور کیا ہوگا۔ جو شے آپ کی ضروریات سے بچ جائے، جو آپ کے لیے فاضل ہو اسے آپ اللہ کی راہ میں دے دیں۔ یعنی اسلام میں ضروریات کے پورا کرنے کی اجازت ہے۔ اسراف کرنے کی اجازت نہیں ہے کسی بھی مسئلہ میں۔ تو میں نے یہ چاہا تھا، کچھ افراد ہیں اللہ ان کو سلامت رکھے اس پر عمل بھی کر رہے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ آپ حضرات یہ عہد کر لیں کہ ہم ایک پیالی چائے وقف کر دیں گے۔ اور یہ رقم جو ہے آپ کی اللہ کی راہ میں دے دیں گے۔ تو آپ دیکھیے کہ کتنے کام حل ہوتے ہیں۔ مگر میرا مقصد یہ نہیں

تھا کہ آپ یہاں دیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ آپ محلہ وار کمیٹیاں بنالیں۔

ابھی میرے پاس آئے تھے احمد زیدی صاحب جن کا ٹینٹ کا کاروبار ہے۔ میں نے دکھایا ان کو۔ میں اسی فکر میں رہتا ہوں کہ میں اپنی قوم کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے دکھایا ان کو کہ پنجابی برادری میں ان کی پوری رپورٹ ان کے پاس ہے۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ یہی کام کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی قوم سے رسومات کو بالکل ختم کر دیا ہے اور رسومات میں جو پیسہ خرچ ہوتا تھا وہ بچا کر قوم کی بحالی اور فلاح و بہبود پر خرچ کر رہے ہیں۔ آپ کے یہاں یہ رسومات میں جو پیسہ خرچ ہوتا ہے اس کو رسومات پر خرچ کرنے کے بجائے اس سے آپ بندگانِ خدا کی خدمت کریں تو کتنا عظیم اجر آپ کو ملے گا اللہ کی بارگاہ سے۔

بہرحال میں آپ کے سامنے آج آخری مرتبہ کہہ رہا ہوں کہ انشاء اللہ نماز مغربین سے کچھ پہلے حسینیہ ابوطالب میں پہنچوں گا اور وہاں بیٹھوں گا اب کی اتوار کو۔ جو جو حضرات آنا چاہیں وہاں آئیں اور ایک گھنٹہ، دو گھنٹہ، تین گھنٹہ، چار گھنٹہ، پانچ گھنٹہ بیٹھیں اور جتنی باتیں کرنا چاہیں، جتنی آپ کو شکایتیں ہوں وہ سب میرے سامنے رکھیں۔ میں منبر پہ وعدہ کر رہا ہوں کہ اگر آپ مجھے گالی بھی دیں گے تو میں مسکراتا ہوا سنوں گا۔ جتنی بھی غلط فہمیاں ہیں سب دور کر لیں، جتنی بھی آپ کو شکایتیں ہیں سب دور کر لیں، میں کسی کی بات کا بُرا نہیں مانوں گا۔ مگر آپ سے میں عہد لوں گا کہ اس وقت جو کچھ آپ کو کہنا ہے آپ کہیں۔ اور جس بات کی میں صفائی دے سکتا ہوں صفائی بھی دوں گا اور اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہوگی تو اس کی اللہ کی بارگاہ میں، رسولؐ کی بارگاہ میں اہل بیتؑ کی بارگاہ میں معافی بھی مانگوں گا۔ لیکن اس کے بعد آپ کو یہ عہد بھی کرنا پڑے گا کہ آپ بھی آج سے کچھ کریں گے۔ جو جو حضرات کچھ کرنے کے موڈ میں ہوں،

خاص طور سے اس محلے کے لوگ وہاں تشریف لائیں اور آکر بیٹھیں۔ ہم سب غور کریں۔ کون ایسا ہے جو دس پیسے الگ نہیں کر سکتا۔ غریب سے غریب آدمی بھی دس پیسے الگ کر سکتا ہے۔

تو اللہ نے آپ سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جان سے ہم جہاد کر نہیں سکتے مگر مال سے تو جہاد کر سکتے ہیں۔ اور اگر مال کے جہاد سے بھی آپ بھاگ رہے ہیں تو آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ آپ ان لوگوں کو برا کہیں جو میدانِ جہاد سے جان بچا کر بھاگے تھے۔

مال کا دینا آسان ہے جان کا دینا مشکل ہے۔ جو مال دینے کو تیار نہ ہو وہ جان کیا دے گا۔ لہٰذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ آپ وہاں تشریف لائیں اور دل کی بھڑاس خوب نکال لیں۔ سخت سے سخت الفاظ میرے بارے میں استعمال کریں۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کی غلط فہمی دور کر دوں۔ اگر آپ نے میری غلطیوں کی طرف مجھے متوجہ کیا تو میں دین و مذہب کے بارے میں بہت سخت ہوں لیکن دین و مذہب کے بارے میں بالکل نرم بھی ہوں، بالکل پانی ہوں۔ مجھے اپنی غلطیوں کا اعتراف ہے لیکن مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ آپ اس میٹنگ کے بعد میں آپ کو کسی نہ کسی طرح سے بدلنے پر تیار کروں گا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اپنے حالات بدلنا چاہتے ہو تو ہم سے دعا نہ مانگو پہلے تم اپنے حالات کو بدلو پھر ہم تمہارے حالات کو بدلیں گے۔

(جمعہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ۝

برادران عزیز! اس دنیا میں ہم ذرا ذرا سی باتوں کے لیے کتنا جھگڑتے ہیں کتنی دشمنیاں مول لیتے ہیں، کتنے دلوں کو توڑتے ہیں اور دلوں کو توڑنے کے بعد خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہم ایسے موقع پر بھول جاتے ہیں کہ ہماری حیثیت ایک مٹھی بھر خاک سے زیادہ نہیں ہے۔ یہی ایک مٹھی خاک ہے۔ اسی مٹی سے اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے، اسی مٹی میں ایک روز ہمیں مل جانا ہے۔ جس سرزمین پر آپ بیٹھے ہیں یہاں بڑے بڑے بادشاہ، بڑے بڑے امرا، بڑے بڑے نوابین، بڑے بڑے علما، بڑے بڑے شعرا، اچھے افراد اور برے افراد سب اسی لکھنؤ کی سرزمین پر اسی طرح چل رہے ہوں گے جیسے ہم اور آپ چل پھر رہے ہیں۔ اور آج ان کا جسم مٹی کے ذروں میں یوں تبدیل ہو چکا ہے کہ وہ سر جو غرور، گھمنڈ اور تکبر سے کبھی اپنے معبود کے سامنے جھکنے پر تیار نہیں ہوتے تھے آج انھیں سروں کی مٹی ہمارے پیروں کے نیچے ہے اور ہم اسے روند رہے ہیں۔ میر تقی میر نے کہا ہے تو صحیح کہا ہے

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آگیا　　　یکسر وہ استخوانِ شکستہ سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل، راہ بے خبر　　میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا

تو نہ معلوم کتنے پر غرور، پر تکبر اور گھمنڈی اور جھگڑالو اور دوسروں کو اذیت پہنچانے والے سر ہوں گے جن کے دماغ میں سوائے فساد کے اور دوسروں کو ستانے کے اور دوسروں کی دشمنیوں کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ سر اور ہاتھ اور پاؤں مٹی میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ جب سے انسان اس دنیا میں آیا ہے اس وقت سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اور جب تک دنیا میں انسان باقی رہے گا اس وقت تک چلتا رہے گا۔ مگر انسان کسی کی میت کو دیکھ کے اس کے مرنے کو تو یقین کرتا ہے مگر اپنے مرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ جہاں ہر ایک مرنے والا جاتا ہے وہاں پر سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، وہاں پر دوستیاں ختم ہو جاتی ہیں، وہاں بیٹا باپ کے کام نہیں آتا اور بھائی بھائی کے کام نہیں آتا۔ وہاں کوئی شے کام نہیں آتی۔ تو انسان کی انسانیت اور انسان کا کردار اور یہ دوستیاں بھی معبود کی عبادت میں اور خلق کی خدمت میں صرف کی یا شیطان کی عبادت و اطاعت اور دوسروں کو ستانے میں صرف کی۔

آپ حضرات کو اس بات کی اطلاع ہو گی کہ لکھنؤ کی سرزمین آج اپنے ایک اور عالم جلیل سے محروم ہو گئی۔ یعنی مولانا حسنؔ نقوی صاحب جن کو مرحوم کہتے ہوئے زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ جن کے لیے گزشتہ جمعہ میں میں نے آپ سے دعا کرائی تھی، آج وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ آج تقریباً ۹ بجے دن میں ان کا P.G.I. میں انتقال ہو گیا۔ ساڑھے چھ بجے شام کو ان کا جنازہ ان کے شریعت کدہ سے اٹھے گا اور حسینیہ جنت مآب تحسین کی مسجد کے پیچھے، اکبری گیٹ ہوتا ہوا جائے گا، اور وہیں غسل ہوگا، کفن پہنایا جائے گا اور میرا اندازہ ہے تقریباً ساڑھے نو، دس بجے تک تدفین کا مرحلہ عمل میں آئے گا۔ مجھے آپ حضرات سے امید ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مشایعت جنازہ فرمائیں گے۔ آج جہاں جہاں کے افراد جن محلوں کے یہاں

تشریف فرما ہیں آپ پلٹ کر جب اپنے محلوں میں جائیں تو اس تفصیلی پروگرام کی اطلاع ضرور دے دیں کہ جنازہ ٹھیک ساڑھے چھ بجے شام کو ان کے بیت الشرف سے اٹھے گا اور وکٹوریہ اسٹریٹ و اکبری گیٹ ہوتا ہوا حسینیہ جنت مآب جائے گا اور وہیں غسل و کفن ہو گا۔ تقریباً ساڑھے نو دس بجے کے درمیان تدفین عمل میں آئے گی۔

بہرحال آپ کو معلوم ہے کہ مولانا نے اپنی شدید علالت کے باوجود، دل کی بیماری کے باوجود کبھی ذکر اہل بیتؑ میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ اور میں اکثر ان کو منع بھی کرتا تھا کہ اتنا زور دے کر آپ مجلسیں نہ پڑھیے۔ ایک دل کے بیمار کیا آپ مسلسل و مسلّم بیمار ہیں۔ جگر بھی آپ کا خراب ہے، گردے بھی آپ کے خراب ہیں، خون بھی آپ کا خراب ہے، بلڈ شوگر بھی ہے۔ اتنا زور نہ دیجیے۔ لیکن میرے زور کے اوپر ہمیشہ محبت اہل بیتؑ کا زور غالب رہا اور وہ اسی طرح سے مجلسیں پڑھتے رہے اور وہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہی اہل بیتؑ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اور رب کریم ان کے گناہوں کو جو یقیناً بہت کم ہوں گے، مجھ سے بہت زیادہ کم ہوں گے، انشاء اللہ وہ رب کریم ان کو معاف کر دے گا۔

یہ خطبہ موعظہ کی شکل نہیں ہے۔ مولانا آج ہمارے درمیان میں نہیں ہیں اور وہ اپنی چپ زبان سے جو پیغام دے کر جا رہے ہیں وہ پیغام یہی ہے کہ جیسے میری زبان چپ ہو گئی اسی طرح تمھاری زبان بھی ایک دن چپ ہو جائے گی۔ جس طرح میری آنکھیں بند ہو گئیں اسی طرح تمھاری آنکھیں بھی ایک دن بند ہو جائیں گی۔ اور جس طرح قبر کی تنہائی میں میں چلا آیا اسی طرح تم بھی قبر کی تنہائی میں آؤ گے۔ وہاں کوئی شے تمھارا ساتھ دینے والی نہیں ہو گی۔ آنا تو قبر کی منزل کے لیے کچھ تیاریاں کر کے آنا۔ کچھ حسن عمل کر کے آنا، کچھ نیکیاں لے کر آنا۔ خواہ مخواہ کی غلط فہمیوں کا شکار

نہ ہونا۔ مولا علیؑ کے اس قول کے مصداق نہ بن جانا کہ لوگ جب تک ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں سو رہے ہیں اور جب قبر کے اندر پہنچیں گے تو ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ یہی مولا علیؑ نے فرمایا ہے۔ اپنی آنکھوں کو یہاں آپ کھلا رکھیں تا کہ قبر میں انشاء اللہ آپ کی آنکھیں جنت کا نظارہ دیکھنے کے بعد اطمینان، سکون اور سرور کے ساتھ بند ہو جائیں۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

برادران عزیز! اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے کہ اے صاحبان ایمان! تمھارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک تمھارا کردار پاکیزہ نہ ہو جائے اور اپنے قول اور اپنے عمل کے اعتبار سے جو بزرگ ہستیاں، مقدس ہستیاں، پاک و پاکیزہ ہستیاں سچی ہیں ان کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔

آج خطبہ دینے کا زیادہ موقع نہیں ہے لیکن میں ان حضرات کو جن کے لیے میں نے عرض کیا کہ ان کی فکر میں معاذ اللہ خدا نخواستہ کجی واقع ہو گئی ہے ان کو سیدھی بات بھی ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے اور ٹیڑھی بات سیدھی دکھائی دیتی ہے، یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مختلف اعمال اپنی جگہ پر اہمیت رکھتے ہیں اور کچھ نہیں بتایا جا سکتا کہ کس عمل کا کس عمل سے مرتبہ زیادہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ کو اس بات کا شعور ہونا چاہیے کہ کون سا وقت کس عمل کا ہے۔ جو وقت جس کام کا ہے اگر اس وقت وہ کام آپ نے انجام دیا تو وہی بہترین عبادت ہے۔ لیکن یہ بات آپ یاد رکھیں کہ آپ کی جتنی عبادتیں ہیں، آپ کی جتنی بھی نیکیاں ہیں ان کے لیے ایک شرط کا ہونا لازمی ہے۔ اگر وہ شرط آپ میں پائی جاتی ہے تبھی آپ کا وہ عمل قابل قبول ہوگا۔ اگر وہ شرط آپ میں نہیں پائی جاتی تو میرے عزیزو، کوئی بھی عمل وہ چاہے کچھ ہو قبول نہیں ہوگا

اور یہ شرط کیا ہے جس کو قرآن مجید نے کہا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ہ

نماز اپنی منزل پر بہت اچھا عمل ہے۔ روزہ اپنی منزل پر بہت اچھا عمل ہے کسی بھی شخص کی مدد کرنا اپنی منزل پر بہت اچھا عمل ہے۔ تلاوت قرآن اپنی منز پر بہت اچھا عمل ہے، مجلسیں کرنا اپنی جگہ پر بہت اچھا عمل ہے، ماتم کرنا اچھا عمل ہے لیکن مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ جب کوئی عمل انجام دیا کرو تو عمل کو انجام دینے کی فکر نہ کرو اس کے قبول ہونے کی فکر کرو۔ قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ تمہارا عمل اس وقت قبول ہوگا جب تقویٰ اس کے ساتھ ہو۔ پرہیزگاری اس کے ساتھ ہو۔ جب صرف اور صرف اللہ کی مشیت، اللہ کی مرضی اور اللہ کی رضا کے جو کام انجام دے رہے ہو اس وقت قبول ہوگا۔ اگر وہ عمل تمہارا مختصر ہے۔ مو علیؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ کثرت عمل کے پیچھے نہ جاؤ ہمیشہ تقویٰ کے پیچھے جا' مولا فرماتے ہیں کہ وہ عمل جو مختصر سا ہے اور تقویٰ کے سبب سے اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے اس عمل سے بہتر ہے کہ جس کی مقدار زیادہ ہو مگر اس میں تقویٰ پایا جاتا ہو۔ اس لیے دیکھنے میں وہ زیادہ دکھائی دے رہا ہو مگر اللہ کی بارگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

تو اسی لیے میں ہمیشہ آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ آپ حضرات کا کردار و افعال میں کوانٹٹی سے زیادہ کوالٹی کا خیال رکھنا چاہیے۔ کمیت سے زیا کیفیت کا خیال رکھنا چاہیے۔ مولا علیؑ نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی عمل انجام دو تو اس عمل کو دیکھنے کی اتنی فکر نہ کرو جتنی اس بات کی کہ تمہارا عمل اللہ کی بارگاہ میں قبو ہو جائے۔

(جمعہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ .....

قرآن مجید کی یہ طویل آیت ہے جس کا ایک ٹکڑا میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے جو کہ بہت ہی مختصر ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے رسولؐ! ہم نے آپ کو اور آپ کے قبل جتنے بڑے بڑے پیغمبر، انبیاء اور مرسلین گزرے ہیں ان سب کو ایک ہی حکم دیا تھا اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ .....

تم سب مل کر دین کو قائم کرو اور دین و مذہب میں کسی طرح کا افتراق پیدا نہ ہونے دو۔ ہندوستان میں اردو کا معیار اتنا گھٹ چکا ہے کہ اب اردو زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے دشواری کا احساس ہوتا ہے۔ اگر اس دشواری کا احساس نہ ہوتا تو میں آسانی سے کہہ دیتا کہ قرآن مجید نے ہم کو افتراق سے بچنے سے روکا ہے۔ ایک شے ہوتی ہے افتراق اور ایک شے ہوتی ہے اختلاف۔ اختلاف سے قومیں آگے بڑھتی ہیں اور افتراق سے قومیں پیچھے ہٹتی ہیں۔ اختلاف ہوتا ہے رائے کا۔ میری رائے کچھ ہے اور آپ کی رائے کچھ ہے۔ یہ اختلاف پیدا ہوتا ہے علم سے، عقل سے۔ اور افتراق نام ہے جھگڑے کا جو پیدا ہوتا ہے جہالت سے۔ تو علمی اختلاف کو اسلام نے ہمیشہ نہ صرف یہ کہ پسند کیا ہے بلکہ اس کی ہمت افزائی کی

ہے اور جھگڑے سے روکا ہے۔ اختلاف رائے پر مباحثہ ہوتا ہے، گفتگو ہوتی ہے جیسے ہندی میں "وادِ وِواد" کہتے ہیں۔ قومیں آگے بڑھتی ہیں، اس سے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ مگر جب انسان رائے کے اختلاف کی بنا پر جھگڑا شروع کر دیتا ہے تو پھر دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں، عداوتیں پیدا ہوتی ہیں، افتراق پیدا ہوتا ہے اور قومیں دھیرے دھیرے زوال کی طرف جاتی ہیں۔

ہمارے یہاں مشکل یہ ہے کہ لوگ چاہتے ہیں کہ اختلاف ختم ہو جائے تو اختلاف تو دیکھیے ختم نہیں ہو سکتا کوشش کرنا چاہیے کہ افتراق ختم ہو جائے۔ اختلاف تو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اختلاف دو صورتوں میں ختم ہو سکتا ہے۔ یا تو ہماری عقلیں معصومینؑ کی طرح کامل ہو جائیں تب اختلاف ختم ہو جائے گا یا ہم عقل سے محروم ہو کر بالکل جانور بن جائیں تو اختلاف ختم ہو سکتا ہے۔ یعنی یا تو ہم علم و عقل کی اس منزل پر پہنچ جائیں کہ ہمیں سوچنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ کسی نے سوال کیا اور ہم نے جواب دے دیا جیسے مولا علیؑ کی سیرت کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہاں نہ سوچنا ہے نہ غور کرنا ہے اور نہ فکر کرنا ہے۔ اختلاف نہیں ہوگا چونکہ عقل کامل ہے۔ اسی لیے آپ نے دیکھا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اور ان میں آپس میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، اس لیے کہ سب کی عقلیں کامل تھیں۔ اور چودہ معصومؑ ہمارے سامنے آئے ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اس لیے کہ ان سب کی عقلیں کامل تھیں۔ آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ جبرئیل اور میکائیل میں کبھی اختلاف ہوا، اسرافیل اور عزرائیل میں کبھی کوئی اختلاف ہوا، وہاں بھی کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا، اس لیے کہ ملائکہ کی عقلیں بھی کامل ہیں۔

دیکھیے عقلیں کامل وہی ہوتی ہیں جہاں عصمت کا لباس پہلے آ جائے تو

جہاں عصمت ہوتی ہے وہاں عقلیں کامل ہوتی ہیں اور جب عقلیں کامل ہوتی ہیں تو ظاہر ہے اختلاف کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ تو یا تو عقلیں درجۂ کمال پر ہوں اس وقت انسان اختلاف سے محفوظ رہ سکتا ہے یا پھر جہاں عقل ہو ہی نہیں وہاں سمجھنے اور غور و فکر کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اسی لیے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ملائکہ میں اختلاف کبھی نہیں ہوتا، معصومینؑ میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا، ائمہ طاہرینؑ میں اختلاف نہیں ہوتا، انبیاء و مرسلین میں اختلاف نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کی عقلیں منزل کمال کے اوپر ہیں اور جانور میں بھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا کہ اختلاف ہو۔ غور کیا آپ نے۔

آپ نے ایک کبوتر کو دوسرے کبوتر سے بحث کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔ کبھی ایک بھیڑ کو دوسرے بھیڑ سے بحث کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔ کبھی ایک مرغ کو دوسرے مرغ سے بحث کرتے نہیں دیکھا ہوگا۔ کبھی ایک بٹیر کو دوسرے بٹیر سے بحث کرتے نہیں دیکھا ہوگا۔ تو جانوروں میں بحث نہیں ہوتی اس لیے کہ وہاں عقل ہے ہی نہیں، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہے ہی نہیں۔ وہاں کیا ہوتا ہے؟ وہاں جھگڑا ہوتا ہے۔ بٹیریں ایک دوسرے سے بحث نہیں کرتیں جھگڑا کرتی ہیں۔ مرغ ایک دوسرے سے بحث نہیں کرتے لڑتے ہیں آپس میں۔ بھیڑیں آپس میں بحث نہیں کرتیں۔ تو یہیں سے سمجھ لیجیے علمی مسائل میں اختلاف رائے کا ہونا، اس پر گفتگو ہونا اور بحث و مباحثہ ہونا یہ عقل اور علم کی دلیل ہوتی ہے اور ان مسائل پر لڑنا شروع کر دینا حیوانیت اور جانور ہونے کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ غور کیا۔

تو جھگڑنے اور لڑنے سے قومیں پیچھے ہٹ جاتی ہیں اور فکری اختلاف سے قومیں آگے جاتی ہیں۔ جھگڑے میں ان کا نفس شامل ہوتا ہے کہ جو میں کہہ

رہا ہوں وہ صحیح ہے۔ علمی اختلاف میں انسان کو جستجوئے حق ہوتی ہے کہ ہم اور تم مل کر آپس میں مباحثہ کر کے دیکھیں کہ حق کیا ہے اور Fact کیا ہے۔ اس کی تلاش کریں اور جو حق ہو اس کے سامنے سر جھکا دیں۔ اس سے تو میں آگے بڑھیں گی۔ ہمارے یہاں یہ صورت حال ہے کہ ہم کو لڑنے اور جھگڑنے کی جو جانوروں کی خصوصیت ہے، عادت پڑ گئی ہے۔ بٹیریں آپس میں لڑتی ہیں، مرغ آپس میں لڑتے ہیں۔ جب شاہی تھی تو ہاتھی لڑائے جاتے تھے۔ آج آپ عربوں میں جا کر دیکھیں وہاں اونٹ لڑائے جاتے ہیں، دنبے لڑائے جاتے ہیں۔ تو لڑنا اور لڑانا اور سروں کو ٹکرانا ایک دوسرے کو پنجے مارنا اور منھ نوچنا جانور کی صفت ہے آدمی کی صفت نہیں ہے۔ تو اگر کسی انسان میں یہ صفت پائی جاتی ہے سمجھنا چاہیے کہ وہ جانوروں کی سطح سے قریب ہے اور انسانیت کی سطح سے دور ہے۔

ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کہ آپ مجھے معاف کریں، ہمیں لڑنے اور جھگڑنے کی ایسی عادت ہو گئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ ہم خود آپس میں مل کر نہیں رہ سکتے بلکہ جن میں کسی وقت بھی جدائی ممکن نہیں ان کو بھی ہم ایک جگہ نہیں دیکھ سکتے، ہم ان کو بھی لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج ایک مسئلہ صبح کو میرے سامنے آیا وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اللہ کو تو جانے دیجیے وہ تو ہمارے یہاں ناقابل تذکرہ ہے، اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا۔ اب رسولؐ پر آیئے اور علیؑ پر۔ کیا رسولؐ اور علیؑ میں کبھی اختلاف ہوا؟ رسولؐ کی گود میں علیؑ نے آنکھ کھولی اور علیؑ کی گود میں رسولؐ نے آنکھ بند کی۔ سفر میں ساتھ، حضر میں ساتھ، مسجد میں ساتھ، رزم میں ساتھ، بزم میں ساتھ۔ علیؑ پیغمبرؐ سے کبھی جدا نہیں ہوئے اور نہ پیغمبرؐ علیؑ سے کبھی جدا ہوئے مگر مسلمانوں نے ان کو جدا کر دیا۔ سنیوں نے رسولؐ کو لے لیا اور شیعوں نے علیؑ کو لے لیا۔ میں نے خود اپنے کانوں سے ایک ذاکر کو یہ پڑھتے

ہوئے سنا ہے کہ ہمارے علیؑ نے یہ کیا تمھارے رسولؐ نے یہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ علیؑ ہمارے ہیں اور رسولؐ ان کے۔ ان کے یہاں بھی لوگ اسی طرح کہتے ہیں کہ ہمارے رسولؐ نے یہ کیا اور تمھارے علیؑ نے یہ کیا۔ حالانکہ یہ خبر نہیں ہے کہ جہاں سے علیؑ ہٹیں گے وہاں سے رسولؐ بھی ہٹ جائیں گے اور جہاں سے رسولؐ ہٹیں گے وہاں سے علیؑ بھی ہٹ جائیں گے۔ تو پہلی تقسیم یہ ہوئی۔ صبح کو جو مسئلہ میرے سامنے آیا وہ میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں۔ پہلے تو بٹوارہ ہوا کہ رسولؐ ان کے اور علیؑ ہمارے۔ رسولؐ نے کہا تھا اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ قرآن اور اہل بیتؑ کو ہم چھوڑ کر جا رہے ہیں، ان میں کبھی بھی جدائی نہ ہوگی۔

دوسرا بٹوارہ ہوگیا کہ سنیوں نے کہا قرآن ہمارا اور شیعوں نے کہا اہل بیتؑ ہمارے۔ ارے بھائی! رسولؐ ان دونوں کو ساتھ قرار دے کر جا رہے ہیں جہاں قرآن ہوگا وہاں اہل بیت ہوں گے، جہاں اہل بیتؑ ہوں گے وہاں قرآن ہوگا مگر یہاں تقسیم بھی ہوگئی۔ یہ کہتے ہیں جو کچھ ہے قرآن ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہیں اہل بیتؑ ہیں۔ میں ناسمجھ لوگوں کی بات نہیں کر رہا ہوں، جو صاحبان علم سمجھے جاتے ہیں ان کی بات کرتا ہوں۔ چلیے یہیں تک جھگڑا تھا۔ اب آگے یہاں بھی جھگڑا شروع ہوگیا، عبادت یا محبت؟ اب اس پر بحث شروع ہوگئی کہ عبادت افضل ہے یا محبت افضل ہے؟ یہاں بھی جھگڑا شروع ہوگیا۔ وہ حضرات کہ جن کے سروں پر عمامے ہیں انھوں نے کہنا شروع کیا کہ جو کچھ ہے وہ عبادت ہے جن حضرات کے سروں پر ٹوپیاں تھیں انھوں نے کہنا شروع کیا کہ جو کچھ ہے وہ محبت ہے محبت اہل بیتؑ ہے۔ یہ جھگڑا شروع ہوگیا۔ اس جھگڑے سے نجات نہیں پائی تھی کہ ایک جھگڑا اور شروع ہوگیا عزاداری یا نماز؟ جو حضرات صاحبانِ منبر تھے انھوں نے کہا جو کچھ ہے وہ عزاداری ہے۔ جو صاحبانِ محراب تھے انھوں نے کہا جو کچھ ہے

وہ نماز ہے۔ عزاداری اور نماز کا بہترین نمونہ ہمارے سامنے امام زین العابدین علیہ السلام ہیں جن کی پوری زندگی دو ہی کاموں میں گزری یا عزاداری یا عبادت۔ تو اسی جھگڑے کو دیکھ کر امام زین العابدینؑ نے اپنا نمونہ ہمارے سامنے رکھ دیا تھا کہ خدا کے لیے عزاداری اور عبادت کو ٹکراؤ نہیں۔ جہاں عزاداری ہے وہیں عبادت ہے اور جہاں عبادت ہے وہیں عزاداری ہے۔ غور کیا آپ نے۔

مگر ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کہ عزاداری یا عبادت۔ آج بج کیا گیا؟ میرا کام آپ کو جتا دینا ہے۔ آگے آپ کا کام ہے۔ آج صبح کو ایک پڑھا لکھا آدمی لیکن ذرا آزاد خیال، ذرا کچھ مذہب سے بیگانہ۔ اس نے کہا کہ مذہب تو کھانے کمانے کا ڈھنگ ہے۔ جیسے سیاست کے نام کے اوپر سکھ رام سکھ اٹھا رہے ہیں، جیسے سیاست کے ذریعہ بہار کے تین آدمی، انھوں نے کروڑوں روپیہ بنا لیا، نرسمہا راؤ نے اپنا بینک بیلنس بنا لیا تو اسی طرح سے کہا گیا ہے کہ مذہب بھی خالی کھانے کمانے کا ذریعہ ہے۔

اب دیکھیے اس نے کیا بات کہی۔ اس نے کہا، دیکھیے پہلا اختلاف تو سنی اور شیعوں میں۔ سنی رسولؐ کو لے کر الگ ہو گئے اور شیعہ علیؑ کو لے کر الگ ہو گئے۔ اس لیے کہ سنی حضرات کی انکم ہوتی ہے میلادوں سے اور شیعوں کی انکم ہوتی ہے محفلوں سے۔ تو انھوں نے کہا جو کچھ ہیں رسولؐ ہیں تاکہ ان کی جیب میں پیسے آتے رہیں۔ انھوں نے کہا جو کچھ ہیں، علیؑ ہیں تاکہ ان کی جیب میں محفلوں ذریعہ سے پیسے آتے رہیں۔ دوسرا اختلاف ہوا قرآن اور اہل بیتؑ کی شکل میں اہل سنت حضرات تراویحیں پڑھاتے ہیں ان کی آمدنی قرآن سے ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا جو کچھ ہے وہ قرآن ہے۔ شیعہ مجلسیں اور محفلیں کرتے ہیں، ان کا ذریعہ آمد جو کچھ ہیں وہ اہل بیتؑ ہیں۔ جب شیعوں تک مسئلہ آیا تو وہ حضرات جن کی آ

ہے مسجد سے انھوں نے کہنا شروع کر جو کچھ ہے وہ نماز ہے اور جو حضرات منبر پر تھے انھوں نے کہا جو کچھ ہے وہ مجلس ہے۔ غور کیا آپ نے۔

اب بتائیے میں کیا جواب دوں ؟ میں نے اس بچے کو سمجھایا لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کوئی صاحب اس کو مطمئن نہیں کر سکتے، شاید مجھے دوبارہ گفتگو کرنا پڑے۔ اس نے کہا یہ سب کھانے کمانے کے دھندے ہیں۔ جس کی آمدنی جس سے ہو رہی ہے وہ کہہ رہا ہے کہ یہی سب کچھ ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جس کی آمدنی نمازوں سے ہو رہی وہ کہہ رہا ہے کہ نماز نہیں تو کچھ نہیں۔ جس کی آمدنی مجلسوں سے ہو رہی ہے وہ کہتا ہے کہ مجلسیں نہیں تو کچھ نہیں۔ مقصد کیا ہے؟ ان کا مقصد نہ مجلسیں ہیں نہ نمازیں ہیں۔ وہ مجلسوں کے ذریعہ آمدنی بنائے ہوئے ہیں یہ نمازوں کے ذریعہ آمدنی بنائے ہوئے ہیں۔ جب کہ واقعیت یہ ہے کہ اس کی زد میں چاہے میں آتا ہوں چاہے کوئی آتا ہو، شخصیتوں کی وجہ سے حقیقتیں اور واقعیتیں نہیں بدلا کرتیں۔ اگر آپ نماز کو عبادت کہتے ہیں اگر آپ مجلس کو عبادت کہتے ہیں تو یہ بات یاد رکھیے کہ عبادت کی اجرت لینا حرام ہے۔ تو اگر نماز عبادت ہے تو آپ اس کی اجرت نہیں لے سکتے اور اگر مجلس عبادت ہے تو آپ اس کی اجرت نہیں لے سکتے۔

تو میرے عزیزو! میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ شیعہ صرف وہی ہیں جو مسجد آصفی کے اندر دکھائی دے رہے ہیں۔ شیعہ وہ بھی ہیں جو یونیورسٹی سے نکلتے ہیں، شیعہ وہ بھی ہیں جو کالج سے نکلتے ہیں، شیعہ وہ بھی ہیں جو انگریزی تعلیم حاصل کر کر کے نکلتے ہیں۔ ان کو شیطان اس طرح سے ورغلاتا ہے۔ آپ کو اپنی ذمہ داری کا لحاظ رکھنا ہے کہ ہماری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے اور ہمارے کردار سے کسی ایسی شے کا ظہور نہ ہو کہ لوگوں کو یہ موقع مل جائے کہ

ان نوجوانوں کو مذہب سے ورغلا کر مذہب سے دور کر دیا جائے۔ اس لیے میں صرف اللہ کے گھر میں، اللہ کے رسولؐ جن میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، رسولؐ اور علیؑ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا قرآن اور اہل بیتؑ میں۔ کبھی اختلاف نہیں ہوا اور محبت اور عبادت جن میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اور عزاداری اور عبادت جن میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، ان سب کے نام پر میں درخواست کرتا ہوں کہ خدارا اب بھی اپنے کو آپ سنبھال لیں اور اپنے عمل کے ذریعہ سے اہل بیتؑ کے مشن کو ذلیل اور رسوا ہونے سے بچا لیجیے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جب تم کوئی اچھا کام کرتے ہو، علم حاصل کرتے ہو تو تمھارا اخلاق اچھا ہوتا ہے، تمھارا ادب اچھا ہوتا ہے، تمھارا لوگوں کے ساتھ برتاؤ اچھا ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ جعفر صادقؑ کے شاگرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اور جب تمھارا اخلاق برا ہوتا ہے، جہالت سے لپٹے ہوئے ہوتے ہو تو تم آپس میں لڑتے ہو تو تم کو کوئی نہیں کہتا، ہم کو کہتے ہیں کہ جعفر صادقؑ کے شاگرد تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تو اگر یہ بات صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو آپ اور ہم اپنی جگہ یہ سوچیں کہ ہم اہل بیتؑ طیبین و طاہرین کو جن کی محبت ہمارا ایمان ہے، ہم اپنے عمل سے خوش کر رہے ہیں، ناراض کر رہے ہیں یا ان مظلوموں کو اور ستا رہے ہیں اور اذیت پہنچا رہے ہیں۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ .....

حضور کریمؐ کی یہ مسلّم اور مصدّق حدیث ہے جس کو شیعہ اور سنی دونوں نے لکھا ہے، جس میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال نوحؑ کی کشتی

کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس پر سوار نہیں ہوا اس نے نجات نہیں پائی وہ ڈوبا اور ہلاک ہو گیا

برادران عزیز! میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں اور آپ ہمیں جواب مرحمت فرمائیں کہ چھوٹی سی ندی ہے دریائے گومتی، جو یہاں بہتی ہے۔ اگر اس میں باڑھ آجائے اور سیلاب آجائے جیسا کہ کبھی کبھی آجایا کرتا تھا، اور اتفاق سے کوئی ہمدرد، کوئی بہی خواہ آپ کے لیے دو کشتیاں فراہم کر دے بڑی خوبصورت، مضبوط، بہت اچھی، بہترین بنی ہوئی۔ وہ یہ کہے کہ یہ دو کشتیاں موجود ہیں آپ کے سامنے، آپ اس پر سوار ہوئیے اور اس پار سے اس پار چلے جائیے۔ آپ میں ایک گروہ وہ ہو جو جاہل ہو، ناقدر شناس ہو، وہ کشتی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور کشتی کو دریا میں ڈبو دے اور دوسرا گروہ وہ ہو کہ جو یہ حرکت تو نہ کرے مگر کھڑا رہے، اس کشتی کی تعریفیں کرتا رہے، اس کی شان میں قصیدے پڑھتا رہے مگر اس پر سوار نہ ہو تو ٹھیک ہے۔ وہ پہلا گروہ تو ملعون ہے جس نے اس کشتی کا احترام نہیں کیا، اس کی قدر نہیں کی، اس کو توڑ پھوڑ ڈالا اور اسے دریا میں ڈبو دیا۔ لیکن میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ دوسرا گروہ کہ جو اس کشتی کی اتنی تعریفیں کر رہا ہے، محض تعریفیں کرنے سے دریا کے اس پار ہو جائے گا۔ انجام تو دونوں کا ایک ہوگا۔ نہ دریا کے پار وہ جا سکے گا نہ دریا کے پار یہ جا سکے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کشتی کی تعریف کرنے سے انسان کبھی دریا کے پار نہیں ہوتا، کشتی پر سوار ہونا پڑتا ہے۔

رسولؐ فرما رہے ہیں کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتئ نوحؑ کی سی ہے، جو اس پر سوار ہوگا وہ نجات پائے گا۔ آپ اس کشتی اہل بیتؑ کی تعریف تو بہت کرتے ہیں مگر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم اور آپ اس کشتئ اہل بیتؑ

پر سوار بھی ہیں یا نہیں ؟ میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کی عبادت سے اللہ کو کوئی فائدہ ہوتا ہے ؟ اگر ساری دنیا اللہ کا ایک سجدہ نہ کرے تو اس کی الوہیت پر کوئی فرق آجائے گا ؟ کوئی فرق نہیں آئے گا نا ؟ مطلب یہ کہ ہم اس کی عبادت کریں گے تو ہم کو فائدہ ہوگا ، ہم اچھے انسان بنیں گے اگر سمجھ کر عبادت کریں گے۔

اسی طرح میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر پوری دنیا اہل بیتؑ کی دشمن ہو جائے تو اہل بیت کی امامت میں فرق آئے گا ؟ ان کی عصمت میں کوئی فرق آئے گا ان کی طہارت میں کوئی فرق آئے گا ، ان کے مرتبہ میں کوئی فرق آئے گا ، ان کی جلالت میں کوئی فرق آئے گا ؟ اگر پوری دنیا مخالف ہو جائے تو ان کی جلالت میں ، طہارت میں ، عظمت میں ، امامت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے محبت کریں۔ لیکن اُن کا کوئی فائدہ نہیں ہے محبت کرنے میں۔ محبت کرنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے اور یہ فائدہ وہی ہے کہ جو عبادت میں ہے۔ یعنی اللہ کی عبادت کرو گے تو اچھے انسان بنو گے اور اچھوں سے محبت کرو گے اور سمجھ کے محبت کرو گے تو جیسا وہ کرتے ہیں ویسا ہی کرنے کی کوشش کرو گے اور جب ان کے عمل کی نقل کرو گے تو جیسے وہ ہیں انھیں سے ملتا جلتا کردار تمھارا بھی ہو جائے گا۔ یہ ہے محبت اہل بیتؑ کا فلسفہ۔ اور اس محبت اہل بیتؑ کے تقاضے کیا ہیں ؟ کہ اہل بیتؑ جو پسند کرتے تھے وہ پسند کریں اور اہل بیتؑ جو ناپسند کرتے تھے اسے ہم ناپسند کریں۔ اس کے علاوہ اور کوئی شے نہیں جس کی بنا پر محبت اہل بیتؑ کو اجر رسالت بنایا گیا ہے۔ سارے علماء اور واعظین نے آپ سے یہ بات برابر کہی ہے لیکن کیا یہ مقصد ہمیں حاصل ہو سکا۔

اصول کافی میں روایت کہ امام جعفر صادقؑ تشریف فرما ہیں اور آپ کے سچے چاہنے والے ، آج کے نام کے شیعہ نہیں بلکہ کام کے شیعہ ، اصلی شیعہ ، وہ

چاروں طرف سے گھیرے ہیں۔ انھیں شیعوں میں سے ایک شیعہ پر نظر ڈال کر امام اپنی بزم سے اٹھا دیتے ہیں کہ تو میری بزم سے اٹھ جا۔ وہ سچا شیعہ ہے، عبادت گزار ہے، متقی ہے، پرہیزگار ہے جیسے اس زمانے کے شیعہ ہوتے تھے ویسا شیعہ ہے۔ مگر امام نے کہا تو میری بزم سے اٹھ جا۔ مولا! کوئی خطا ہو گئی، مولا! کوئی تقصیر ہو گئی؟ کہا نہیں، کوئی تقصیر نہیں، کوئی گناہ نہیں۔ مگر کسی مجبوری کے تحت تو آج صبح کو نجس اٹھا تھا اور تو نے غسل جنابت نہیں کیا تھا۔ یہ وارثانِ آیۂ تطہیر کی منزل ہے، یہاں نجاست والے افراد نہیں آسکتے۔ سنا آپ نے۔

اب اگر کوئی "جنابت" بھی نہ جانتا ہو تو "جناب" کیا کریں؟ بھائی! یہاں مسئلہ یہی ہے کہ بہت سے لوگ جنابت بھی نہیں جانتے۔ اب جنابت میں آپ کو کیا بتاؤں؟ نہ معلوم ہو تو کسی سے پوچھ لیں۔ تو ایک آدمی غسل جنابت نہ کرکے امام کی بارگاہ میں آتا ہے تو امام کھڑے کھڑے اسے لوٹا دیتے ہیں کہ جاؤ پہلے غسل کرو، پہلے پاک ہو، طیب و طاہر ہو، پاکیزہ ہو، پھر اس بزم میں آؤ۔ تو اس کا مطلب یہ کہ اگر کسی نے غسل جنابت نہیں کیا ہے، بہت آسان ہے کوئی مشکل تو نہیں ہے کہ پہلے آپ جسم کو پاک کرلیں، پھر نیت کرلیں کہ غسل جنابت بجا لاتا ہوں قربۃً الی اللہ یا واجب قربۃً الی اللہ۔ سر اور گردن کو دھوئے، اس کے بعد جسم کا داہنا حصہ پیروں کے تلوے تک، پھر بایاں حصہ، لو بھئی ختم ہو گیا؟ کوئی مشکل تھوڑی ہے۔ لیکن آج ہماری قوم کے ۹۰ فیصد افراد کو غسل جنابت بھی کرنا نہیں آتا ہے۔

ایک اطمینان یہ تھا کہ چلو غسل جنابت کرنا نہیں آتا ہے جب غسل میت ہو گا تو پاک ہو جائیں گے۔ وہ مسئلہ بھی ختم ہو گیا کیونکہ ہم کو مردوں سے ڈر

لگتا ہے، مردے کاٹ کھائیں گے، لپٹ جائیں گے، چمٹ جائیں گے۔ ان کو غسالوں کے حوالے کر دیتے ہیں جو اس کی اجرت لیتے ہیں۔ جب کہ میں نے عرض کیا کہ میت کو غسل دینا واجب ہے اور واجب کام کی اجرت نہیں لی جا سکتی۔ تو غسل بھی باطل ہوا۔ تو آپ مجھے یہ بتائیں ایک شیعہ سچا پکا غسل جنابت کیے بغیر ایک معصوم کی بزم میں جائے اور وہ اس کو اپنی بزم سے اٹھا دیں، تو ایک مردہ جب نجس قبر میں جائے گا تو کیا مولا علیؑ اس کے سرہانے آئیں گے؟ یہ نجس مردہ جو جا رہا ہے جس کا غسل بھی صحیح نہیں ہوا ہے، کیا آپ یہ توقع کرتے ہیں کہ مولا علیؑ اس کے سرہانے آئیں گے؟ اہل بیتؑ اس کے سرہانے آئیں گے؟ ہرگز نہیں آئیں گے۔ اس لیے کہ جہاں نجاست ہوتی ہے وہاں ان کا گزر نہیں ہوتا۔

شیش محل کے بچے ہیں بیچارے، خدا ان کو سلامت رکھے، اللہ ان کو جزائے خیر دے، مولانا حسن صاحب کا انتقال ہوا تو میں نے وہاں دیکھا بالکل صحیح غسل دیا، جو شرعی مسائل سے واقفیت رکھتے ہیں، بالکل صحیح کفن پہنایا، بالکل صحیح طریقے سے، میں دیکھتا رہا۔ تو اب کیا ہے؟ مرا ہے آدمی کہاں، ہم ڈھونڈتے ہوئے چلے آ رہے ہیں یہاں غسال کہاں رہتے ہیں؟ تو وہ غسال ہو گئے بھائی۔ وہ پروفیشنل غسال ہو گئے۔ ان بچوں نے اس لیے سیکھا تھا کہ محلہ محلہ کے نوجوان مرد اور عورتیں غسل کرنے کا طریقہ سیکھ لیں تاکہ ہم اپنی میتوں کو پاک و پاکیزہ دفن کریں مگر جناب والا یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ کوئی برا کام کرتا ہے تو وہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا ہے اور کوئی آدمی اگر اچھا کام کرتا ہے تو اس کی نقل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔

میں ایک اور بات عرض کرنا چاہتا ہوں آپ کے سامنے۔ آپ کربلا کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کربلا کا ذکر آپ کے سامنے کیوں کیا جاتا ہے؟ اور ایک چھ مہینے کے

بچّے کا ذکر آپ کے سامنے کیوں کیا جاتا ہے؟ کربلا کی بھوک اور پیاس کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے آپ کے سامنے؟ وہ پیاسا بچہ تین دن کا جو کہ تیر کا نشانہ بن گیا۔ اس میں کچھ اور بھی مصلحتیں ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ معصومینؑ کی جو مصلحت ہے، اگر میں صحیح سمجھ رہا ہوں تو انشاء اللہ ان کی بارگاہ میں قبول ہوگا۔ معصومینؑ کی مصلحت تو سوائے ہدایت کے کچھ تھی ہی نہیں۔ ان کی جو فکر ہے وہ یہ ہے کہ جب تمھارے سامنے کربلا کے بھوکوں کا ذکر ہوگا اور پیاسوں کا ذکر ہوگا تو خود بخود تمھارے ذہن میں یہ بات لکھ جائے گی اور بیٹھ جائے گی تو تم کسی انسان کی بھوک برداشت نہیں کرسکو گے۔ لیکن کیا یہ واقفیت ہے جو حضرات یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے چند افراد جو میرے ساتھ گئے تھے ان کو اس بات کی شہادت دینا چاہیے کہ یہاں سے نماز جمعہ ختم کرنے کے بعد میں کہاں گیا تھا؟ میں اپنے گھر نہیں گیا تھا۔ اسی 'پل' جہاں یہ پل ختم ہوتا ہے وہاں ایک ٹھاٹھر پڑا ہوا ہے، اس ٹھاٹھر میں ایک عورت رہتی ہے، اس کا شوہر کمبخت، بدنصیب مجھے ملے تو میں اس کی پٹائی کردوں، طلاق دلوا دوں، چھوڑ چھاڑ کے اس کو چلا گیا ہے اور اس کی جوان عورت، اس کے پانچ بچے فاقوں سے ادھ مرے ہو چکے تھے اور چھٹے بچے کی آخری حالت تھی۔ پانچواں بچہ جب مرا ہے تو اس کی بھی مجھے اطلاع ہوئی۔ میں آیا تو میں نے دیکھا کھرّے تخت پر ایک سات آٹھ سال کے بچے کی میّت پڑی ہوئی ہے۔ ایک چادر بھی اس پر ڈالنے کو نہیں ہے۔ خیر اس کی میّت کو تو ہمارا فریضہ تھا، ہم نے اس کو اٹھوایا۔ اس کے بعد دوسرے بچے کو دیکھا کہ وہ بھی لب گور ہے، جا رہا ہے، وہ بھی ختم ہو رہا تھا۔ جو میرے ساتھ گئے سات آٹھ آدمی یہاں سے گئے تھے وہ یہاں موجود ہوں گے، وہ بھی ختم ہو رہا تھا۔ لیکن خیر بہرحال جو حضرات یہاں، ہمارے آصف صاحب موجود ہیں جو بہت کام آتے ہیں، اس وقت آگئے، میڈیکل کالج میں

چلڈرن وارڈ میں داخل کر دیا گیا۔ اب کچھ امید ہو چلی ہے کہ شاید وہ بچہ بچ جائے ورنہ وہ بچہ کبھی ختم ہو چکا ہوتا۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اہل بیتؑ رسولؐ نے ایسے بچوں کو اور ایسے لوگوں کو ایتام آل محمدؐ کا نام دیا ہے، یعنی یہ سب آل محمدؐ کے یتیم ہیں۔ اب میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ جیسے کوئی معصوم دنیا سے رخصت ہو جائے اور کسی یتیم بچے کو چھوڑ جائے وہ حیثیت ہے۔ تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں مر جاؤں تو آپ کا میرے یتیم بچوں کے ساتھ یہی سلوک ہوگا جو ایتام آل محمدؐ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ تو آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ آپ اس لائق نہیں ہیں اور میں اس لائق نہیں ہوں کہ اہل بیتؑ رسولؐ کو اپنی صورت دکھا سکوں۔ ہماری کمیونٹی میں ظلم ہو رہا ہے کہ ہمارے بچے بے دوا مر رہے ہیں، ہمارے بچے بے غذا مر رہے ہیں، ہمارے بچے تعلیم سے محروم رہے جا رہے ہیں اور نہ منبر کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو ہلائے نہ محراب کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو جھنجوڑے۔ تو یہ قوم اس طرح سے بچنے والی نہیں ہے۔

آپ یہ نہ سمجھیے کہ آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ مولا علیؑ نے کہا یہ تو بچے ہیں، یہ تو انسان کے بچے ہیں، یہ تو آل محمدؐ کے یتیم ہیں ان کو تو جانے دو، تمہاری نظروں کے سامنے اگر کوئی جانور بھی بھوکا مر گیا تو اللہ تمہارا گریبان پکڑے گا حشر کے میدان میں۔ اور جانور کی بات تو جانے دو، اگر کوئی درخت ایسا ہے جو سوکھ کر ختم ہو گیا اور تم نے اس کو پانی نہیں دیا تو اس درخت کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا کہ یہ درخت کیسے سوکھ کر مر گیا؟ تم نے کیوں نہ اس کو پانی دیا؟ تو جس دین میں درختوں اور جانوروں کے بارے میں سوال ہو تو کیا ان معصوم بچوں کے بارے میں آپ سے سوال نہ ہوگا؟ کیا جواب دیں گے آپ؟ جواب دینے کے

لیے آپ کو بھی تیار رہنا چاہیے اور اس جواب کے لیے مجھے بھی تیار رہنا چاہیے۔ سوؔ جوتے مجھے پڑیں گے تو دس دس آپ کو بھی پڑیں گے۔ میں یہاں کھڑا ہوں میری پٹائی زیادہ ہوگی، مگر آپ بھی بچیں گے نہیں، اس لیے کہ اسلام ہر شے کو برداشت کر سکتا ہے مگر ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا اور ایتام آل محمدؐ پر ظلم ہو، آل محمدؐ کے ماننے والوں پر ظلم ہو، ہمارے بچے بے غذا مر جائیں، ہمارے بچے بے دوا مر جائیں تو تف ہے ایسے دین پر اور تف ہے ایسے مذہب پر۔

(جمعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

برادران عزیز! قرآن مجید کی اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہو رہا ہے ہم تمہارے عبرت کے لیے اور اس قوم کی عبرت کے لیے جس کے حالات بن کر بگڑ گئے ہوں ایک ایسی بستی اور آبادی کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں بطور مثال جو بالکل امن و سکون اور چین کی زندگی گزار رہی تھی اور ہر طرف سے ان پر ہماری طرف سے نعمتوں کی، رزق کی اور روزی کی بارش ہو رہی تھی لیکن اس قوم نے ہماری نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کیا یعنی صحیح طریقہ سے اس کو صرف نہیں کیا، جو آیا اس کو صرف نہیں کیا، جو آیا اس کو عیاشیوں میں اڑا دیا، دوسروں کے حق کا لحاظ نہیں کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے ان کو دنیا میں یہ سزا دی کہ ہم نے بھوک، خوف اور ذلت کا لباس پہنا دیا مگر اس میں ہماری طرف سے کوئی زیادتی نہیں تھی، یہ تو انھیں کے گناہوں اور نافرمانیوں کا اور راہ حق سے ہٹ جانے کا نتیجہ تھا۔

آج ہندوستان اور پاکستان میں ہماری حالت یہ ہے کہ ہم سے عزت رخصت ہو چکی ہے اور ذلت ہمارے مقدر میں لکھی جا رہی ہے، دولت رخصت

ہو چکی ہے اور غربت آرہی ہے، صحت رخصت ہو چکی ہے اور مرض آرہے ہیں، اتحاد رخصت ہو چکا ہے، ہر شخص اپنے کو مذہب کا ذمہ دار سمجھ کر جس کے بارے میں جو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے اور اس سے آپس میں نفاق و افتراق اور پھوٹ پیدا ہو رہی ہے تو یہ اشارۂ قدرت ہے کہ بدحالی ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ چونکہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا یعنی اس کا صحیح استعمال نہیں کیا اس بنا پر یہ تمھارے اعمال ہیں جن کی سزا تم کو مل رہی ہے۔ ہم نے ان کو ذائقہ چکھا دیا خوف کا بھی اور بھوک کا بھی۔ مگر یہ ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ حضورؐ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے اور حضورؐ کی بات تو غلط نہیں ہو سکتی قرآن کی طرح سے جس میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنی آخرت کو سنوار لو۔ مسلمانوں سے حضورؐ فرماتے ہیں کہ تمھارے رب نے میرے ذریعہ سے کہلوایا ہے، تمھارے پروردگار نے کہ تم اپنی آخرت کو سنبھال لو تو میں تمھاری دنیا خود بنا دوں گا۔

اب مشکل کی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سیدھی سادی حدیث کے معنی بھی نہیں معلوم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے عبادتیں شروع کر دیں تو آپ کے لیے کوئی لاٹری کھل جائے گی یا معدہ کھل جائے گا یا چھت پھٹ جائے گی اور وہاں سے سونے چاندی کی بارش شروع ہو جائے گی ایسی بات نہیں ہے، بات یہ ہے کہ آپ کی نظروں میں آخرت کا مفہوم ہی واضح نہیں ہے، آخرت کسے کہتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ خطبہ کا وقت بہت مختصر ہوتا ہے، سمیٹ کر بات کہتا ہوں۔ آپ اسلامی عبادات کو اگر ادا کرتے ہیں تو یہ سمجھ لیجیے کہ اس سے آپ کو کیا حاصل ہوتا ہے؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ فلسفہ کیا ہے؟ اس کا پیغام کیا ہے؟

آپ نماز پڑھتے ہیں لیکن نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ آپ کو دنیا میں نہیں ملتا تو آخرت میں کیا ملے گا؟ نماز پڑھنے کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ جو آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے اس کو کوئی ٹینشن نہیں ہوتا، وہ بگڑتا نہیں، یہ آخرت کی بات ہے نا۔ مگر مجھے آپ یہ بتائیں کہ جو آدمی دنیا بنانا چاہتا ہو اسے اگر ٹینشن ہو تو کیا وہ دنیا بنا سکتا ہے؟ وہ اگر دباؤ یا تناؤ میں ہو تو دنیا بنا سکتا ہے؟ وہ اگر غربت میں زندگی گزار رہا ہو تو دنیا بنا سکتا ہے؟ دیکھیے نماز میں آپ کہتے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت نہ آپ کو نفع پہنچا سکتی ہے، صرف آپ کا اللہ ہے جو آپ کو نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر یہ بات آپ سمجھ کر نماز میں پڑھیں تو آپ میں SELF-CONFIDENCE - DEVELOP ہوگا کہ نہیں؟ آپ میں خود اعتمادی پیدا ہوگی کہ نہیں؟ آخرت کی بات آپ جانے دیں دنیا میں خود اعتمادی سے کامیابی ملتی ہے یا نہیں؟ میں کیا کروں وقت ہی میرے پاس نہیں ہے۔ ایک نماز کے لیے میں نے ہلکا سا اشارہ کیا کہ یہ نماز آپ کو سنبھال دے گی بشرطیکہ نماز کو سمجھ کر اس کے تقاضوں سمیت آپ ادا کریں تو نماز آپ کی دنیا سنوارنے کے لیے کافی ہے۔

روزہ آپ پر واجب ہے۔ کیوں ہے واجب؟ اس لیے کہ دنیا میں بھی آگے بڑھنے کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے، مشقت کرنا پڑتی ہے، مصیبت سہنا پڑتی ہے، بھوک اور پیاس برداشت کرنا پڑتی ہے، تنگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک مہینے کی آپ کو ٹریننگ دی جاتی ہے کہ بھوکا اور پیاسا رہنے کی آپ کو ٹریننگ مل جائے۔ اگر کسی اصول کے سلسلے میں تمھیں بھوکا رہنا پڑے تو کبھی گھبرا نہ جاؤ، کبھی تمھارے سامنے مصیبتیں آئیں تو پریشان نہ ہو جاؤ۔ غور کیا آپ نے۔

حج اس لیے واجب کیا ہے، حج اتفاق سے سب سے بڑی مصیبت میں سمجھتا ہوں کہ زندگی بھر قیامت کی صبح تک کعبہ روتا رہے گا کہ اس کو بنا کہاں دیا!

گیا ہے؟ مسئلہ جو ہے وہ یہ ہے کہ جاہل لوگوں میں کعبہ اس وقت پھنسا ہوا ہے بیچارہ جس کو ہٹا بھی نہیں سکتے، مجبوری کی بات ہے کہ جن کو کچھ پتہ ہی نہیں ہے کہ حج کا فلسفہ کیا ہے؟ حج کا فلسفہ یہ ہے کہ جب دنیا بھر سے انسان آئیں تو مسلمانوں کے آپس میں سارے روابط ہوں۔ ذاتی روابط ہوں، خاندانی روابط ہوں، سیاسی روابط ہوں، ثقافتی روابط ہوں، تجارتی روابط ہوں۔ تو یہی حج ایک انٹرنیشنل کانفرنس کی شکل اختیار کر کے ساری امت مسلمہ کے لیے پیش رفت کا ذریعہ بن جائے۔

اچھا اب وہاں سے آپ آگے آئیے۔ آپ کو تو دین کا ایک نیا تصور دیا گیا ہے۔ آپ کو تو پتہ نہیں ہے، آپ کے یہاں تو دین چند رسموں کا نام ہے جہاں آپ نے یہ، یہ کرلیا اور مومن ہو گئے۔ لیکن یہ لکھنوی ایمان ہے، علوی نہیں ہے۔ مولا علیؑ جو ایمان بتاتے ہیں یا رسول اللہؐ جو ایمان بتاتے ہیں وہ بڑا نازک ہے۔ آج ہماری اس بزم میں پونڈ کے ایک عالم جلیل مولانا حسن عباس فطرت تشریف فرما ہیں اور مجھ کو بڑی مسرت ہو رہی ہے ان کو یہاں دیکھ کر اور میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ میری کوئی غلطی ہو تو اصلاح فرما دیں۔ ہمارے یہاں تو ایمان اتنا مضبوط ہے کہ جتنا چاہے جھوٹ بولیے، کچھ بھی کیجیے مگر وہ اتنا مستحکم ہے پہاڑ کی چٹان کہ ٹوٹ ہی نہیں سکتا۔ لیکن وہ شخص جو ایمان لے کر آیا ہے، جس نے یہ بتایا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ تین چیزیں نفاق کی علامت ہیں۔ یہ بتائیے کہ جہاں نفاق ہوگا وہاں ایمان ہوگا؟ جو منافق ہوگا وہ مومن ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات طے ہے۔ شکوہ کرنا ہے تو اب رسول اللہؐ سے کیجیے۔ رسولؐ فرماتے ہیں کہ کسی منافق کو اگر پہچاننا چاہو تو یہ نہ دیکھو کہ وہ خاندان اجتہاد سے ہے، یہ نہ دیکھو کہ وہ جوہری محلہ میں ہے، یہ نہ دیکھو کہ وہ کٹرہ ابو تراب میں ہے، یہ نہ دیکھو کہ وہ نخاس میں ہے، یہ نہ دیکھو کہ وہ کہاں ہے؟ کس گروہ میں ہے، کس،

پارٹی میں ہے؟ اس سے تو تم مومن کو پہچان نہیں پاؤ گے، دھوکا کھا جاؤ گے۔ مومن کو پہچاننا ہے تو صفتوں سے پہچانو اور فرماتے ہیں کہ تین صفتیں اگر کسی انسان میں پائی جاتی ہیں تو تم اسے کتنا ہی بڑا مومن سمجھتے ہو مگر اس میں تین صفتوں میں سے ایک صفت بھی اگر پائی جاتی ہو تو وہ مومن نہیں۔ رسولؐ کہہ رہے ہیں، حدیث مسلم ہے جس کی صحت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ فرماتے ہیں کہ اگر ایک علامت ہے تو ⅓ اور دو علامتیں ہیں تو ⅔، اگر تینوں پائی جاتی ہیں تو وہ اپنے کو لاکھ کہے مومن لیکن وہ پکا منافق ہے۔

تین علامتیں کیا ہیں؟ فرماتے ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ بات کہے تو جھوٹ بولے۔ کدھر گیا آپ کا ایمان؟ یہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ رسول اللہؐ فرما رہے ہیں کہ بات کہے تو جھوٹ بولے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وعدہ کرے تو پورا نہ کرے کہ جیسے نیتاؤں کے وعدے ہوتے ہیں۔ غور کیا آپ نے۔ آپ سے وعدہ کیا کہ یہ کام کر دیں گے، کام نہیں ہو سکا 'SORRY' تو وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر امانت اس کے پاس رکھواؤ تو امانت میں خیانت نہ کرے۔

آپ اپنے ایمان کو تولیے اور میں اپنے ایمان کو۔ اور معیارِ ایمانِ رسولؐ کے ذریعہ یہ فیصلہ کریں کہ ہم میں سے مومن کتنے ہیں۔ ہم میں کون انسان ہے جو بات کرتے وقت اس بات کی احتیاط کرتا ہے کہ جھوٹی بات نہ کہے۔ کون انسان ایسا ہے جو اس بات کی احتیاط کرتا ہے کہ کوئی وعدہ ایسا نہ کرے جو پورا نہ کر سکے اپنا مال کسی کے پاس رکھوا کر دیکھ لیجیے کہ اس کا حشر کیا ہوتا ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا آپ کے سامنے کہ رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

تم اپنی آخرت کو سنبھالو تو اللہ تمہاری دنیا کو سنوار دے گا۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، آخرت کی بات تو آپ جانے دیں، اگر آج ہماری قوم یہ طے کر لے کہ ہم بات ہمیشہ سچی کہیں گے، وعدہ کی ہمیشہ پابندی کریں گے، امانت میں کبھی خیانت نہیں کریں گے تو امریکن اور یورپین لوگوں کی طرح سے ہماری دنیا سنور نہیں جائے گی؟ آج ایک المیہ جو ہمارے سامنے ہے، حادثہ جو ہمارے سامنے ہے عجیب وغریب وہ یہ ہے کہ ساری ایمان داری بے ایمانوں کے پاس آگئی ہے اور ساری بے ایمانی ایمان داروں کے پاس آگئی ہے۔ جو اپنے کو ایمان دار نہیں کہتے، مومن نہیں کہتے، کہ ان سے بڑا ذاتی زندگی میں کوئی ایمان دار نہیں ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے امریکن، آپ خود اس بات کی شہادت دیں گے کہ یورپین کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے، کبھی وہ اپنی زندگی میں امانت میں خیانت نہیں کرتے تو دیکھیے ان کے بزنس پر آپ کو اعتبار، ان کے وعدوں پر آپ کو اعتبار، ان کی تجارت پر آپ کو اعتبار۔ تو اگر یہی آپ بھی عہد کر لیں اور آپ کی قوم مشہور ہو جائے کہ شیعہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا، شیعہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا اور شیعہ کبھی امانت میں خیانت نہیں کرتا تو آخرت تو بعد میں آپ کی سنورے گی۔ اگر آپ تجارت کرتے ہیں تو تجارتی بازار میں آپ کی ساکھ سب سے زیادہ بن جائے گی کہ نہیں؟ مجھے آپ بتائیں کہ یہ اصول آپ کی دنیا کو سنوارے گا کہ نہیں سنوارے گا؟

تو حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر خدا کی لعنت، خدا کی مار ہو اور خدا کی پھٹکار ہو کہ جو اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال دے۔ قبلہ وکعبہ اپنی جوتیاں اپنے ہاتھ میں لے کر چلنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ غور کیا آپ نے۔ اسلام کے لحاظ سے جائز نہیں ہے لیکن قبلہ وکعبہ اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ مجلس پڑھنے جا رہے ہیں۔ توہین ہے کہ اپنی اٹیچی لے کر میں خود چلوں، دوسروں کو تھما دیتا ہوں کہ آپ لے کر

اٹیچی چلیں۔ غور کیا آپ نے۔ مگر آپ کو کبھی موقع ہو تو یورپ اور امریکہ جا کر دیکھیں کہ وہاں بڑھیا بڑھیا عورتیں جن سے چلا نہیں جاتا، لنگڑا رہی ہیں، دھیرے دھیرے چل رہی ہیں مگر ایک بیگ اِس ہاتھ میں رکھا ہے دوسرا بیگ اُس ہاتھ میں، وزنی بیگ، اور اگر آپ نے ان سے ازراہ ہمدردی کہا کہ محترمہ ذرا اپنا تھیلا مجھے دے دیجیے، میں آپ کے گھر تک پہنچا دوں، بگڑ جائیں گی۔ کیا میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے ہیں اور آپ پر پڑنے لگیں گی صلواتیں۔ اسی اصول نے ان کی دُنیا بنا رکھی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری قوم اگر یہ عادت ڈال لے کہ اپنا کام خود کریں گے، اپنا بوجھ کسی پر نہیں ڈالیں گے تو آخرت تو بعد میں بنے گی دُنیا پہلے بن جائے گی۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

قال امیرالمومنین علیہ السلام: قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ

عربی زبان میں ایک بہت بڑا ادیب گزرا ہے۔ اتفاق سے جتنا بڑا ادیب تھا اتنا ہی بڑا غیر شیعہ بھی تھا جس کا نام تھا جاحظ۔ اس نے البیان والتبیین میں کہا ہے کہ عربی زبان اور عربی ادب کا بہترین جملہ، گلِ سرسبد، جگمگاتا ہوا ہیرا اگر کوئی ہے تو علی بن ابی طالب علیہ السلام کا یہ جملہ جسے میں نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ اگر کسی انسان کی قیمت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو، اس کی قدر پہچاننا چاہتے ہو تو اس کی قیمت کا اور قدر کا اندازہ اس کی صورت سے نہیں، اس کی عمر سے نہیں کر سکتے اس کا پیمانہ صرف ایک ہی ہے۔ کسی بھی انسان کی قیمت اور قدر کا اندازہ اس کی نیکیوں سے کیا جا سکتا ہے۔ اس کی خوبیوں سے اس کی

خدمت سے کہ جو وہ دوسروں کی کیا کرتا ہے۔ یہی ایک پیمانہ ہے کہ جس سے دنیا میں بھی اس کی قیمت معین ہوتی ہے اور یہی ایک پیمانہ ہے کہ جس سے آخرت میں بھی اس کی قیمت معین ہوتی ہے۔ کسی انسان کی ویلیو اور قیمت کو اگر تم سمجھنا چاہتے ہو تو دیکھو کہ اس میں نیکیاں کتنی پائی جاتی ہیں۔ دوسرے کی خدمت اور دوسرے کو نفع پہنچانے کا جذبہ کتنا پایا جاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی انسان کی قیمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اس بات سے کہ اس میں نیکیاں کتنی ہیں تو اس کی بے قیمتی کا اندازہ کس بات سے کیا جائے گا کہ اس میں نیکیوں کا فقدان کتنا ہے اور خرابیاں کتنی پائی جاتی ہیں۔ اور اگر قیمت کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ خیر الناس من ینفع الناس ۔ تو بدترین کون ہوگا جو دوسروں کی ٹانگ گھسیٹے۔ بدترین انسان وہ ہوگا جو دوسروں کو آگے بڑھتا دیکھ نہ سکے۔ کسی نے آگے بڑھنا چاہا اور وہ لپٹا اس کی ٹانگ میں کہ اسے گھسیٹ کر کسی بھی صورت سے کوئی اتہام لگا کر، کوئی الزام لگا کر گرا دے کہ کمبخت اس نے بڑھنا کیوں چاہا تھا۔ یہ خطا اس نے کیوں کی تھی۔

اگر آپ مولا علیؑ کے فقط چاہنے والے نہیں ہیں ان کی بات ماننے والے ہیں۔ ایک ہوتا ہے مدّاحِ علیؑ اور ایک ہوتا ہے شیعۂ علیؑ۔ مدّاحِ علیؑ وہ ہے جو علیؑ کی تعریف کرے فقط اور شیعۂ علیؑ وہ ہے کہ جو علیؑ کے نقش قدم پر چلے۔ ہمارے یہاں خلط مبحث ہو گیا ہے۔ ہم نے مدّاحوں کو شیعۂ علیؑ کہنا شروع کر دیا۔ بھئی شیعہ کے معنی تو ہر میت آپ کو سمجھا دیتی ہے، زندہ کیا سمجھائے گا مردہ سمجھا دیتا ہے۔ ادھر آپ کے یہاں سے میت گزری، اب تو میتیں آتی ہیں نماز کے لیے آپ کے یہاں، چند قدم مشایعت جنازہ کر لیں۔ یہ مشایعت کیا ہے؟ یہ اسی روٹ سے تو ہے جس سے شیعہ بنا ہے، تشیّع بنا ہے، شیعیت بنی ہے۔ تو اب

آپ نے کہا جنازہ کی مشایعت کرلیں۔ معنی کیا ہوتے ہیں؟ کیا یہ معنی ہوتے ہیں کہ جنازہ ادھر جا رہا ہے آپ جا رہے ہیں اُدھر۔ نہیں، مشایعت کے معنی یہ ہیں کہ وہ جنازہ جن کاندھوں پر جا رہا ہے ان کے ساتھ چند قدم آدمی ساتھ ساتھ چلے۔ تو مردہ کی مشایعت جب یہ ہے کہ آپ اس کے پیچھے پیچھے چلیں تو علیؑ کے تشیع کے معنی یہ کیسے ہوجائیں گے کہ علیؑ کا راستہ کچھ ہو اور آپ کا راستہ کچھ اور ہو۔ تو مدّاح علیؑ وہ ہے کہ جو علیؑ کی تعریف کرے اور شیعۂ علیؑ وہ ہے کہ جو علیؑ کی زبان کو دیکھے کہ علیؑ کیا کہہ رہے ہیں اور عمل کو دیکھے کہ مولا کیا کر رہے ہیں، وہ کرے۔

اب آپ مجھے بتائیں کہ شیعہ علیؑ ہونے کے لیے جب علیؑ کی پیروی لازم ہے، یعنی وہ صفات جو ان میں انتہائے درجۂ کمال تک پائے جاتے تھے ہم میں بقدر امکان پائے جائیں۔ اس کے علاوہ کوئی شیعیت نہیں ہے نا؟ تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ علیؑ عالم تھے یا جاہل؟ اگر معاذ اللہ جاہل تھے تو جاہل ہونا شیعہ ہوگا اور علیؑ کہا کرتے تھے کہ سلونی قبل ان تفقدونی میرے دنیا سے جانے سے پہلے جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ تو جہالت تشیع نہیں ہے علم تشیع ہے۔ غور کیا آپ نے۔

یہ بتائیے کہ علیؑ کسی کے آگے کبھی دست سوال پھیلاتے تھے۔ سب علیؑ کے سامنے دست سوال پھیلاتے تھے۔ تو اگر آپ دوسروں کے سامنے دست سوال پھیلا رہے ہیں تو آپ ان کے شیعہ ہیں جو علیؑ کے سامنے آتے تھے بھیک مانگنے، مولا علیؑ کے شیعہ نہیں ہیں۔ انھوں نے کبھی کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلایا۔ یہ بتائیے کہ علیؑ نے کبھی حالات سے شکست قبول کی؟ سخت سے سخت حالات ہوئے لیکن علیؑ کبھی مایوس نہیں ہوئے، اسی میں قوت ارادی کے ساتھ آپ نے مقابلہ کیا۔ تو مایوس ہونا علیؑ کی سیرت نہیں ہے۔ اگر آپ حالات سے

مایوس ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ علیؑ کے مداح ہو سکتے ہیں، مدح خواں تو ہو سکتے ہیں لیکن علیؑ کے شیعہ نہیں ہو سکتے۔

ہمارے یہاں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو کیسے پڑھائیں؟ ہمارے بچے غریب ہیں، ہم تو غریب ہیں۔ پڑھنے کے لیے غربت رکاوٹ نہیں بنتی، پڑھنے کے لیے پیٹ کا خالی ہونا رکاوٹ نہیں بنتا، دماغ کا خالی ہونا رکاوٹ بنتا ہے۔ جو بچے پڑھنا چاہیں دنیا میں کون انھیں روک سکتا ہے پڑھنے سے۔ میں نے ابھی حسن پوریہ کی پرسوں مجلس پڑھی تھی جس میں یہ کہا تھا کہ ہمارے یہاں شکوہ کرتے ہیں کہ ہم کیسے پڑھیں، کہاں سے پڑھیں؟ ارے پڑھیے تو آپ، پڑھانے والے موجود ہیں آپ کو، اب پڑھنا ہی نہ چاہیں تو کون پڑھائے گا، کون پڑھا سکتا ہے۔ میں نے مثال دی تھی کہ دو بچے گوری خالصہ کے عاشق عباس اور صادق عباس غربت کی انتہائی حدوں پر تھے۔ یعنی پاجامہ بھی پھٹا ہوا تھا بے چاروں کا۔ چپلیں جو ہوائی پہنے ہوئے تھے وہ بھی صحیح و سالم نہیں تھیں لیکن جب میں نے دیکھا کہ یہ بچے واقعی پڑھنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے پڑھائی کا انتظام ہوا کہ نہیں؟ اور وہ دیہات کے رہنے والے گوری خالصہ کے بچے آج کہاں ہیں؟ آج امریکہ میں ہیں۔ ایک ایک بچے کی ڈیڑھ ڈیڑھ، دو دو لاکھ روپیہ مہینہ تنخواہ ہے۔ دیکھا آپ نے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اگر آپ غربت کو مٹانا چاہتے ہیں تو بھیک مانگنے سے غربت نہیں مٹے گی، علم کے حاصل کرنے سے غربت مٹے گی۔ جدھر جدھر علم ہوتا ہے پیچھے پیچھے دولت جاتی ہے۔

اب آج آپ کو میں ایک اور دکھا رہا ہوں، اتفاق سے میں لیتا آیا ہوں آپ کو دکھانے کے لیے حالانکہ آپ کو اتنی دور سے دکھائی نہیں دے رہا ہوگا۔ دیکھیے کل میں نے درگاہ میں عرض کیا تھا کہ قوم کو عزت دینا ہے تو افراد کو عزت دیجیے۔

جب ایک فرد عزت والی ہو جاتی ہے تو پوری قوم کو عزت مل جاتی ہے اور ایک فرد ذلیل ہوتی ہے تو پوری قوم ذلیل ہوتی ہے ۔ یہ ایک بچہ اور ہے جس کا نام ہے علی انور۔ یہ بھی گوری خالصہ کا رہنے والا ہے، بالکل گھور دیہات جس کو آپ کہتے ہیں، ٹوٹے ہوئے مکان کا رہنے والا ہے، جھونپڑی کا رہنے والا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو یہ سعادت عطا کی، ہم نے اس کو پڑھوایا۔ یہ ٹائمس آف انڈیا میں اس بچہ کی خبر چھپی ہے جس کا یہ فوٹو اسٹیٹ میرے پاس موجود ہے۔ اس بچہ کو امریکہ کے انٹرنیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے MAN OF THE YEAR کا ایوارڈ دیا ہے۔ اب بہت سے لوگوں کو MAN OF OP THE YEAR کے معنی ہی نہیں معلوم ہوں گے۔ اس نے ایگری کلچرل کی فیلڈ میں جو ریسرچ کی ہے اس پر امریکہ کی ایک انٹرنیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے مین آف دی ایر قرار دیا ہے پوری دنیا میں۔ یعنی اس سبجکٹ پر پوری دنیا میں اس بچہ سے بہتر کسی نے کام نہیں کیا۔ یہ تاج ہے جو اس کے سر پہ پہنایا گیا ہے۔ یہ بچہ غریب، یہ بچہ فقیر۔ مگر آپ اندازہ کیجیے کہ یہ بچہ کہاں جائے گا؟ میرے بیٹے حسین میاں نے جب ٹائمز آف انڈیا میں یہ دیکھا تو وہ بہت متاثر ہوئے، کہنے لگے کہ میں اس کا فوٹو اسٹیٹ کرا کے نماز جمعہ میں تقسیم کروں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جو لوگ لینا چاہیں ان کو دے دو۔ جو بچے اسے دیکھنا چاہیں کہ کس ملک سے اس کو ایوارڈ ملا ہے اور اس وقت وہ کیا کر رہا ہے تو میرے بیٹے سے لے کر اس کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔
دیکھا آپ نے۔ غریب تھا، فقیر تھا، جھونپڑی میں رہتا تھا مگر علم کے چراغ کو روشن کرنا چاہتا تھا تو آج نہ فقط یہ کہ اس کے گھر کا چراغ روشن ہوا بلکہ پوری ملت کا چراغ روشن ہوا۔ یہ معمولی ایوارڈ نہیں ہے۔ مین آف دی ایر قرار دینا امریکہ کی طرف سے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

تو مسئلہ یہی ہے کہ میں آپ کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ دیکھیے بھئی بس آخری بات کہہ رہا ہوں۔ آپ چار باغ اسٹیشن پر چلے جائیں بعض مال گاڑیاں ہوتی ہیں چھوٹی چھوٹی، اس کو ایک انجن کھینچتا ہے۔ دیکھا ہوگا کہ ڈبے زیادہ ہوتے ہیں تو دو انجن لگائے جاتے ہیں، ڈبے اور زیادہ ہوتے ہیں تو تین انجن لگائے جاتے ہیں، ڈبے اور زیادہ ہوتے ہیں تو چار انجن۔ اب بتائیے میں ایک چھوٹا سا انجن ہوں میں اتنے ڈبوں کو اکیلے کیسے کھینچوں؟ جتنے ڈبے میں کھینچ سکتا ہوں کھینچ رہا ہوں اللہ کے بھروسے۔ ہمارے یہاں ڈبوں کی بھلے ہی کمی ہو، انجنوں کی کوئی کمی نہیں ہے، انجن بہت موجود ہیں۔ لیکن اب اسے کیا کہوں ہر انجن پٹری پر اکیلے دندناتا پھر رہا ہے قوم کے ڈبوں کو اپنے ساتھ لگانے پر تیار نہیں ہے۔ تو اگر ہر انجن اپنے پیچھے کچھ ڈبوں کو بھی لگالے تو جہاں وہ آگے بڑھے گا اسی طرح قوم کے ڈبے بھی آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ مگر اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا، یہ بات آپ سمجھ لیجیے۔ میرے امکان میں جو ہے میں اسی کو سب سے بڑی عبادت سمجھتا ہوں اس لیے میں یہ کام کر رہا ہوں اور اپنے لیے وسیلۂ شفاعت و نجات سمجھتا ہوں۔ دوسرے حضرات کا بھی یہ فریضہ ہے کہ ایک آدمی قوم میں انقلاب نہیں لا سکتا جب تک ہم سب مل کر اس قوم کو آگے بڑھانے کی کوشش نہ کریں۔ بقول شاعر ؏

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

کیونکہ یہ علیؑ کے غلاموں کا صدقہ ہے کہ مٹی میں نمی بہت ہے مگر غربت نے اور غلط لیڈر شپ نے خراب کیا ہے، پامال و تباہ کیا ہے۔ ذرا سا چھیڑ کر دیکھیے یہ قوم کہاں جاتی ہے۔

(جمعہ یکم نومبر ۱۹۹۶ء)

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

گزشتہ جمعہ کے دن جس آیہ کریمہ کو میں نے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی، اسی سے ملتی جلتی آیت یہ ہے جس کو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

ایک گنہگار بستی کا ذکر کرتے ہوئے جس کے پاس نعمتیں تھیں مگر اللہ نے بعد میں ان نعمتوں کو سلب کر لیا تھا، یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى.....

اگر اس بستی والے ایمان لے آتے صحیح معنوں میں اور ان کا ایمان ان کی زبان تک محدود نہ ہوتا، بلکہ ایمان جو سوائے کردار کے اور کچھ نہیں ہے، ان میں ظاہر ہوتا تو آخرت کی نعمتوں سے ہٹ کر اس دنیا میں بھی ہم ان پر زمین اور آسمان کی نعمتوں کی بارش کر دیتے۔ اس کا مطلب یہ کہ قانون الٰہی یہ ہے کہ جب انسان اللہ کے دین کا پابند ہوتا ہے جس طرح پابند ہونا چاہیے اور اللہ کے احکام پر عمل کرتا ہے جیسے اس کو عمل کرنا چاہیے تو آخرت کی نعمتوں کے علاوہ دنیا بھی اس کی سنوار دی جاتی ہے۔ اور دنیا میں بھی اس کے مسائل حل کر دیے جاتے ہیں اور دنیا

میں بھی مشکلات سے اسے نکال دیا جاتا ہے اور دنیا میں بھی اس کو عزت اور کامیابی دے دی جاتی ہے۔

اسی حقیقت کو جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں عرض کیا تھا آپ کے سامنے کہ سرورِ کائناتؐ نے یہ کہہ کے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم اپنی آخرت کو سنوار لو تو تمھارا رب کہتا ہے کہ اگر تم اپنی آخرت کو سنوار لو تو تمھاری دنیا تو ہم خود سنوار دیں گے اور اگر تم نے اپنی دنیا سنوارنے میں جلد بازی سے کام لیا تو دو صورتیں ہوں گی۔ یا دنیا سنورے گی اور آخرت ختم ہو جائے گی یا ہو سکتا ہے کہ دنیا بھی ختم ہو جائے اور آخرت بھی تمھارے ہاتھ سے نکل جائے۔ میں نے عرض کیا تھا آپ کی خدمت میں، آج پھر بات کو آگے بڑھا رہا ہوں۔ یہاں وقت خطبہ کا بہت کم ہوتا ہے۔ پہلی بات تو اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ کا یہ فرمانا کہ تم آخرت کو سنوار لو دنیا تمھاری ہم خود سنوار دیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ترکِ دنیا کا مذہب نہیں ہے بلکہ اسلام یہ بتاتا ہے کہ اگر ہم اپنی آخرت، اپنے دین کو سنبھالیں تو اللہ خود ہماری دنیا کو سنبھال دے گا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہماری دنیا کو بگڑا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا۔ وہ یہاں ہم کو غریب نہیں دیکھنا چاہتا، وہ یہاں ہم کو فقیر نہیں دیکھنا چاہتا، وہ یہاں ہم کو فاقہ کش نہیں دیکھنا چاہتا، وہ یہاں ہم کو جھونپڑیوں میں بالکل نہیں دیکھنا چاہتا، وہ یہاں ہم کو ٹھاٹھروں کے اندر بالکل نہیں دیکھنا چاہتا، وہ یہاں ہم کو بیماریوں کا شکار بالکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ غور کیا آپ نے۔ تو یہ بات آپ اپنے اذہانِ عالیہ سے بالکل نکال دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنے دین کو سنبھالا تو اللہ ہماری دنیا کو سنبھال دے گا جو اصدق الصادقین ہے۔ وہ ہم سے وعدہ کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ دنیا چھوڑنے کی تعلیم ہم کو نہیں دی جا رہی ہے اور اس بات کے لیے آپ اپنی

توجہات کو مبذول فرمالیں کہ ساری پٹیاں آپ کی آنکھوں پر بندھی ہوئی ہیں یا باندھ دی گئی ہیں اس کو اپنی آنکھوں سے آپ کھول لیں۔ اس لیے کہ ہم میں سے ہر شخص اس خواب میں ہے کہ چاہے وہ جو کچھ بھی کرے وہ نہیں جائے گا جنت میں تو پھر کون جائے گا؟ مگر رسولؐ کی اسی حدیث کو آپ دوسرے رُخ سے دیکھیں، اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے اور مجھے یہ دیکھنا ہے کہ آخرت میں انجام کیا ہونے والا ہے تو دنیا میں آپ کا حال بتا رہا ہے کہ آخرت میں آپ کا انجام کیا ہوگا۔ اگر دنیا آپ کی سنوری ہوئی ہے تو اس کا مطلب کہ آخرت بھی آپ کی سنوری ہوئی ہوگی اور اگر دنیا میں ذلیل ہیں تو آخرت میں خیر نہیں ہے۔ اگر دنیا آپ کی رسوا ہے تو آخرت میں آپ کی خیر نہیں ہے۔ قرآن نے کہا ہے لَهُمْ خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ۔ وہ لوگ کہ جنھیں ہمیں آخرت میں جہنم میں بھیجنا ہوگا اگر وہ دیکھنا چاہیں کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں ہیں یا نہیں تو اس دنیا میں وہ دیکھ لیں کہ وہ ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں کہ نہیں گزار رہے ہیں۔ اگر اس دنیا میں کوئی قوم ذلت کی زندگی گزار رہی ہے تو اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ جہنم کا بیعانہ ہے جسے یہاں دیا جا رہا ہے۔ غور کیا آپ نے۔ یہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

دنیا و آخرت کو سنوارنے کے مشترک اصول ہیں۔ جیسے آپ کے ہاتھ میں ٹارچ ہو تو اس ٹارچ کی روشنی میں آپ اتنی بڑی مسجد کو بھی دیکھ سکتے ہیں اور اگر آپ کے محلہ میں چھوٹی سی مسجد ہے تو آپ اس کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح سے جو اصول آخرت حاصل کرنے کے ہیں وہی اصول دنیا حاصل کرنے کے بھی ہیں۔ مگر آپ حضرات توجہ نہیں فرما رہے ہیں۔ آخرت کے حاصل کرنے کے جو اصول ہیں ان اصولوں پر جو لوگ چل رہے ہیں انھوں نے دنیا حاصل کر لی

ہے مگر چونکہ آخرت ان کے پیش نظر نہیں ہے تو ان کو بے شک ملے گی مگر آخرت نہیں ملے گی۔ لیکن اگر ان اصولوں پر کہ جو آخرت کے اصول ہیں، دین کے اصول ہیں، آپ عمل کریں تو دنیا بھی آپ کو حاصل ہوجائے گی اور آخرت بھی حاصل ہوجائے گی۔

اب تجارت کے سلسلے میں اسلام کا اصول کیا ہے؟ کہ غلط مال نہ بیچو، کسی کو دھوکا نہ دو، ضرورت سے زیادہ نفع نہ لو۔ یہ ہے اسلام کا اصول۔ ہمارے یہاں اس پر عمل نہیں ہوتا۔ ہم خراب سے خراب مال مہنگے سے مہنگے داموں پر بیچنا چاہتے ہیں۔ جلد سے جلد زیادہ سے زیادہ پیسہ مل جائے۔ اسی نخاس پر آپ دیکھ لیں، کپڑے کی بہت سی دوکانیں ہیں، اسی میں ایک دوکان بھرت لال کی ہے۔ بھرت لال مسلمان تو نہیں ہے مگر اس کی دوکان سب سے زیادہ چلتی ہے۔ کیوں چلتی ہے؟ اس لیے چلتی ہے کہ تجارت پر، کاروبار پر، دھندے پر اعتبار ہے کہ کبھی غلط دام نہیں لیتا، کبھی زیادہ دام نہیں لیتا۔ اور ایک ہندو بھی اگر دین کے اصول پر عمل کر رہا ہے تو اسے کم سے کم دنیا میں فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔

ایک صحابی کا انتقال ہوگیا، رسولؐ بھی اس کے جنازہ میں ساتھ تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں اگر آپ سماعت فرمائیے، چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے نتیجے نکلا کرتے ہیں۔ تو اس کا انتقال ہوگیا، قبر اس کی بنائی گئی، لوگ اس پر اوبڑ کھابڑ مٹی ڈال کر چلنے لگے۔ رسولؐ بیٹھ گئے اور بیٹھنے کے بعد اس کو برابر کرنا شروع کیا، چورس کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا یہ تو قبر ہے، مٹی ہے، مرنے والا مر گیا، اب آپ بیٹھے اتنی محنت کر رہے ہیں، قبر چورس کر رہے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے کہا، ہاں یہ تو مٹی ہے، وہ بیچارہ گیا اس

دنیا سے لیکن اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مٹی میں بھی اگر ہاتھ لگاؤ تو سلیقہ سے لگاؤ۔ آپ میں سے کتنے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں؟ اگر آپ بھی طے کرلیں کہ ہم چھوٹے سے چھوٹا کام کریں گے مگر سلیقہ کے ساتھ کریں گے اور صفائی کے ساتھ کریں گے تو آپ کی زندگی میں کتنی بڑی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ جب بھی کسی کام کو انجام دو تو پوری توجہ سے، پوری دیانت داری سے، پوری لگن سے اور جتنی تم میں صلاحیت ہے وہ سب صرف کردو۔ آپ میں سے کتنے لوگ اس طرح سے کام کرتے ہیں۔ ہر ایک کو فکر ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پیسہ کماؤ اور چالو کام کرو کیونکہ وہ خود ہی چالو ہوتے ہیں۔ آپ میں سے اگر بڑھئی پائے جاتے ہیں تو وہ اسی طرح سے کام کرتے ہیں۔ اگر آپ کے یہاں راج ہیں تو انھیں بھی چالو کام کی فکر ہوتی ہے۔ ٹھیکے پر کام دے کر آپ دیکھ لیں۔

لیکن آپ ذرا غور کیجیے کہ یہی اسلامی اصول سکھوں نے اپنا لیا ہے جو مسلمان نہیں ہیں۔ وہ جو کام کرتے ہیں محنت سے کرتے ہیں، دیانت سے کرتے ہیں اور جان پوری اس میں لڑا دیتے ہیں۔ نتیجہ کیا ہے کہ دبئی میں، ابوظبی میں، کویت میں کہیں بھی جاکر آپ دیکھ لیں کہ ملک ہے مسلمانوں کا، بڑھئی ہیں سکھ، ملک ہے مسلمانوں کا ڈرائیور ہیں سارے سکھ، ملک ہے مسلمانوں کا راج ہیں، مزدور ہیں، کاری گر ہیں سارے سکھ۔ میں نے پوچھا بھئی یہ کیا مصیبت ہے؟ آپ مسلمانوں کو کیوں نہیں بلاتے؟ انھوں نے کہا ان پر ہم کو اعتبار ہے مگر مسلمانوں پر ہم کو اعتبار نہیں ہے۔ غور فرمایا آپ نے۔

یہ بات آپ یاد رکھیے کہ دنیا اور آخرت کو حاصل کرنے کے اصول Same ہیں، یکساں ہیں، فرق نہیں ہے۔ جن اصولوں سے آپ آخرت کو حاصل کریں گے انھیں اصولوں سے آپ دنیا کو حاصل کرسکتے ہیں اور کرلیں گے اور اسی آئینہ میں

آپ اس بات کو سمجھ لیں کہ جن اصولوں پر آپ عمل نہ کر کے دنیا آپ کے ہاتھ سے نکل جا رہی ہے۔ دنیا کا آپ کے ہاتھ سے نکلنا اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ آج دنیا آپ کے ہاتھ سے نکل گئی ہے کل آخرت بھی آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس لیے کہ اصول ایک ہیں، اصولوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا۔

تمام شیعہ اور سنی مورخین نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ سرور کائنات حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور اس شہر علم کا دروازہ علیؑ ہیں۔

میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضورؐ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس شہر علم کا دروازہ ہیں۔ تو رسولؐ نے آپ کے لیے اس دروازہ کو کھولا ہے یا بند کیا ہے؟ دروازہ تو ہے لیکن رسولؐ نے یہ دروازہ علم کا آپ کے لیے کھولا ہے یا معاذ اللہ بند کیا ہے۔ اگر بند کیا ہوتا تو بعد کے جملے جو ہیں وہ نہ فرماتے کہ جس کو علم کی طلب ہو وہ دروازے پر آئے۔ بند دروازے پر کسی کو نہیں بلایا جاتا، کھلے دروازوں پر سائلوں کو بلایا جاتا ہے۔ تو آپ کا یہ فرمانا کہ جس کو علم کی تمنا ہو وہ دروازے پر آئے۔ رسولؐ دنیا سے جا رہے ہیں مگر دروازہ کھول کر جا رہے ہیں۔ یہ ہماری سب سے بڑی بدنصیبی ہے کہ رسولؐ جس علم کے دروازے کو کھول کر گئے تھے وہ علم کا دروازہ ہم نے اپنے اوپر بند کر لیا ہے۔

میں کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتا جس سے کسی کی دل آزاری، سبھی ہمارے بھائی ہیں، سب مجھ سے بہتر ہیں، سب سے بدتر تو میں خود ہی ہوں۔ لیکن یہ

بات آپ یاد رکھیے کہ ہماری ملت کے مسائل اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے آپ لاکھ ٹکریں ماریں، لاکھ کوششیں کریں جب تک علمی ماحول نہیں ہوگا، اس وقت تک ہمارے مسائل حل نہ ہوں گے۔ جاہل ماحول میں مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔ جاہل بیچارہ مسائل کو کیسے حل کرے گا۔ اگر آپ کسی جاہل سے توقع کیجیے کہ وہ آپ کی رہبری کرے تو یہ ایسے ہی ہوگا کہ جیسے آپ کسی اندھے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں، پہنچادو تو وہ آپ کو کہاں پہنچائے گا؟ اسے تو خود ہی نہیں دکھائی دے رہا ہے۔ تو جیسے کسی کی آنکھوں میں روشنی نہ ہو تو وہ آپ کی رہنمائی نہیں کر سکتا کسی سڑک کے اوپر، کسی گلی میں۔ اسی طرح سے اگر کسی کے دماغ میں علم کی روشنی نہیں ہے تو میرے بھائی دنیا کے اور دین کے پیچیدہ معاملات میں وہ آپ کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ یہ بات آپ یاد رکھیں، یہی ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ کیا کروں، میری جان مشکل میں ہے نہ کچھ کہتے بنتا ہے، گویم مشکل نہ گویم مشکل۔ عجیب گو مگو کا عالم میرے لیے ہے۔ قوم اتنی زیادہ حساس ہو گئی ہے کہ اپنے مزاج کے خلاف ذرا سی بات سننے پر تیار نہیں ہے۔ میں نہ کہوں تو اللہ کی ناراضگی، کہوں تو قوم کی ناراضگی۔ دو چکیوں کے پاٹ کے بیچ میں ہمیشہ رہا، کروں کیا؟

بہر حال آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ بہترین سے بہترین گاڑی لا کر یہاں کھڑی کر دیں جو ہندوستان میں ملتی ہو اس وقت، اور اس پر ایسے ڈرائیور کو بٹھا دیں کہ جس کو گاڑی چلانی نہ آتی ہو تو وہ کیا کرے گا؟ دو قدم چلا کر گاڑی کو بستی میں لے جا کر دھڑام سے گرا دے گا۔ آپ بھی جائیں گے، میں بھی جاؤں گا، اور ڈرائیور بھی جائے گا۔ کیونکہ گاڑی کی خطا نہیں ہے ڈرائیور کی خطا ہے جس کو گاڑی چلانا نہیں آتی۔ میں بہت معذرت چاہتا ہوں۔ قوم جو اس وقت قعر مذلت میں گرتی جا رہی ہے اس میں قوم کی خطا نہیں ہے۔ اس میں ڈرائیور کی خطا ہے جس کو

ڈرائیونگ آتی نہیں ہے مگر ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گئے ہیں۔ اس لیے جب تک آپ ڈرائیور کو صحیح نہیں کریں گے جو گاڑی چلا رہے ہیں اس وقت تک آپ کی گاڑی پٹری پر رہ نہیں پائے گی۔ یہ بات آپ یاد رکھیں۔ میں کسی کی شان میں خدانخواستہ توہین نہیں کر رہا ہوں، سب مجھ سے بہتر ہیں۔ مگر میں ایک اصول کی بات کر رہا ہوں، میں بھی اس میں شامل ہوں مگر میں اصول کی بات کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ گاڑی صحیح وسالم آپ کو منزل تک پہنچائے تو آپ کسی ڈرائیور سے کہیں کہ اپنا لائسنس دکھائے۔ اس میں بھی آپ دیکھ لیتے ہیں کہ ہیوی لائسنس ہے یا لائٹ لائسنس ہے۔ چھوٹی گاڑی کا لائسنس ہے یا بڑی گاڑی کا لائسنس ہے۔ چھوٹی گاڑی کے ڈرائیور کو بڑی گاڑی چلانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ مگر ہمارے یہاں منبر ایک ایسی گاڑی ہے جس کو چلانے کے لیے کسی لائسنس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ جس کو کچھ نہ آیا منبر پر جاکر بیٹھ گیا، اس نے وہاں بیٹھ کر جو کچھ اس کو معلوم تھا کہنا شروع کر دیا۔ خدا اس کو بھی معاف کرے، مجھے بھی معاف کرے۔

منبر پر آنے والے حضرات میں اب ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے کہ جن کو نہ عربی آتی ہے نہ فارسی آتی ہے۔ نہ جنھیں دین کی خبر ہے نہ دنیا کی خبر ہے، منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ارے بھائی اگر سیدھے سادے انداز میں آپ فضائل اہل بیتؑ بیان کریں تو یہاں تک غنیمت ہے لیکن اگر آپ نے قوم کی رہنمائی شروع کر دی اپنے دماغ کے ذریعہ تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ ہم سب کو غور کرنا چاہیے۔

تو منبر پر جو حضرات تشریف فرما ہوتے ہیں ان کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو ایک گاڑی کے ڈرائیور کی۔ جیسا ڈرائیور ہوتا ہے ویسی ہی گاڑی کی رفتار ہوا کرتی ہے۔

کاش کہ آپ نے وہ واقعہ سنا ہوتا کہ جب مولا علیؑ کے زمانہ میں ایک شخص منبر پر بیٹھا ہوا تھا۔ صدر الافاضل کے طالب علم یہاں تشریف فرما ہیں مدراس کے،

بڑے اچھے اچھے بچے نظر کے سامنے موجود ہیں، خدا ان کو سلامت رکھے۔ ان کے پیش نظر یہ واقعہ ہوگا۔ جب مولا علیؑ نے دیکھا کہ ایک شخص منبر پر بیٹھا ہے، مولاؑ نے کہا تجھے قرآن آتا ہے، تفسیر آتی ہے، علم تاویل ہے، علم حدیث ہے؟ پوچھا یہ ہے، یہ ہے، یہ ہے؟ اس نے گھبرا کر کہا، اتنا تو نہیں ہے میرے پاس۔ کہا، تجھے منبر پر بیٹھنے کا حق نہیں ہے، نیچے اتر آ۔ یہ بتائیے کہ آج اگر مولا علیؑ آجائیں تو ہم میں سے کتنے لوگ منبر پر رہ جائیں گے؟ کبھی آپ نے ان مسائل پر غور فرمایا ہے؟ بہر حال میں اصولی بات کہہ رہا ہوں، سب سے پہلے تو میری ہی ٹانگ گھسیٹی جائے گی اگر مولا علیؑ آجائیں۔ میں خود جاہل مطلق کا مصداق قرار پاؤں گا۔

اسی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا، تین سال قبل اسی نماز جمعہ میں، اسی جگہ، اسی مسجد میں، میں نے اعلان کیا تھا کہ جب تک ہم صحیح رہنما، صحیح اسکالر اور صحیح علماء نہ پیدا کریں گے جو ایک طرف دین کی واقفیت رکھتے ہوں صحیح طریقے سے اور دوسری طرف اپنے زمانے کو پہچانتے ہوں، اس وقت تک قوم کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ اسی توقع اور آرزو کے ساتھ ساتھ علی گڑھ میں مدینۃ العلوم کی بنیاد رکھی گئی۔ تین برس میں جو بچے گئے تھے مدینۃ العلوم میں ان کو اردو نہیں آتی تھی، انھیں یا انگریزی آتی تھی یا ہندی آتی تھی۔ ابھی ۲ر نومبر کو ایران سے ایک عالم تشریف لائے تھے جن کا نام ہے آقا شریعت جو ایران سے باہر جتنے بھی مدارس ہیں ان سب کے نگراں ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور کیسے پڑھایا جا رہا ہے۔ تو وہ ہندوستانی مدرسوں کے دورے پر آئے ہوئے ہیں اور شاید لکھنؤ بھی آئے ہوں، آج کل میں یا آنے والے ہوں گے۔ تو وہ از خود علی گڑھ بھی تشریف لائے۔ یہ میں آپ سے عرض کر دوں کہ ہم الحمد للہ سوائے

اللہ کے اور کسی کے ممنون احسان نہیں ہیں۔ ہم نے ایران سے کبھی کوئی ایک پیسہ نہیں لیا ہے۔ ہمارے دل میں ایران کی بڑی قدر ہے مگر ہم نے ایران سے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا ہے۔ ہم کسی کے ممنون احسان نہیں ہیں۔ وہ بہرحال آئے اور تشریف لے گئے۔ اب میں کہاں کھڑا ہوں، دیکھیے مسجد میں منبر کے اوپر ہوں۔ میں جب پندرہ سال پڑھنے کے بعد ناظمیہ اور سلطان المدارس سے باہر نکلا تو میں اتنا غبی اور جاہل اور کند ذہن تھا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے کہتا کہ آپ دو جملے عربی میں بول دیں تو میں بول نہیں سکتا تھا۔ اب حالت انشاء اللہ بہتر ہوگی۔ میں کہہ نہیں سکتا یا میں یہی ایسا رہا ہوں گا۔

لیکن میں آپ کو مدینۃ العلوم کی بات بتانا چاہتا ہوں کہ وہ بچے جن کو اردو نہیں آتی تھی وہاں پر ہمارے ایک بچے نے جس کا نام رضا عباس ہے کھڑے ہو کر ان عالم دین کا عربی زبان میں استقبال کیا، جو استقبالیہ تقریر کی وہ عربی زبان میں کی۔ یہ دوسرا بچہ، وہ یہیں لکھنؤ کا ہے مجتبیٰ۔ بہت پیارا بچہ ہے خدا اس کو سلامت رکھے۔ اس نے کھڑے ہو کر فارسی زبان میں ان کا استقبال کیا۔ یہ بچے وہ ہیں جن کو اردو نہیں آتی تھی۔ اس کے بعد وہ عالم دین جو تشریف لائے تھے، انھوں نے تقریر کی۔ سوالات ہوئے، جوابات ہوئے۔ انھوں نے کورس کو دیکھا، طریقۂ تعلیم کو دیکھا، وہاں کے ڈسپلن کو دیکھا، بچوں کی ذہانت کو دیکھا، بچوں کے خلوص کو دیکھا اور اس کے بعد، میں آج آپ کے سامنے ان بچوں کی نسبت انتہائی فخر کے ساتھ اور ناز کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ وہ یہ جملہ کہہ کر گئے کہ میں نے ساری دنیا میں بہت سے مدرسے دیکھے لیکن جو بات اس مدرسہ میں پائی ہے وہ دنیا کے کسی مدرسہ میں نہیں پائی۔ اور جو طریقۂ تعلیم میں نے یہاں دیکھا ہے وہ کہیں میں نے نہیں دیکھا۔ جو بچے میں نے یہاں دیکھے ہیں ایسے

بچے میں جانے کہیں نہیں دیکھے۔

تو ہمارے پاس ایک مسئلہ تھا کہ ہمارے پاس بلڈنگ بہت چھوٹی تھی، ہم دوسرا ایج لے ہی نہیں سکتے تھے۔ اب الحمدللہ اللہ کے فضل سے اور آپ کی دعاؤں سے ہمارے پاس اپنی نئی بلڈنگ جو کافی کشادہ ہے بن کر تیار ہو گئی ہے۔ فروری ۱۹۹۶ء سے ہم دوسرا ایج لینے کے لیے جا رہے ہیں۔ میں آپ حضرات سے صرف اس بات کی التماس کرتا ہوں، اتنا بڑا مجمع ہمارے سامنے بیٹھا ہے، میں نے کبھی آپ حضرات سے ایک پیسہ مانگا ہے؟ نہ میں نے کبھی آپ سے کوئی پیسہ مانگا ہے نہ انشاء اللہ مانگوں گا۔ میں تو اپنے معبود سے مانگتا ہوں۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ مجھ سے مانگو، میں دوں گا۔ یہی میں قوم سے کہتا ہوں، جو لوگ میرے پاس آتے ہیں، ہمیں اتنے پیسے دے دیجیے، اتنے روپئے دے دیجیے۔ میں کہتا ہوں بھیا، آپ دس روپیہ مانگنے میرے پاس آئے ہیں، بیس روپیہ مانگنے آئے ہیں، سو روپیہ مانگنے آئے ہیں۔ میں تو بھیا اپنے معبود سے مانگتا ہوں، کسی سے نہیں مانگتا۔ براہ راست وہ مجھے لاکھوں روپیہ دیتا ہے۔ تو جو لاکھوں مجھے دے رہا ہے وہ دس، پندرہ، بیس روپیہ آپ کو نہیں دے گا۔ مگر اس کا وعدہ یہ ہے کہ جب تم صرف ہم سے مانگو گے تب ہم تم کو دیں گے۔ اس میں آپ کے مسائل کا بھی حل ہے۔ تو میں نے کبھی مانگا ہے نہ مانگوں گا۔ اللہ میری عزت و آبرو رکھے۔ لیکن میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں، آپ اگر چاہتے ہیں اگر آپ کو ایتام آل محمد جو شیعہ ہیں اور آلِ محمدؐ کے یتیم ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں یہ قوم اسی طرح سے ختم ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس قوم کو صحیح رہنمائی ملے، اس قوم میں دوبارہ زندگی کے آثار پیدا ہوں، یہ قوم دنیا میں مقام حاصل کر سکے تو جب تک آپ ڈرائیور QUALIFIED نہیں لائیں گے

قوم کی گاڑی چل نہیں پائے گی۔

اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں بلکہ بھیک مانگتا ہوں، جو بچے ہماری قوم میں ہائی اسکول انگلش میڈیم سے تیز اور ذہین بچے ہوں انھیں ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ان بچوں کو ہم دین کی رہنمائی کے لیے تیار کریں۔ بچے تو آنے کے لیے تیار ہوتے ہیں ماں باپ گڑبڑ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمارے بچے کا مستقبل خراب ہو جائے گا۔ کہتے ہیں یا نہیں کہتے کہ ہمارے بچے کا فیوچر خراب ہو جائے گا۔ ہمارے بچے کا مستقبل کیا ہے؟ آپ مجھے یہ بتائیے؟ یہ سوال وہی لوگ کرتے ہیں جن کو تھوڑی بہت انگریزی آتی ہے۔ ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ فرض کیجیے آپ کا بچہ انجینیر ہے، اگر ڈاکٹر ہے، بہترین سے بہترین لائن میں جا رہا ہے لیکن تیز نہیں ہے؟ وہ کیا کرے گا۔ آئیے میرے پاس، میں آپ کو دکھاؤں کتنے BIO-DATA رکھے ہیں ڈاکٹر کے کہ ہمیں کہیں نوکری دلوا دیجیے۔ انجینیرنگ پاس ہیں نوکری نہیں مل رہی ہے، گھومتے پھرتے ہیں ادھر سے ادھر کہ نوکری مل جائے۔ تو دنیا کی لائن کے میڈیکل کر جو ہوتے ہیں وہ نہیں کرتے، کرتا وہی ہے جو TOP پر جاتا ہے، کرتا وہی ہے جو EXED کرتا ہے، وہ سب کچھ کرے گا۔ جو EXED نہیں کرے گا نہ وہ دنیا میں کچھ کرے گا نہ دین میں کر سکے گا۔ اور میں آپ کو اللہ کے سہارے پر یہ اطمینان دلاتا ہوں، آپ دیکھ لیجیے گا میں دعا کرتا ہوں، خدا کرے میرے سامنے وہ وقت آجائے کہ یہ بچے جو یہاں سے نکل رہے ہیں، جنھوں نے مجھے جواب دیا تھا کہ ہمارے بچے کریں گے کیا؟ میں چاہتا ہوں کہ اگر اللہ کی مشیت ہو تو وہ مجھے اتنی زندگی دے دے کہ میں ان بچوں کو دکھا دوں کہ ان بچوں نے دین کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی کیا پوزیشن حاصل کی ہے اور کہاں پہنچ گئے ہیں۔

اس لیے آپ سے میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے بچوں کو دین کی خدمت

کے لیے، اور میری بات آپ یاد رکھیے کہ میری بات غلط ہو سکتی ہے اللہ کی بات جو رسولؐ کے ذریعہ پہنچی ہے وہ غلط نہیں ہو سکتی ہے کہ تم دین کو سنبھال لو تو تمھاری دنیا کو ہم خود سنبھال دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ نے کہا کہ ہمارے بچے کی دنیا کا کیا ہوگا ؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ پر اور رسولؐ پر اعتبار نہیں ہے اور جس کو اللہ ورسولؐ پر اعتبار نہ ہو وہ صحیح معنوں میں مسلمان کہے جانے کا مستحق نہیں ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ بہت جلد ان بچوں کی ہندی اور انگریزی میں لکھی ہوئی کتابیں آپ کے سامنے آنا شروع ہو جائیں گی۔ ان بچوں نے کتابیں لکھ لی ہیں، اللہ کا شکر ہے۔ تین برس کے اندر آپ کیا چاہتے ہیں ؟ کوئی معجزہ چاہتے ہیں ؟ اور میری نظر میں جو پلان ہے وہ تو ہے ہی پلان، باقی سارے کا سارا پلان دھرا رہ جائے گا اگر اللہ کی مشیت نہ ہو گی۔ میں جو کچھ کہہ رہا اپنے معبود کے سہارے کہہ رہا ہوں۔ اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ پروردگار، مجھ میں تو خلوص نہیں لیکن اس قوم کو، ایتام آل محمدؐ کو اگر باقی رکھنا چاہتا ہے تو ہمارے بچوں کو جو مدینۃ العلوم سے نکل رہے ہیں یہ توفیق عطا فرما دے کہ وہ اس قوم کی صحیح معنوں میں رہنمائی کر سکیں تاکہ ان کی دنیا بھی بنے اور اسی کے ساتھ آخرت بھی بنے۔

(جمعہ ۸ر نومبر ۱۹۹۶ء)

خطبہ عید الفطر

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۰

ماہ رمضان المبارک اپنی برکتوں کے ساتھ ختم ہوگیا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ یہ روزے ہم نے تم پر اس لیے واجب نہیں کیے تھے کہ اس سے ہم کو تمھارا فاقہ عزیز تھا، اس لیے ہم تو رازق ہیں، ہم تو رزق دینے والے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ انسان کا پیٹ بھرے، ہم یہ نہیں چاہتے کہ انسان بھوکا رہے۔ مگر یہ تمھارے اوپر بھوک اور پیاس کی جو پابندی لگائی گئی ہے یہ صرف اس لیے تھی کہ تم میں صفت تقویٰ پیدا ہو سکے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ میں انتہائی مختصر خطبہ پیش کروں گا آپ کے سامنے تاکہ آپ کے دوسرے پروگرام میں یہ خطبے حارج نہ ہونے پائیں۔

اصل میں تقویٰ کے بارے میں ہم میں بہت زیادہ غلط فہمیاں ہیں۔ تقویٰ ترکِ دنیا کو سمجھا جاتا ہے حالانکہ تقویٰ ترکِ دنیا کا نام نہیں ہے بلکہ تقویٰ صرف اس SELF- CONTRALING- POWER کا نام ہے یا اس طاقت کا نام ہے کہ جب یہ صفت کسی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے تو ہر منزل پر اس کے تناسب اور اس کے توازن BALANCE کو قائم اور برقرار رکھتی ہے۔ یہ تقویٰ اگر کسی کمزور کے پاس آجاتا ہے تو اس کو بھیڑ نہیں بننے دیتا۔ اور یہ تقویٰ اگر کسی طاقتور کے پاس آجاتا ہے تو اسے بھیڑیا

بننے نہیں دیتا۔ یہ تقویٰ اگر مسندِ قضا پر آتا ہے تو عدالت بن جاتا ہے، میدان جنگ میں آتا ہے تو شجاعت بن جاتا ہے، گفتگو میں آتا ہے تو صداقت بن جاتا ہے اور انسان کے جس کام میں تقویٰ کی مداخلت ہوتی ہے، اس کو تقویٰ اجاگر کر دیا کرتا ہے اور آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بہ نص قرآن مجید جب یہ تقویٰ انسان کے دل میں آجاتا ہے تو دینی یادگاروں کی عظمت کا احساس بن جایا کرتا ہے، اسی لیے قرآن مجید نے کہا ہے وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

برادرانِ عزیز! آج اگر آپ ملاحظہ کریں تو پوری دنیا میں جو آپ کو فتنہ و فساد نظر آرہا ہے، یورپ سے لے کر امریکہ تک اور امریکہ سے لے کر ایشیا تک، اس کی بنیاد صرف یہی ہے کہ انسان کے دل سے اللہ کا خوف ختم ہو چکا ہے۔ انسان سے اس بارے میں احساسِ مسئولیت اور ذمہ داری ختم ہو چکا ہے کہ ہم کو اللہ نے اس دنیا کو بنانے کے لیے بھیجا ہے اس دنیا کو بگاڑنے کے لیے نہیں بھیجا۔ آج انسان انسان کا خون بہا رہا ہے کہیں سیاست کے نام پر، کہیں مذہب کے نام پر، کہیں تجارت کے نام پر۔

اصل مسئلہ یہی ہے کہ اسلام آپ کو سب سے پہلا جو پیغام جو دیتا ہے وہ یہ ہے کہ تم میں بصیرت ہونا چاہیے، تم میں عقل ہونا چاہیے تاکہ لوگ تم کو بے وقوف نہ بنا سکیں اور گمراہ نہ کرسکیں۔

برادرانِ عزیز! آپ کو معلوم ہے کہ بابری مسجد کا انہدام مذہب کے نام پر ہوا میں بہت زیادہ تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ عزیزی جواد میاں نے اس بارے میں کہا ہے اس لیے میں مزید صرف آپ کے سامنے دو تین منٹ میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ بابری مسجد کا انہدام بھی ہندو مذہب کا نام لے کر کیا گیا۔ حالانکہ میں آپ کے سامنے اللہ کے اس گھر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس مسجد کا انہدام کیا ہے ہندو مذہب کا نام لے کر انھوں نے اس مسجد کو نہیں گرایا بلکہ ہندو دھرم کے

سدھانتوں کو گرایا ہے۔

آپ میری باتوں کو سماعت فرمالیں، میں یہیں پر اس گفتگو کو ختم کر رہا ہوں۔ دیکھیے ہر مذہب میں اور ہر دھرم میں اور ہر دین میں کچھ خصوصیات ہیں اور ہندو دھرم میں کچھ وشیشتائیں پائی جاتی ہیں، کچھ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور کچھ اچھی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک خوبی جو ہندو دھرم کی ہے اسے میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ میری بات کو سمجھ سکیں۔

برادران عزیز! اسلام کہتا ہے کہ.... صحیح کہتا ہے یا غلط کہتا ہے مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں، میرا اسلام کہتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ اگر نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو مسلمان بنو تبھی تم کو نجات ہوگی۔ غور کیا آپ نے۔ کرسچین کہتے ہیں کہ اگر تم کرسچین بنو گے تو ہی نجات پاؤ گے اور جنت میں جاؤ گے۔ ہر دھرم اور ہر مذہب کہتا ہے کہ ہمارے مذہب سے وابستہ ہو تبھی تم کو نجات ملے گی لیکن ہندو دھرم کی وشیشتا اور خصوصیت یہ ہے، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہندو دھرم ایک اکیلا دھرم ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ جتنے بھی دھرم ہیں، جتنے بھی دین ہیں، جتنے بھی مذہب ہیں وہ سب اللہ تک پہنچنے، پرماتما تک پہنچنے کے الگ الگ راستے ہیں۔ اگر اسلام کی طرف سے آؤ گے تو بھی اللہ تک پہنچو گے، اگر کرسچین کی طرف سے آؤ گے تو بھی اللہ تک پہنچو گے، اگر جین کی طرف سے آؤ گے تو بھی اللہ تک پہنچو گے اور اگر ہندو دھرم کی طرف سے آؤ گے تو بھی تم اللہ تک پہنچو گے۔ تو میں کہتا ہوں کہ جس مذہب و دین و دھرم کی بنیادی خصوصیت اور اصول یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، ہر مذہب انسان کو بھگوان تک، پرماتما تک اور ایشور تک پہنچاتا ہے اور اللہ تک پہنچاتا ہے اس کے ماننے والے کسی عبادت گاہ کو گرا کیسے سکتے ہیں؟ اس لیے کہ خود ان کے فلسفے کے اعتبار سے بھی وہ عبادت گاہ بھگوان ہی تک پہنچائے گی، وہ عبادت گاہ بھی انسان کو اللہ تک پہنچائے گی۔ اس لیے آج میں اس مجمع کے ذریعہ

سے اپنے ہندو بھائیوں کی خدمت میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تنگ نظر لوگ اسے قبول نہیں کریں گے لیکن جو سچے ہندو ہیں، جو ہندو دھرم کے اصولوں اور سدھانتوں سے واقفیت رکھتے ہیں وہ یقیناً میری تجویز پر غور کریں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ جب ہندو دھرم کی فلاسفی یہ ہے کہ ہر مذہب انسان کو اللہ تک پہنچاتا ہے اور ہر دھرم انسان کو پرماتما اور ایشور تک پہنچاتا ہے تو جہاں مسجد گرائی گئی ہے وہاں پر مسجد بھی بنائی جائے اور اس کے پہلو میں مندر بھی بنایا جائے، اس کے پہلو میں گرجا بھی بنایا جائے اور اس کے پہلو میں جینیوں کا مندر بھی بنایا جائے اور جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں ان سب کی عبادت گاہیں بنائی جائیں تاکہ لوگ اجودھیا میں آتے ہی ایک نظر ڈالنے کے بعد دیکھ لیں کہ وہ جس مقدس مقام پر آئے ہیں اس مقدس مقام کے ماننے والوں کا مذہب اور ان کا طرزِ فکر کیا ہے۔ دنیا کا اکیلا وہ مذہب ہے جو یہ بتاتا ہے کہ ہر راستہ بھگوان تک جاتا ہے، خدا تک جاتا ہے۔

بہرحال مجھے بتایا گیا ہے، میں کل شام کو آیا ہوں کہ عزیزی جواد میاں نے کہا تھا کہ وہاں پر رام مندر بن رہا ہے، لیکن کل میرے پاس ذمہ دار افراد آئے اور انھوں نے کہا کہ جو اطلاع دی گئی ہے وہ غلط ہے، وہاں پر کوئی مندر نہیں بن رہا اور آج اس کی اخبار میں تردید کی گئی ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہے جو حضرات میرے پاس تشریف لائے تھے انھوں نے کہا تھا کہ کوئی بھی شخص اسے جاکر دیکھ سکتا ہے تو مجھے ان کی بات پر اعتبار ہے لیکن پھر بھی احتیاط یہ ہوگی کہ مسلمان ذمہ دار جائیں اور جاکر اپنی نظروں سے ملاحظہ کریں کہ وہاں پر سپریم کورٹ کے جو احکام تھے ان کی پابندی کی جارہی ہے کہ نہیں۔

برادرانِ عزیز! میں نے عرض کیا آپ کے سامنے کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ روزہ تم سے اس لیے رکھوایا ہے کہ تم میں صفتِ تقویٰ پیدا ہو، اگر ہم میں صفتِ تقویٰ پیدا ہو گئی۔ تقویٰ کسی کام کا نام نہیں ہے اور جب یہ کسی کام کا نام نہیں ہے تو نماز کے ساتھ کوئی برائی

ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ انسان نماز بھی پڑھے اور چوری بھی کرے، ممکن ہے کہ انسان روزہ بھی رکھے اور جھوٹ بھی بولے، لیکن جب انسان میں صفت تقویٰ پیدا ہو جاتی ہے تو یہ کسی فعل کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ اس قوت کا نام ہے جو انسان کو ہر قسم کی برائی اور گناہ سے روک دیا کرتا ہے۔

خطبۂ دوئم برائے عید الفطر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراہ

برادران عزیز! یہ آیۂ تطہیر ہے۔ اس سے میں نے اپنے دوسرے خطبہ کی ابتدا کی ہے۔ یہ آیت آپ کو زبانی یاد ہے، اس کا ترجمہ بھی آپ جانتے ہیں جس میں اللہ رسولؐ کے رشتہ داروں سے نہیں بلکہ رسالت کے رشتہ داروں سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ ہمارا ارادہ ہے کہ اے اہلِ بیتِ رسولؐ کہ ہم تم کو ہر قسم کی نجاست سے دور رکھیں۔ میں اس منزل پر آپ کے سامنے ضرور ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ اہلِ بیتؑ! ہمارا ارادہ ہے کہ ہم تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھیں۔ تو قرآن تو یہ بتا رہا ہے کہ اللہ اہلِ بیتؑ سے نجاست کو دور رکھنا چاہ رہا ہے اور جب وہ چاہ رہا ہے تو دور رکھا اس نے۔ لیکن یہ نہیں بتا رہا ہے کہ نجاست کو کتنا دور رکھنا چاہتا ہے۔ ایک فٹ دور رکھنا چاہتا ہے، دو فٹ دور رکھنا چاہتا ہے۔ ایک گز دور رکھنا چاہتا ہے دو گز دور رکھنا چاہتا ہے۔ ایک میل دور رکھنا چاہتا ہے، دو میل دور رکھنا چاہتا ہے، سو میل دور رکھنا چاہتا ہے، ہزار میل دور رکھنا چاہتا ہے، اتنی دور رکھنا چاہتا ہے جتنا زمین و آسمان کا فاصلہ ہے، یہ قرآن نہیں کہہ رہا ہے۔ قرآن صرف یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نجاست کو تم سے دور رکھیں گے۔ میں اسی پہلو پر غور کر رہا تھا کہ جب اللہ یہ فرماتا ہے کہ نجاست کو ہم اہلِ بیتؑ سے دور رکھیں گے تو آخر کتنا دور رکھے گا وہ۔

میرے عزیزو! آپ اس بات کا اندازہ اس وقت کر سکتے ہیں کہ جب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کے نزدیک قریب کا مفہوم کیا ہے؟ پہلے قریب آپ سمجھیں تب دور آپ کی سمجھ میں آئے گا۔ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آگئی ہے۔ بہت سے مقامات پر ہے کہ یہ قیامت بالکل قریب ہے۔ غور کیا آپ نے کہ جب اللہ قرآن مجید میں یہ فرماتا ہے کہ قیامت بالکل قریب آگئی ہے تو اب پہلے ہم قریب کے مفہوم کو سمجھیں۔ جس بات کو اللہ نے کہا تھا، بالکل قریب آگئی ہے' چودہ سو برس سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور قیامت ابھی تک نہیں آئی۔ غور کیا آپ نے۔ اور ابھی ہزار برس نہیں آئے گی کہ دو ہزار برس نہیں آئے گی کہ دس ہزار برس نہیں آئے گی، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تو میرے عزیزو! اندازہ کرو کہ جب اللہ کا قریب اتنا دور ہے تو جس کو اللہ نے دور قرار دیا ہوگا وہ اہل بیتؑ سے کتنا دور ہوگا؟

میرے عزیزو! یہ اہل بیت الطیبین الطاہرین وہ ہیں کہ جن کی محبت، جن کی مودتؑ جن کی معرفت کو ہمارے لیے وسیلۂ نجات قرار دیا گیا ہے۔ اگر ہمارے دلوں میں ان کی محبت ہے تو سب کچھ ہے اور اگر ہمارے دل میں ان کی محبت نہیں ہے تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ چاہے ہمارے پاس سب کچھ ہو پھر بھی ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان کی محبت اجر رسالت ہے، اس لیے ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم نماز جمعہ قائم کریں تو پہلے خطبہ میں جہاں اللہ کی نعمتوں کا ذکر کریں اور قوم کے مسائل کا ذکر کریں وہاں دوسرے خطبہ میں ان کا ذکر ضرور کریں کہ وہ اگر نہ ہوتے تو دین نہ ہوتا، وہ اگر نہ ہوتے تو مسجدیں نہ ہوتیں، وہ اگر نہ ہوتے تو اذانیں نہ ہوتیں، وہ اگر نہ ہوتے تو نمازیں نہ ہوتیں۔

ہمارے یہاں یہ روایت دوسرے انداز سے ہے، لیکن میں ابھی جہاں سے آرہا ہوں، لندن سے وہاں میں نے کوثر نیازی صاحب کی تقریر دیکھی جیسے مولا علیؑ ان کی

کتاب چھپی تھی اسی طرح دوسری کتاب ان کی مولا حسینؑ چھپ رہی ہے۔ اس میں انھوں نے وہ روایت جو ہمارے یہاں مروج ہے انھوں نے دوسرے طریقہ سے لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ اہل بیت کے یہاں یہ روایت دوسرے انداز سے ہو۔ انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ جس وقت شہزادی زینب کبریٰؑ دربار یزید میں تشریف لے گئیں تو وہاں شادیانے بج رہے تھے، فتح کے باجے بج رہے تھے اور یزید نے شہزادی سے خطاب کر کے کہا' زینبؑ! دیکھو یہ ہماری فتح کے شادیانے ہیں جو بج رہے ہیں۔ شہزادی چپ رہیں اور خاموش رہیں۔ اتنی دیر میں اذان کی آواز آئی تو شہزادی نے کہا' یزید سن! یہ ہماری فتح کا اعلان ہو رہا ہے۔ تیرے یہ شادیانے آج بجیں گے اس کے بعد پھر کبھی نہیں بجیں گے مگر ہماری فتح کا اعلان بہ شکل اذان صبح قیامت تک ہوتا رہے گا۔ تو یہ اذان، یہ نماز سب اہل بیتؑ کا صدقہ ہے۔ یہ مسجدوں کی آبادی اہل بیتؑ کا صدقہ ہے۔ لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ جہاں ہم اپنی عبادتوں میں اللہ کو یاد رکھیں، اس کے رسولؐ کو یاد رکھیں وہاں رسولؐ کے اہل بیت طیبین الطاہرین کو بھی یاد رکھیں۔ (صلوٰۃ)

(عید الفطر۔ ۲۱ر فروری ۱۹۹۶ء)

نمازعیدالاضحیٰ سے پہلے کی تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

برادرانِ عزیز! حضرت امام حسین علیہ السلام نے غریبوں کے حق کو بچانے کے لیے اور اسی راہ میں انھوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، یہ ان کا کارنامہ تھا۔ اور یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم اس ملک کے دلت اور شودرشت لوگوں تک یہ بات نہیں پہنچا سکے کہ ڈاکٹر امبیڈکر ان کے ہیرو بعد میں ہوئے ہیں، امام حسینؑ ان کے ہیرو پہلے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری کمی تھی اور ہماری کمزوری تھی جس کے لیے ہم بارگاہِ سیدالشہدا میں معافی چاہتے ہیں۔ دوسری بات جو آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ سیاست داں اور "پالی ٹیشین" ان کے صرف ایک آنکھ ہوتی ہے جس کو پولٹیکل آئی سیاسی آنکھ کہا جاتا ہے، کہا جا سکتا ہے۔ یہ ہر مسئلے کو سیاسی، چونکہ وہ خود سیاسی ہوتے ہیں لہٰذا ہر بات کو سیاسی نظر سے اور پولٹیکل آئی سے دیکھتے ہیں۔

وہ تحریک جو اچانک، ہماری تو اطلاع بھی نہیں تھی، آپ کو تو معلوم تھا کہ جب میں میڈیکل کالج میں پہنچا ہوں، وہ بچے جو جل گئے تھے ان کی دیکھ بھال کے لیے اور بعد میں میں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں کو پی، جی، آئی جانے دیجیے تو اللہ کا شکر ہے کہ ان لوگوں نے مجھ پر جو الزام لگایا تھا آج وہی الزام میرے لیے گواہی بن گیا۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے ہم پر یہ الزام لگایا کہ آپ اس وقت آئے ہیں یہ بات کرنے کے

لیے، آپ اس وقت کہاں تھے جب ہم دھرنا دے رہے تھے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دھرنا دیا جارہا تھا تو اس وقت میں وہاں موجود ہی نہیں تھا، میں موجود اس لیے نہیں تھا کہ میں شہر میں نہیں تھا اور ہم پر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ میں چوں کہ ملائم سنگھ کا آدمی ہوں اس لیے میں نے سیاسی "موٹیویشن" سے یہ دھرنا شروع کرایا۔ بھئی مجھے تو خبر ہی نہیں تھی کہ یہ دھرنا کہاں ہو رہا ہے۔ وہ تو ان بچوں کے آگ لگی تو مجھے پوری صورت حال کا اندازہ ہوا۔ تو سارا الزام میرے اوپر لگایا جارہا ہے کہ جو کچھ کیا ہے اس بدنصیب نے کیا ہے اور یہ جو کچھ کیا ہے یہ صرف اس لیے کیا ہے کہ مایاوتی کی سرکار کو اکھاڑ پھینکا جائے، اس کو پریشان کیا جائے اور ملائم سنگھ کے لیے فضا کو ہموار کیا جائے۔

میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اگر ملائم سنگھ کا ماننے والا ہوں، چلیے مانتا ہوں۔ میں ان کا ماننے والا بالکل نہیں ہوں، میں بکا ہوا انسان نہیں ہوں، وہ صحیح بات کہیں گے تو مانوں گا، غلط بات کہیں گے تو ہرگز نہیں مانوں گا۔ لیکن میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ملائم سنگھ سے میری اتنی دوستی مشہور ہے اتنی ہی ملائم سنگھ سے مولانا آغا روحی صاحب قبلہ کی دشمنی بھی تو مشہور ہے۔ تو اس مسئلے میں آغا روحی صاحب میرا ساتھ کیوں دے رہے ہیں؟ اس مسئلے میں میں ان کا ساتھ کیوں دے رہا ہوں؟ ہم دونوں اس مسئلے میں شانہ بہ شانہ کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟ جو کل تک ایک دوسرے کے دشمن تھے آج ایک دوسرے کا ہاتھ کیوں پکڑے ہوئے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ ہر انسان کی زندگی کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک اس کا مذہبی رخ ہوتا ہے ایک سیاسی رخ ہوتا ہے، تو یہ ہمارے اوپر سراسر الزام ہے۔ اس میں کہیں سے پولیٹکل یا سیاسی غرضیں وابستہ نہیں ہیں۔ اگر شریمتی مایاوتی کو اس بات کا اب بھی سندیہ ہے اور شک ہے تو

میں ان کے سامنے یہ اعلان کرنے کے لیے تیار ہوں اس اعتماد پر کہ آپ اس کی تائید کریں گے کہ وہ پہلی محرم کو ہمارا جلوس اٹھوادیں، اگلا الیکشن جو ہوگا ایک ایک ووٹ ان کو چلا جائے گا۔ قصہ ختم ہوگیا۔ میں اگر روکنا بھی چاہوں گا تو کوئی شیعہ اس وقت مایاوتی کو ووٹ دینے سے رکنے والا نہیں ہے۔ میں تو ان کو آفر دے رہا ہوں، طشتری میں سارے شیعوں کے ووٹ رکھ کے پیش کیے دے رہا ہوں کہ آپ ہمارے جلوس اٹھوا دیجیے اور سارے ووٹ شیعوں کے آپ کو مل جائیں گے۔ تو بالکل ہمارا اس میں کوئی نہ سیاسی مقصد ہے نہ یہ پولیٹکل امیوٹی میٹڈ ہے۔

میں ابھی آرہا تھا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے دروازے پر لکھ دیا، "مایاوتی مردہ باد" اور یہ "الم غلم" جو باتیں لکھ دی ہیں، تو یہ جو نعرے لکھے گئے ہیں یہ ہم نے نہیں لکھوایا۔ ہمیں کیا خبر، یہ تو جو اُن کا "ایکٹی ٹیوٹ" آج کے جو پریس کانفرنس میں آیا ہے اس سے مشتعل ہوئے ہیں۔ تم نے مردہ باد کے نعرے تو خود لکھوائے ہیں ہم نے تھوڑی لکھوائے ہیں۔ نہ وہ اس طرح کی بات کرتیں نہ ہمارے عوام مشتعل ہوتے، نہ مردہ باد کے نعرے لکھے جاتے۔ تو اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر نہیں ہے۔ یہ تو تھیں چند باتیں۔

ایک بات جو اور میں آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ اس مسئلہ کو شیعہ سنی مسئلہ بنانا چاہ رہی ہے۔ یہ شیعہ سنی بن نہیں پائے گا کیونکہ میں نام، گورنمنٹ کو لسٹ بھیج سکتا ہوں، اس شہر کے ممتاز ترین سنیوں کے جو اسی مجمع میں آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، انھوں نے کہا کہ ہم اس پروٹسٹ میں آپ کے ساتھ ہیں۔ مشہور شخصیتیں ہیں، اگر گورنمنٹ کو ان کی لسٹ چاہیے ہو تو میں ان کی لسٹ ان کو بھیج سکتا ہوں۔ تو ہمارا سنی بھائیوں سے کوئی جھگڑا

نہیں ہے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس مسئلے کو شیعہ سنی نہیں بننے دیا۔ اور ہم اپنے بچوں کے بھی شکر گزار ہیں کہ باوجودیکہ تین تین میتیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں، لیکن انھوں نے بھی اشتعال میں آنے کے بعد اس مسئلے کو شیعہ سنی نہیں بننے دیا۔ یہ چند باتیں تھیں جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیں۔ اس کے بعد آپ کو کیا کرنا ہے؟ اس کے بارے میں جو میں کہہ رہا ہوں، میں پہلی مرتبہ یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں کہ یہ میری ہدایت نہیں ہے بلکہ یہ میرا حکم ہے، یہ میری ہدایت نہیں ہے بلکہ یہ میرا آرڈر ہے اور یہ آرڈر ان سب کی طرف سے ہے کہ جنھیں آپ اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں۔ ہم کوئی سیاسی جلوس لے کر نہیں جا رہے ہیں، نہ مایاوتی مردہ باد، نہ ملائم سنگھ مردہ باد نہ زندہ باد یہاں تک کہ آپ کو حسینیت زندہ باد کا بھی نعرہ نہیں لگانا ہے، لوگ پتہ نہیں اس کو کیا کلر دے دیں۔ آپ کو یزیدیت مردہ باد کے بھی نعرے، آج کے جلوس کا صرف اور صرف اور صرف اور صرف ایک نعرہ ہے "یاحسینؑ"۔ اس کے علاوہ کوئی نعرہ کوئی شخص نہیں لگا سکتا۔ جب تک یہ جلوس راستے میں ہے۔ جب انشاء اللہ یہ چھوٹے امام باڑے پہنچ جائے تو آپ "حسینیت زندہ باد" اور "یزیدیت مردہ باد" کے نعرے لگا سکتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی نعرہ نہ کسی قسم کا سیاسی نہ کسی قسم کا مذہبی ہرگز ہرگز اس جلوس میں نہیں لگے گا۔ نمبر ایک بات جو ہے وہ یہ ہے۔

نمبر ۲ بات یہ ہے کہ ہمیں ابھی تک معلوم نہیں ہے کہ پرشاسن کا یا ایڈمنسٹریشن کا رویہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جلوس جو آپ نکال رہے ہیں یہ کسی ظالم کی یاد میں نہیں ہے، مظلوم کی یاد میں ہے، تو آپ کا کردار بھی مظلومانہ ہونا چاہیے۔ آپ کہیں سے جارحانہ رویہ

اختیار نہ کریں، ایک ڈھیلا نہ چلنے پائے، کسی سے آپ کی لڑائی جھگڑا نہ ہونے پائے۔ دنیا پر واضح ہو جائے کہ یہ قوم مہذب ہے اور مظلوم ہے۔ یہ بات آپ کو خاص طور پر یاد رکھنا ہے۔ امام باڑے کے باہر سڑک کی طرف جو دروازے ہیں اس پر آپ کو جانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، اس سے شبہے پیدا ہوتے ہیں۔

تیسری بات جو آپ کے سامنے عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر آپ کے تمام ذمہ دار افراد موجود ہیں۔ مولانا آغا روحی صاحب بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، مولانا حمید الحسن صاحب قبلہ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مولانا اطہر صاحب آنے پر بہ ضد تھے میں ان سے کہہ رہا تھا کہ نہ آئیے، وہ بہ ضد تھے کہ آئیں گے، نماز کا وقت آچکا تھا، پتہ نہیں کہ انھوں نے میری بات مانی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اپنی بات مانی ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ آئے ہوں، ہو سکتا ہے کہ وہ تشریف نہ لائے ہوں۔ باقی جتنے حضرات ہیں میثم زیدی صاحب، علی متقی زیدی صاحب، عباس ارشاد صاحب اور وہ جن کے میں نام نہیں لے پا رہا ہوں، یہ سب ہمارے بچے اور بوڑھے اور جوان سب یہاں پر موجود ہیں، میں نے درگاہ کی تقریر میں عرض کیا تھا کہ بھیڑ کی شکل میں نہ نکلیے گا، لشکر کی شکل میں نکلیے گا۔ لشکر، آپ کو بہت سی باتیں معلوم ہیں، بہت سی باتیں نہیں معلوم ہیں۔ لہذا یہ حضرات جہاں پر آپ سے کہیں آگے بڑھیے وہاں پر آپ آگے بڑھیے گا، جہاں پر کہیں رک جائیے وہاں پر رک جائیے گا۔ جہاں پر کہیں کھڑے ہو جائیے وہاں کھڑے ہو جائیے گا، جہاں پر کہیں بیٹھ جائیے وہاں پر بیٹھ جائیے گا۔ انتہائی نظم و ضبط کا آج آپ کو مظاہرہ کرنا ہے۔

خاص طور پر میں پھر ایک مرتبہ عرض کروں گا کہ یہاں سے لے کر چھوٹے امام باڑے تک آپ کو صرف اور صرف اور صرف ایک نعرہ لگانا ہے "یا حسینؑ، یا حسینؑ، یا حسینؑ"۔ ہمیں کسی سے نہیں ٹکرانا ہے، ہمیں پولیس سے بھی نہیں ٹکرانا اس لیے

کہ ہم پولیس کی مجبوری جانتے ہیں۔ میں کسی کو برا بھلا نہیں کہتا۔ میں نے تو پہلے اپنی غلطی مانی ہے کہ ہم مایاوتی جی کو ہماری کمزوری ہے کہ نہیں بتا سکے کہ امام حسینؑ نے کس کے لیے قربانی دی تھی، یہ ہماری غلطی ہے۔ ان کو معلوم ہوتا تو آج وہ ان کو ہیرو سمجھ رہی ہوتیں، ہم نہیں بتا سکے کہ انھوں نے تو دلتوں کے لیے اپنی جان دی، انھوں نے جو سماج کے شوشِت تھے ان کے لیے اپنی جان دی۔ اب پولیس کا دیکھیے مسئلہ یہ ہے، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی عقل، مجبور ہوتا ہوں میں یہ جملہ کہنے کے لیے خیال نہ کیجیے گا۔ ہماری عقل کتے کے برابر تو نہیں ہے، میں اگر کسی کتے کے اوپر ڈھیلا پھینکوں گا تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ وہ کتا اس ڈھیلے پر بھونکے گا یا پھینکنے والے پر بھونکے گا؟ کس پر بھونکے گا آپ بتائیے؟ ڈھیلے پر تو نہیں بھونکے گا نا۔ تو یہ بچارے پولیس والے تو ڈھیلے ہیں، تو ان سے ہم کیا لڑیں۔ اگر ان سے ہم لڑیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری عقل کتے سے بھی کم ہے۔ تو لڑائی ہماری ان سے تھوڑی ہے، ان کو تو پھینکا گیا ہے۔ تو ہمارا جو بھی مطالبہ ہے، جو بھی احتجاج ہے، جو بھی سنگھرش ہے وہ ان لوگوں سے ہے کہ جن کی سمجھ میں ابھی بات نہیں آرہی ہے، انشاء اللہ ان کی سمجھ میں بات آجائے گی۔

لہٰذا آپ کو پولیس سے تا حدِ امکان بلکہ نہیں ٹکرانا ہے اور آپ کو اپنے جو لیڈرس ہیں ان کی ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ اگر وہ آپ سے کہیں جلوس باہر نکلے گا تو آپ نکلیے گا۔ اگر آپ کو پولیس روکے اور آپ کے لیڈرس یہ کہیں کہ اب یہ جلوس دھرنے میں تبدیل ہو چکا ہے تو باہر جو اتنا بڑا لان پڑا ہوا ہے گول چکر، آپ وہاں دھرنا دے کر بیٹھ جائیں گے۔ وہاں پر مجھے امید ہے کہ لاؤڈ اسپیکر وغیرہ لگے ہوں گے آپ کو وقتاً فوقتاً ہدایت دی جائے گی۔

میں ایک مرتبہ پھر عرض کردوں کہ، چونکہ نماز کے دو ایک منٹ گزر چکے ہیں، اس لیے میں نماز شروع کر رہا ہوں اور آج نماز کے بعد خطبہ نہیں ہوگا بلکہ آپ حضرات جلدی نہ کیجیے گا، نماز کے بعد دو منٹ آپ تشریف رکھیں تاکہ پھر کچھ اہم باتیں میں آپ کے سامنے عرض کروں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج چونکہ وقت بہت کم ہے اس لیے بات آپ سمجھ لیں کہ ہمیشہ جو نماز عید میں قنوت پڑھے جاتے تھے وہ بہت لمبے ہوتے تھے تو ان قنوتوں کا پڑھنا کوئی لازمی نہیں ہے، لہٰذا آج میں چھوٹے چھوٹے قنوت پڑھوں گا تاکہ نماز جلدی ختم ہو جائے اور پھر کچھ گفتگو کرانے کا موقع رہ سکے۔ میں پھر ایک مرتبہ گزارش کروں گا کہ آپ حضرات منظم رہیں۔ آپ حضرات مظلوم کا جلوس لے کر نکلے ہیں مظلوم کی شکل میں رہیں۔ اگر آپ کے اوپر دو چار لاٹھیاں بھی پڑتی ہیں خدانخواستہ، ایسا ہوگا نہیں مجھے امید ہے، پولیس والے اتنے بیوقوف نہیں ہیں۔ بفرض محال اگر ایسا ہو بھی تو آپ یہ سمجھ لیجیے کہ پھول آپ کے اوپر برس رہے ہیں۔

نماز عید الاضحیٰ کے بعد کی تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

برادران عزیز! عید کو یوم خوشی کے طور پر ہم نہیں منا رہے ہیں۔ ایک بات میں آپ کے سامنے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج ہم نے اس جلوس میں شرکت کے لیے خواتین کو بھی بلایا ہے، عورتوں کو بھی بلایا ہے اور وہ بھی اچھی خاصی تعداد میں یہاں تشریف رکھتی ہیں۔ ہم نے عورتوں کو اس لیے بلایا ہے کہ ہم نے جو یہ نعرہ دیا ہے، اسلوگن دیا ہے کہ ہمارا یہ جلوس پرامن ہوگا تو اس کا عملی ثبوت ہم نے پیش کیا ہے۔ یہ عورتیں ہمارے ساتھ خود اس بات کی علامت ہیں کہ

ہم نہ کسی سے لڑنا چاہتے ہیں نہ کسی سے جھگڑنا چاہتے ہیں۔ ہم تو ایک مظلوم کا نام لیتے ہوئے ایک امام باڑے سے دوسرے امام باڑے تک خاموشی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے، ماتم کرتے ہوئے یا حسینؑ یا حسینؑ کرتے ہوئے گزر جانا چاہتے ہیں۔ نہ ہمارا کسی سے لڑنے کا ارادہ ہے نہ ہمارا کسی سے جھگڑنے کا ارادہ ہے۔ نہ ہمارا کسی سے ٹکرانے کا ارادہ ہے نہ ہمارا خدانخواستہ لوٹ مار کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسی خدانخواستہ ذرا سی کوئی بات ہمارے ذہن میں ہوتی تو ہم عورتوں اور بچیوں کو اپنے ساتھ لے کر نہ آتے۔

مجھے آپ کے سامنے کچھ اور نہیں عرض کرنا ہے۔ جو اہم باتیں تھیں وہ میں نے عرض کر دیں۔ میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں، متوجہ نہیں بلکہ متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہم ایک بہت خطرناک موڑ کے اوپر کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کی ذرا سی ناسمجھی کی بات چاہے وہ خلوص ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو، مگر آج آپ کی ذرا سی ناسمجھی کی بات ہماری عزاداری کے مقصد کو زبردست نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا پھر میں آپ کے سامنے ایک مرتبہ یہ بات دُہرا دوں کہ آپ منظم رہیں، ایک لشکر کی شکل میں رہیں اور اپنے قائدین یا جو رہنما ہیں یا جو حضرات آپ کے خدمت گزار ہیں ان کے اشاروں کو آپ دیکھتے رہیں۔ جہاں پر وہ آپ سے کہیں آگے بڑھو آپ آگے بڑھیں، جہاں پر آپ سے کہیں رک جاؤ آپ رک جائیں، جہاں پر آپ سے کہیں کھڑے ہو جاؤ وہاں پر آپ کھڑے ہو جائیں، جہاں پر آپ سے کہیں بیٹھ جاؤ دھرنا دے کر وہاں پر آپ دھرنا دے کر بیٹھ جائیں۔ اگر وہ کہیں کہ جلوس لے چلو تو آپ جلوس لے کر چلیں۔ اگر وہ کہیں کہ اپنی گرفتاریاں دے دو تو آپ اپنی گرفتاریاں دے دیں۔ لیکن ہر کام انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ ہونا چاہیے، انتہائی ترتیب کے ساتھ ہونا چاہیے، کہیں پر کوئی

بھگدڑ نہیں ہونا چاہیے۔ کہیں پر کوئی ایسی بات نہیں ہونا چاہیے کہ جو نظم و ضبط کے خلاف ہو۔

مجھے امید ہے کہ اگر آپ، اور یقین ہے مجھے کہ اس اہم موقع پر آپ کی خدمت میں میں نے جو گزارشیں کی ہیں اس کو آپ انتہائی سختی کے ساتھ اس پر عمل کریں گے اور کوئی ایسی بات نہیں کریں گے کہ جس کی وجہ سے کسی کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ ہمارا ارادہ کچھ اور تھا ہم ظاہر کچھ اور کر رہے تھے۔ یہ جلسہ بالکل سیاسی جلسہ نہیں ہے۔ یہ جلوس بالکل سیاسی جلوس نہیں ہے۔ آج ہم حسینیت زندہ باد کا نعرہ بھی نہیں لگائیں گے، آج ہم یزیدیت مردہ باد کا نعرہ بھی نہیں لگائیں گے۔ آج ہمارا نعرہ صرف یہی ہو گا یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ۔ اور اب یہی یا حسینؑ یا حسینؑ کہتے ہوئے آپ باہر تشریف لے چلیں۔

(۱۸ اپریل ۱۹۹۷ء)

نوٹ: ۱۸ اپریل ۱۹۹۷ء کو جمعہ تھا لہٰذا جلوس کی واپسی کے بعد نماز جمعہ کے لیے جو خطبہ دیا گیا وہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

مجھے یاد تو نہیں ہے کہ میں نے آج تک خطبۂ نماز جمعہ میں قرآن مجید کے اس مبارک سورہ کی تلاوت کی ہو۔ یہ سورہ وہ سورہ ہے کہ جو پیغمبرؐ کے بالکل آخری دور حیات میں نازل ہوا تھا اور اس کے بعد پھر کوئی سورہ نازل نہیں ہوا۔ اس سورہ مبارکہ میں ارشاد ہو رہا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد کہ اے ہمارے رسولؐ! جب آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ کی مدد آگئی اور لوگ دین الٰہی میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں اور اسلام کو اور دین کو فتح و کامیابی مل گئی۔ اس موقع پر کبھی دل میں یہ خیال نہ آنے پائے کہ جو کچھ ہوا وہ میری وجہ سے ہوا۔ کامیابی آپ کے ذریعہ سے ہوئی ہے مگر تسبیح اور حمد و ثنا اللہ کی ہونی چاہیے ..... اور اس کامیابی کے بعد انسان میں کبھی غرور و تکبر اور نفس پرستی کا شائبہ نہ پیدا ہونے پائے۔ اس لیے ارشاد ہو رہا ہے کہ جب کوئی کامیابی ملے تو فوراً اللہ کی بارگاہ میں استغفار کیجیے اور اپنے ناکردہ گناہوں کی مغفرت طلب کیجیے اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا بے شک اللہ وہ ہے کہ جو لوگوں کی توبہ کو قبول کیا کرتا ہے۔

برادران عزیز! آپ بہت تھک چکے ہیں مجھے اندازہ ہے اور میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں اور خاص طور پر واقعی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اپنی ان بہنوں اور بیٹیوں اور ماؤں کا شکریہ ادا کروں کہ جنھوں نے آج کے جلوس میں، بڑی بڑی خبریں آرہی تھیں کہ ہاتھ توڑ دیے جائیں گے اور پاؤں توڑ دیے جائیں گے اور یہ کر دیا جائے گا اور وہ کر دیا جائے گا۔ غرض گورنمنٹ کو یہ اندازہ ہوگیا آج کم سے کم حسینؑ کا نام آتا ہے تو مرد تو مرد عورتوں کو بھی خطرے کی پروا نہیں ہوتی۔ چنانچہ مجھے ڈرایا جا رہا تھا جب میں یہاں تقریر کر کے اتر رہا تھا تو کسی بدنیتی سے نہیں لیکن لوگ بچارے سیدھے سادے ہوتے ہیں، ڈرا رہے تھے کہ بڑا انتظام ہے، نہ معلوم کیسی کیسی بندشیں کھڑی ہیں، کیسی کیسی گاڑیاں کھڑی ہیں راستہ روکے ہوئے، ٹرک لگا دیے گئے ہیں، بتیاں باندھ دی گئی ہیں اور آج تو قیامت پھٹ پڑے گی اور یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا۔ نہ معلوم کیا کیا باتیں کی جا رہی تھیں۔ لیکن بہرحال آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ انسان اگر اعتماد اور بھروسا خدا کے اوپر ہو اور اخلاص وخلوص کو انسان برقرار رکھے آخری مرتبہ......

اس سلسلے میں آپ کے سامنے ایک آدھ بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے متعلق لوگوں کو جو میرے بھائی ہیں، میرے بیٹے ہیں، میرے بچے ہیں، یہ غلط فہمیاں تھیں کہ میں ہمیشہ تعلیم پر پڑھتا ہوں، عزاداری کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ میں تعلیم پر اتنا زور کیوں دیتا ہوں؟ میں آپ کے سامنے اس بات کے اوپر کہ میں آپ کے مالی حالات کو درست کروں، کیوں اتنا زور دیتا ہوں۔ اس لیے کہ جب کوئی قوم کمزور ہوتی ہے تو اس کی آواز کمزور ہو جاتی ہے۔ مایارٹی جی کو جو بہکایا گیا ہے، آپ کے متعلق جو ان کو غلط رپورٹ دی گئی ہے میں اس کو BASE ہی نہیں مانتا۔ بہکانے والے تو وہ ہیں جو ان کے اردگرد چاروں طرف بیٹھے ہوئے ہیں، اور یہی مسئلہ ہے۔ آج اگر ہمارا بھی کوئی ایم ایل اے ہوتا، آج اگر ہمارا بھی کوئی ایم ایل سی ہوتا تو ہماری آواز

بھی ان کے کان تک پہنچ رہی ہوتی۔ ایک طرف کی آواز پہنچتی ہے دوسری طرف کی کوئی آواز نہیں پہنچتی۔ ان کو تو جو کہنا تھا انھوں نے کہا، ایک عورت تھی اس کو مس گائیڈ ہونا تھی، اس کو بہکنا تھا وہ بہکا دی گئی۔ لیکن آج اس خاتون کو ایک مرتبہ پھر احساس ہو گیا ہو گا کہ شیعوں کے جذبۂ عزاداری کو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت نہ دبا سکی ہے نہ دبا سکے گی۔ یہ جذبہ دب نہیں سکتا۔ جیسا کہ میں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ جس طرح سے مچھلی بغیر پانی کے نہیں رہ سکتی ویسے ہی شیعہ بغیر عزاداری کے نہیں رہ سکتے۔ یہ رہے گا تو عزاداری کے ساتھ رہے گا ورنہ ختم ہو جائے گا۔

میں نے بہت سے لوگوں کی مثال دی۔ متھرا جہاں پر صرف ایک شیعہ گھرانا ہے، ایک شیعہ گھرانہ ہے۔ کیا یہ شیعہ سنی مسئلہ ہے؟ کیا یہ شیعہ وہابی مسئلہ ہے؟ بالکل نہیں، یہ نہ شیعہ سنی مسئلہ ہے نہ شیعہ وہابی مسئلہ ہے بلکہ یہ شیعہ اور فسادی مسئلہ ہے۔ کچھ لوگ انگشت شمار دو، تین، چار جو نہ وہابی ہیں، نہ شیعہ ہیں، نہ سنی ہیں، کچھ نہیں ہیں وہ صرف فسادی ہیں، ان کی طرف سے یہ مسئلہ اٹھا تھا ورنہ کیا اس جلوس میں سنی حضرات شریک نہیں تھے، سیکڑوں کی تعداد میں سنی حضرات تھے جو اس جلوس میں آپ کے ساتھ ساتھ شریک تھے اور ان کے ساتھ بڑی قدآور شخصیتیں تھیں جنھوں نے ٹیلی فون پر مجھے بتایا کہ ہم آرہے ہیں اور اس جلوس میں شرکت کریں گے۔ تو نہ شیعہ سنی مسئلہ ہے۔ اب کیا ہے متھرا میں ایک شیعہ گھرانہ ہے اور مجھے بتایا گیا کہ وہاں جو جلوس نکلتا ہے ۹ر محرم کا، اس پر ہندو سبیلیں لگاتے ہیں دودھ کی سبیلیں، شربت کی سبیلیں اور وہاں کچھ قریشی حضرات ہیں، قریشی کون ہوتے ہیں؟ ارے بھائی یہ نہیں میں کہہ رہا تھا، مذہب کے اعتبار سے کیا ہوتے ہیں؟ پھر نہیں سمجھے آپ، ارے بھائی وہ وہابی حضرات ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے؟ ہوتے ہیں نا! مگر اس جلوس میں مجھے یہ بتایا گیا، مبالغہ ہوگا کہ پچاس ہزار آدمی ہوتے ہیں۔ اچھا پچاس ہزار نہیں ہوں گے بیس

ہزار ہوں گے، بیس ہزار نہیں ہوں گے تو دس ہزار ہوں گے۔ تو جہاں ایک شیعہ گھرانا ہے، ایک باپ کے دس ہزار بیٹے تو نہیں ہو سکتے۔ تو اس کا مطلب یہ کہ ایک فیملی پانچ، چھ، سات آدمیوں کی شیعہ ہوتی ہے اور باقی سب ساتھ میں 995 سنی ہوتے ہیں اور سنی بھی نہیں بلکہ وہابی ہوتے ہیں۔ تو امام حسین علیہ السلام کا نام تو ایسا نام ہے کہ اس پر ہندو بھی آتے ہیں، اس پر شیعہ بھی آتے ہیں اس پر سنی بھی آتے ہیں اور اس پر وہابی بھی آتے ہیں، سب آتے ہیں صرف فسادی نہیں آتے۔

ہمارا گورنمنٹ سے یہ مطالبہ ہے کہ آپ سنیوں کو لائیے ہم بات کرتے ہیں، چیت کرتے ہیں، مسئلہ ابھی حل ہوا جاتا ہے، کچھ اس میں رکھا ہی نہیں ہے، مسئلے میں کیا رکھا ہے۔ لیکن جب آپ فسادیوں کو لاتی رہیں گی، گورنمنٹ، یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ تو یہ بات ہم نے وہاں کہی تھی جہاں افراد بات چیت کرنے پر تیار نہیں ہیں، ہاں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ہو اس کے افراد تشریف لے آئیں، ملی کونسل کے افراد تشریف لے آئیں، جماعت اسلامی والوں کا فون میرے پاس آیا، میں نے ان سے کہا آپ تشریف لائیے، آدھے گھنٹے میں یہ مسئلہ حل ہو جائے گا، اکتیسواں منٹ نہیں لگے گا۔ اس لیے کہ وہ حضرات سنی ہیں، میں جانتا ہوں کہ معقول لوگ ہیں، پڑھے لکھے لوگ ہیں، براڈ مائنڈڈ لوگ ہیں، وہ اس مسئلے کو حل کر سکتے ہیں۔ مسئلہ کیا ہے، مسئلہ کچھ بھی نہیں ہے، مسئلہ تو آدھے گھنٹے میں حل ہو جائے گا لیکن وہ لوگ کہ جو لیڈر بن کر کے سامنے آتے ہیں، میں تو ان سے کسی قیمت پر بات کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ ان حضرات سے جب تک بات ہوتی رہے گی اس وقت تک مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ مسئلہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا جائے گا۔

آج میں جو بات آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں آپ

سے غلط بات نہیں کرتا۔ کل کیا ہوگا، پرسوں کیا ہوگا، پہلی محرم کو کیا ہوگا، ۹ محرم کو کیا ہوگا، ۱۰ محرم کو کیا ہوگا، چہلم میں کیا ہوگا، ۸ ربیع الاوّل کو کیا ہوگا، مجھے علم غیب تو ہے نہیں۔ میں نہیں بتا سکتا کہ کیا ہوگا، میں کچھ نہیں بتا سکتا کہ کیا ہوگا۔ لیکن ایک بات آپ یاد رکھیں کہ دنیاوی جنگ میں مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ آپ جیتیں یا ہاریں، ایک ملک نے دوسرے ملک پر حملہ کیا دنیاوی اغراض کے تحت، اگر اس ملک پر قبضہ ہوگیا جیت گیا، نہیں قبضہ ہوا ہار گیا۔ دین کی جو جنگ ہوتی ہے، دین کا جو محاذ ہوتا ہے، اگر آپ اپنے دین کو برقرار رکھیں تو اس میں ہارنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ ظاہری اعتبار سے آپ کو کامیابی ملے تب بھی آپ جیتے اور آپ کی تمام کوششوں کے باوجود آپ کو کامیابی نہ ملے تب بھی آپ جیتے۔ بشرطیکہ آپ کے اخلاص میں فرق نہ آنے پائے، آپ کے خلوص میں فرق نہ آنے پائے، آپ کی سینیرٹی میں فرق نہ آنے پائے۔ کہیں پر آپ کو یہ خوش فہمی نہ ہو کہ اب میں قوم کا ہیرو ہوگیا۔ آپ کی قوم میں اگر ایسی باتیں پیدا ہوں گی تو اللہ کی بارگاہ سے آپ کی عبادت رد کر دی جائے گی۔ تو جو دین کے معاملات ہوں ان کو ہمیشہ دین کے طریقوں سے انجام دینے کی آپ حضرات اپنے میں عادت ڈالیں۔ یہاں نفس کا کوئی سوال نہیں ہونا چاہیئے یہاں لیڈرشپ کا کوئی سوال نہیں آنا چاہیے۔ جب کوئی رسم عبادت آپ انجام دیں۔ چاہے وہ نماز ہو، چاہے وہ روزہ ہو، چاہے وہ عزاداری ہو۔

عزاداری بہت بڑی عبادت ہے۔ کیا معصوم غلط بات کہہ سکتا ہے؟ ائمہ طاہرینؑ کے ارشادات کو آپ ملاحظہ فرمائیے کہ عزاداری کے بارے میں کیا کیا انھوں نے کہا ہے، ائمہ معصومینؑ کے ارشادات نہ ہوتے تو یہ عزاداری ختم ہوگئی ہوتی۔ انھیں ارشادات نے تو عزاداری کو بچایا ہے تو آپ عزاداری کی اہمیت کو سمجھیے۔ میں نے آپ کو بہت ڈانٹا ہے، میں نے آپ سے بہت کچھ کہا ہے لیکن جو

کچھ بھی میں نے کہا ہے منبر سے کہا ہے اور منبر پر سے کس سلسلے میں کہا ہے؟ عزاداری کے سلسلے میں کہا ہے۔ تو اگر میں دوسری باتیں آپ کے سامنے کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ میں عزاداری کی اہمیت کا منکر ہوں، عزاداری تو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے ہماری، میری جو آپ سے گزارش ہے وہ صرف اتنی گزارش ہے کہ عزاداری آپ کے لیے جتنی اہم ہے اتنی ہی زیادہ نازک ہے. کیونکہ جو شے جتنی اہم ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ نازک ہوتی ہے۔ اس لیے جب عزاداری کا مسئلہ ہو تو اس میں کسی پارٹی کو نہ آنے دیں، کسی گروپ کو نہ آنے دیں۔ انجمنیں جب ماتم کریں تو یہ نہ سمجھیں کہ فلاں انجمن ماتم کر رہی ہے بلکہ ان کے ذہن میں یہ تصور ہونا چاہیے کہ ہم سب فاطمہ زہرا کے بیٹے کے مشترکہ عزادار ہیں، جو الگ الگ گروہ کی شکل میں ماتم کر رہے ہیں۔ گروہ الگ الگ ہیں راستہ الگ الگ نہیں ہے، منزل الگ الگ نہیں ہے۔

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ٥

برادرانِ عزیز! قرآن کریم کی اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اے صاحبانِ ایمان! تمھارے ایمان کا دعویٰ اس وقت تک امتحان کی کسوٹی پر پورا نہیں اتر سکتا جب تک تم میں دو صفتیں نہ پیدا ہو جائیں ایک تقویٰ۔ خیالات کی پاکیزگی، عمل کی پاکیزگی، کردار کی پاکیزگی، کمائی کی پاکیزگی، غذا کی پاکیزگی، جسم کی پاکیزگی اور روح کی پاکیزگی اتنی پاکیزگیاں جب جمع ہو جاتی ہیں تو اس کا نام ہے تقویٰ۔ اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ وَكُونُوا مَعَ الصّادقین۔ اگر اللہ تم کو یہ توفیق دے کہ تم کو اس نے سچوں کی معرفت دے دی ہے تو ان کی معرفت واقعی ہو، بلکہ اللہ کا شکر ادا کرو

اس طرح سے کہ تم کو سچوں کی معرفت ہو جائے تو تم ان کے ساتھ ہو جاؤ۔

میرے عزیزو! جیسا کہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں پر صادقین کا بہترین مصداق ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ ایک یہ کہ سچائی کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ ہے زبان کے اعتبار سے سچا ہونا، دوسرا رخ ہے کردار کے اعتبار سے سچا ہونا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے علاوہ زبان کے اعتبار سے بھی دنیا میں کوئی سچا نہیں گزرا اور کردار کے اعتبار سے بھی کوئی شخص ان سے بڑھ کر سچا نہیں گزرا۔ تو اب ہمیں انھیں کا ہو جانا ہے اور انھیں کے دامن سے وابستہ رہنا ہے۔ آج اللہ نے آپ کو جو کامیابی عطا کی ہے بہ تصدق محمدؐ و آل محمدؐ اس کا شکریہ یہ ہے کہ آپ حضرات انشاء اللہ جب یہاں سے جائیں تو یہ عہد کر کے جائیں کہ آپ وہ کتابیں کہ جن میں اہل بیت طیبین و طاہرینؑ کے اقوال ہیں، نہج البلاغہ ہے یا اور اس طرح کی جو دینی کتابیں ہیں، جو اب ہندی زبان میں بھی موجود ہیں، آپ ان کو پڑھیں اور پڑھنے کے بعد یہ دیکھیں کہ ائمۂ طاہرینؑ اور قرآن مجید کس قسم کی زندگی آپ سے گزروانا چاہتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ جب آپ کو یہ معلوم ہو کہ وہ کس قسم کی زندگی گزروانا چاہتے ہیں تو اسی زندگی کو آپ گزارنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں۔

برادران عزیز! میں اس دوسرے خطبے کے آخر میں آپ سے بہت ہی مودبانہ التماس کرنا چاہوں گا کہ اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دین کہاں تک ہے، مذہب کہاں کے اوپر ہے، شریعت کہاں کے اوپر ہے یا اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دین کہاں پر نہیں ہے، مذہب کہاں پر نہیں ہے، شریعت کہاں پر نہیں ہے تو میں اس کی ایک علامت آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ جیسے آگ اور پانی ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتے، جیسے دن اور رات ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتے، اسی طرح سے

خدا کے لیے میرے عزیزو! یہ بات آپ یاد رکھیے کہ دین اور رسم ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتے۔ جہاں رسم ہوگی وہاں دین نہیں ہوگا اور جہاں دین ہوگا وہاں رسم نہیں ہوگی۔ ان میں بیر ہے جیسے جنت اور جہنم ایک جگہ پر نہیں آسکتے جیسے آگ اور پانی ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتے جیسے ایمان اور کفر ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح سے دین اور رسم بھی ایک جگہ کے اوپر جمع نہیں ہو سکتے۔ اب آپ کو خود دیکھنا پڑے گا کہ آپ کی زندگی میں کہاں کہاں رسمیں ہیں؟ بس سمجھ لیجیے جہاں جہاں رسمیں ہیں وہاں پر دین نہیں ہے، جہاں جہاں رسمیں ہیں وہاں وہاں مذہب نہیں ہے۔ شادیوں میں اگر ساچق ہوتی ہے تو آپ سمجھیے کہ اس نے آپ کو دین سے ہٹا دیا، اگر بری ہوتی ہے تو دین آپ سے بری ہو گیا۔ اگر مانجھا ہوتا ہے تو دین گیا، اگر ختنے میں آپ نے مہمل قسم کی تقریبات کیں تو دین گیا۔

میں نے آپ کے سامنے اصول اور خلاصہ عرض کر دیا کہ جہاں رسم ہوتی ہے وہاں دین نہیں ہوتا اور جہاں دین ہوتا ہے وہاں رسم نہیں ہوتی۔ دین کے پیچھے فلسفہ ہوتا ہے۔ جب آپ کوئی دینی کام کرتے ہیں تو آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے اور آپ کو نہ معلوم ہو تو ہوتا ہے کہ یہ بات آپ جو کر رہے ہیں کیوں کر رہے ہیں؟ اللہ کو یہ بتانے کی ضرورت کیا تھی کہ نماز ہم کیوں پڑھوا رہے ہیں؟ وہ ہمارا مالک ہے، پیدا کرنے والا ہے، وہ بس کہہ دے کہ نماز پڑھو بس اتنا کافی ہے، قصہ ختم ہو گیا۔ مگر دین کا اصول یہ ہوتا ہے کہ دین کے پیچھے ایک فلسفہ ہوتا ہے۔ جب اس نے نماز کا حکم دیا تو بتایا کہ نماز کیوں پڑھو۔ اس نے کہا کہ نماز پڑھو، نماز جب پڑھو گے تو نماز تمھارے اور تمھاری برائیوں کے درمیان سپر بن جائے گی۔ اس کا مطلب جہاں دین ہوتا ہے وہاں ہر کیوں کا جواب موجود ہوتا ہے۔ اب کوئی شخص آپ سے پوچھے کہ ہم نماز کیوں پڑھتے ہیں تو آپ بتا دیجیے کہ نماز ہم

اس لیے پڑھتے ہیں کہ یہ برائیوں سے روکتی ہے۔ زکوٰۃ کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو ہم نے حکم دیا ہے کہ اپنا پیسہ غریبوں کو دیتے رہو، اس کے لیے کوئی سوال کرے کہ کیوں؟ تو ہم بتا رہے ہیں' اس کیوں کا جواب یہ ہے کہ پیسہ صرف امیروں کے پاس نہ رہے غریبوں کے پاس بھی رہے۔ تو دین کا جو حکم ہوگا، وہاں پر ہر کیوں کا جواب موجود ہوگا۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ساچق کیوں؟ کیا جواب دیجیے گا آپ۔ ہے کوئی جواب کیوں ہے ساچق، کیا فلسفہ ہے اس کا، کیا اس سے فائدہ ہوگا' بتائیے بھائی! جو لوگ ساچق کرتے ہیں وہ بتائیں مجھے اس سے کیا فائدہ ہے، اس سے ہمیں کیا ملتا ہے؟ آپ بتا سکتے ہیں کچھ، کوئی بات نہیں۔ مہندی ہوتی ہے' کیا ملتا ہے آپ کو! کچھ ملتا ہے؟ کچھ نہیں ملتا۔ تو اس طرح سے آپ سمجھ لیجیے کہ دین کی ہر بات کا پیچھے کیوں ہوتا ہے اور کیوں کا جواب ہوتا ہے۔ اور رسم وہ ہوتی ہے جہاں کیوں کا جواب آپ نہیں دے سکتے۔ تو جب کیوں کا جواب آپ نہیں دے سکتے تو وہ شے ہوتی ہے مہمل، وہ شے ہوتی ہے بے فائدہ، وہ شے ہوتی ہے بے مقصد۔ تو اب اسلام بامقصد چیزوں کو قائم کرنے کے آیا ہے اور بے مقصد چیزوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ آپ کی انرجی، آپ کی قوت، آپ کا پیسہ، آپ کی طاقت بے مقصد چیزوں میں صرف نہ ہو۔ یہ پیسہ اللہ کی امانت ہے، قوت اللہ کی امانت ہے، یہ سب بامقصد چیزوں میں صرف ہونا چاہیے۔

اب پھر میں آپ کے سامنے عرض کروں گا کہ اسلام میں بہت سے مقاصد ہیں لیکن سب سے عظیم مقصد کہ جس کے لیے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو تعلیم دی ہے میں اس تعلیم کو لوگوں میں پھیلا دوں۔ تو میرے بھائیو! میری بات کو آپ مان لیجیے، میرے عزیزو! ابھی میرے پاس پانچ چھ منٹ باقی ہیں۔ آپ کو تو

کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ ہندوستان میں ایک بہت مشہور مندر ہے' دیو مالا مندر۔ آپ اگر کلیجا سنبھالیں تو میں اس مندر کی آمدنی آپ کے سامنے عرض کروں۔ دیو مالا مندر کی آمدنی کتنی ہے معلوم ہے؟ کتنی آمدنی ہوگی اس مندر کی آپ بتائیے؟ دو کروڑ، چار کروڑ، دس کروڑ، بیس کروڑ، اس مندر کی آمدنی کتنی ہے سن سکیے گا! اس مندر کی سالانہ آمدنی ہے ۱۲ ارب ۲۰ کروڑ روپئے۔ سنا آپ نے کتنی آمدنی ہے؟ مندر کی سالانہ آمدنی ۱۲ ارب ۲۰ کروڑ روپئے سال ہے۔ مگر اس کے اخراجات آپ کو معلوم ہیں کیا ہیں؟ اس کے ذریعہ سے۔ اب میں یہ فیگر صحیح نہیں کہہ سکتا، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے اسّی تو ڈگری کالجز چل رہے ہیں اس وقت، ہندوستان کے دو کروڑ شیعوں نے کتنے ڈگری کالج بنائے؟ بتائیے۔ ایک ٹوٹا ہوا یہ بچارہ ڈالی گنج میں، آگے آیت۔ تو اس وقت وہ اسّی تو ڈگری کالجز چلا رہا ہے اور جہاں تک میرا حافظہ کام کر رہا ہے ۳۵ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ چلا رہا ہے، نہ معلوم کتنے دواخانے چلا رہا ہے' نہ معلوم کتنے معذور خانے چلا رہا ہے، نہ معلوم کتنے ایجوکیشن انسٹی ٹیوشن چلا رہا ہے۔ غور کیا آپ نے۔ تو آپ اس قوم سے کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

تو میرے عزیزو! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بات کو آپ سمجھیں۔ ہر شے ہمارے لیے بہت اہم ہے لیکن اگر تعلیمی اعتبار سے آپ گرے تو ہر میدان میں آپ گر جائیں گے۔ اس لیے آپ کی آمدنی کا صرف ایک فیصدی حصہ آپ کے بچوں کے ایجوکیشن پر صرف ہونا چاہیے اگر آپ ہندوستان میں باعزت زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ ورنہ میں پھر ایک مرتبہ بتاتا ہوں آپ کو کہ ہریجنوں کے اوپر اٹھنے سے بیک ورڈ قوم میں جو خلا پیدا ہو رہا ہے اسے آپ کو بھرنا پڑے گا اور خدا کرے کہ وہ وقت کم سے کم میری زندگی میں نہ آنے پائے۔ میں اسلام کی صحیح تعلیمات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ رسموں کو چھوڑ دیجیے تعلیم کو آگے بڑھائیے۔ یہی میرا نعرہ ہے یہی میری گزارش ہے۔ (جمعہ ۱۸ اپریل ۹۷ء)

امام آخر الزماںؑ
کے حالات پر
ایک مفصل اور تاریخی کتاب

عرفانِ امامت

جس میں امامت پر مفصل بحث ہے اور

امام زمانہؑ کی ولادت باسعادت سے غیبت کبریٰ تک حقائق پر مبنی تفصیلی حالات۔ ظہور کی علامتیں، عدل وانصاف اور نظام حکومت، نیز زمانے کے تغیرات کی مکمل تصویر کشی کی گئی ہے۔ یہ کتاب ملت اسلامیہ کے لیے یقیناً ایک گراں قدر تحفہ ہے۔

جو

بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے

مولف
محقق بصیر جناب ظفر عباس صاحب کشیری

ناشر
عباسؑ بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ رستم نگر لکھنؤ